وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
اور نماز قائم رکھو اور تم مشرکین میں نہ ہو جاؤ
ضیاء الصلوٰۃ
نماز کے احکام و مسائل
مؤلف
محمد الیاس چشتی
مکتبہ جمال کرم لاہور

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الروم ۳۱)

اور نماز قائم رکھو اور تم مشرکین میں نہ ہو جاؤ

ضیاءُ الصَّلٰوۃ

مؤلف

محمد الیاس چشتی

ناشر

انجمن غلامانِ چشتیہ رحیم پورہ الٰہ آباد وزیر آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب..........................ضیاء الصلوٰۃ (نماز کے احکام ومسائل)

مرتبہ..............................محمد الیاس چشتی

اشاعت بار اوّل..................ستمبر 2008ء

تعداد..............................1100

زیر اہتمام.......................ایم احسان الحق صدیقی

ناشر...............................انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

رحیم پورہ، الہ آباد، وزیر آباد

ملنے کے پتے

مکتبہ جمال کرم.........داتا دربار مارکیٹ لاہور۔ 042-7324948

مدرسہ انوار مدینہ ضیائے کرم، محلہ رحیم پورہ، الہ آباد، تحصیل وزیر آباد، ضلع گوجرانوالہ

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

ضیاءالصلوٰۃ

امین حسن کرم، الحاج الحافظ حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ
سجادہ نشین، درگاہ حضرت امیر السالکین رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین کی خدمت کسی انداز سے بھی کی جائے سرمایہ حیات ہوا کرتی ہے۔ اگر تصنیف وتالیف کی صورت میں ہو تو یہ امر کئی نسلوں تک راہنمائی کا باعث ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جب تک لوگ اس تحریر سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ اس کام کو عملی جامہ پہنانے والے کیلئے یہ امر خیر کا باعث ہوگا۔

اس وقت محمد الیاس چشتی صاحب کی تالیف ''ضیاء الصلوٰۃ'' میرے سامنے ہے۔ موصوف خدمت دین کے جذبے سے سرشار ہیں۔ اپنی بساط سے بڑھ کر مصروف عمل رہتے ہیں۔ اور اپنے احباب اور مسلمان بھائیوں کی راہنمائی کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کیے رکھتے ہیں۔

ان کی یہ کاوش ان کے جذبے کی عکاسی کرتی ہے۔ موصوف نے سادہ اور عام فہم زبان میں اسے تالیف کیا۔ یہ جان کے از حد خوشی ہوئی ہے کہ مسودہ کو قابلِ اعتماد بنانے کیلئے موصوف نے علماء سے رجوع کیا اور ان سے تصحیح کرائی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور مسلمانوں کیلئے اسے نفع کا باعث بنائے۔ آمین

پیر محمد امین الحسنات شاہ
بھیرہ شریف

تقدیم

جگر گوشہ جانشین شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا پروفیسر
ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی صاحب، مہر آباد شریف وزیر آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین ! اُس خدائے بزرگ و برتر کا شکر ہے کہ جس نے تمام ممکنات کو شرف وجود سے مشرف فرمایا جس کی عطائیں غیر محدود اور اُس کی نعمتوں کا شمار دائرہ امکان سے خارج ہے۔

عمر را ضائع مکن در گفتگو
یاد او کن یاد او کن یاد او

السلام علی حبیب رب العالمین ! جس طرح اللہ رب العالمین خالق موجودات کا شکر ادا کرنا انسان کی طاقت و امکان سے باہر ہے اسی طرح آئینہ جمال کبریا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح و ثناء انسان کے بس کی بات نہیں۔

شفیع مطاع نبی کریم
قسیم جسیم نسیم وسیم
اللھم صل علیٰ محمدٍ و علیٰ اٰلِ محمدٍ
و اصحابہ و ازواجہ و بارك وسلم

عربی کی معروف لغت "لسان العرب" میں لکھا ہے "العبادۃ الطاعۃ مع الخضوع"۔ عبودۃ، عبودیہ اور عبدیہ کے معنی خضوع کے ہیں یعنی کسی کے سامنے تابع ہو جانا عبادت اسی کو کہا جاتا ہے جو پوری فرماں برداری اور خشوع و خضوع کے ساتھ ہو۔

قرآن کریم میں انسان اور جن کی تخلیق کا مقصد عبادت بیان کیا گیا ہے یہی فطرت انسان کی اصل ہے۔

و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (القرآن الکریم ۵۱:۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اس لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

الہامی اور غیر الہامی مذاہب میں عبادات کا تصور اور طریقہ کار انتہائی مختلف ہے۔ صرف الہامی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے تصور عبادت پر نظر ڈالیں تو باہمی طور پر بڑا اختلاف نظر آتا ہے۔ کتاب مقدس (بائیبل) جو دو عہدوں (عہد قدیم اور عہد جدید) پر مشتمل ہے جن میں تورات، زبور اور اناجیل اربعہ کے علاوہ کئی انبیاء کرام کے صحائف موجود ہیں ان میں عین ممکن ہے کہ تحریف سے قبل انداز عبادت مختلف ہو مگر موجودہ تعلیمات کتاب مقدس میں عبادت کا تصور کچھ اس طرح ہے کہ انبیاء و رسل گیت گاتے اور آلات موسیقی پر رقص کرتے ہوئے اللہ کے حضور دعائیں کر رہے ہیں پس یوں نظر آتا ہے کہ رقص و سرور شراب زنا جیسے دیگر اعمال ان کی عبادت کا لازمی جزو ہیں۔ تورات کی پہلی کتاب ''پیدائش'' میں اللہ رب العزت کا تصور کچھ اس طرح سے ہے کہ خدا کی روح کا تصور پیش کیا گیا کہ روح خدا پانیوں پر جنبش کرتی ہے''۔ (پیدائش آیت نمبر ۱،۲ باب اوّل)

خدا سات دن کام کرنے کے بعد آرام کرنے لگا'' (پیدائش آیت نمبر ۱ تا ۳ باب دوم) ''خدا کی مثل'' (پیدائش آیت نمبر ۴،۵ باب سوم) خدا کا سیر کرنا (پیدائش: آیت نمبر ۸ باب سوئم) خدا کے بیٹوں کی شادی (پیدائش آیت نمبر ۱،۲ باب خدا کا زمین پر اترنا اور پھر اوپر جانا، خدا کا سیڑھی پر قیام، خدا کا کشتی لڑنا وغیرہ جیسے تصورات ملتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیت کے ہاں خدا کا تصور اس انداز کا ہے تو پھر اُس خدا کی عبادت کا تصور بھی اسی طرح کا ہوگا مثلاً دعا اُس وقت تک قبول نہیں ہوتی

جب تک قربانی نہ کی جائے۔ کتاب پیدائش باب نمبر۹ میں حضرت نوح کا شراب پینا، نشہ کی حالت میں اپنے ڈیرے پر ننگا ہونا، بیٹوں کا باپ کو اس حالت میں دیکھنے پر باپ کا اولاد کے لئے بددعا کرنے کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔

حضرت یعقوب نے دھوکہ سے عیسو بن کر اپنے باپ حضرت اسحاق سے برکت کی دعا لے لی۔ (پیدائش باب نمبر ۲۷: آیت نمبر: ۲۷ تا ۲۹)

علماء یہود کے نزدیک پہلے ہیکل کی تقدیس کے وقت گانے اور سازوں کے بجانے سے عبادت میں ایک خاص تاثیر پیدا ہو جاتی تھی۔ (تواریخ باب نمبر ۱۶:۱۵) کتاب استثنا باب ۳۲ اور خروج باب نمبر ۱۵ میں موسوی گیتوں کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا جو باری باری گائے جاتے تھے۔ کتاب زبور کے ۱۴۵ گیت عیدوں پر گائے جاتے۔ گیت نمبر ۱۱۳ تا ۱۱۸ عید فسح پر گائے جاتے تھے۔ زبور ۱۳۰ تا ۱۳۴ مسافروں کے گیت کہلاتے ہیں اور انکا تعلق عید خیام سے ہے۔ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد کے صندوق کے آگے ناچتے اور ناچ میں خدا کی تعریف کرتے (زبور ۱۴۹: ۳)

عیسائیوں کے نزدیک چونکہ اناجیل غیر محرف اور الہامی ہیں لہذا ان تعلیمات میں بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ پولوس رسول عیسائیوں کو گیت گانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ”اور آپس میں مزامیر، گیت اور روحانی غزلیں گایا کرو اور دل سے خداوند کے لئے گانے بجاتے رہا کرو“ (افسیوں ۵: ۱۹، کلیسوں ۳: ۱۶) اناجیل میں متعدد مقامات پر گیتوں کے فقرات ملتے ہیں چنانچہ کتاب افیسوں اور تمیتھیس ملاحظہ ہو۔

اسلام کا تصور عبادت بالکل منفرد اور جداگانہ ہے یہاں ساری زندگی خدا کی بندگی میں بسر ہو رہی ہے زندگی کا ایک لمحہ بھی عبادت الٰہی سے خالی نہیں۔ اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگتے رہنا، ذمہ داریوں کو پورا کرنا، تمام معاملات زندگی کو حکم خداوندی کے مطابق گذارنا عبادت ہے دیگر مذاہب میں عبادت کے لئے مخصوص چار دیواری ہے مگر اسلام میں مساجد افضل ضرور ہیں لیکن عبادت ہر پاک جگہ پر کی جاسکتی ہے۔

وجعلت لی الارض مسجدا و طھورا (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

اور میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے۔

اسلام میں عبادت حاصل زیست اور سرمایہ نجات ہے رب تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ

و انا ربکم فاعبدون (القرآن ۲۱:۹۲)

اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کر

یعبادی الذین امنوا ان ارضی واسعة فایای فاعبدون (القرآن ۲۹:۵۶)

اے میرے بندو جو ایمان لائے بے شک میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو۔

ان اللہ ھوربی وربکم فاعبدوہ (القرآن ۴۳:۴۶)

بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے پس اس کی عبادت کرو

ہر رسول نے کہا اللہ کی عبادت کرو۔

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللہ (القرآن ۱۶:۳۶)

اور بے شک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے اقرار کیا کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔

قالو انعبد الٰھك والٰه اٰبائك ابراھم و اسمعیل و اسحق الٰھا واحداً (القرآن ۲:۱۳۳)

بولے ہم عبادت اُسی الہ کی کریں گے جو آپ کا الہ اور آپ کے آباء ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کا ایک الہ ہے۔

ہر نبی و رسول نے اپنی قوم کو عبادت الٰہی کا حکم دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام

ولقد ارسلنا نوحا الی قومہٖ فقال یقوم اعبدوا اللہ (القرآن ۲۳:۲۳)

اور بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت ھود علیہ السلام

والی عاداخاھم ھوداً قال یقوم اعبدو االلہ (القرآن ۷:۵)

اور عاد کی طرف ان کی برادری سے ھود علیہ السلام کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت صالح علیہ السلام

و الی ثمود اخاھم صالحاً قال یقوم اعبدوا اللہ (القرآن ۷:۳۷)

اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح علیہ السلام کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

و ابراھیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللہ (القرآن ۲۹-۱۶)

اور ابراہیم علیہ السلام کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام

والی مدین اخاھم شعیب قال یقوم اعبدو اللہ (القرآن ۷-۸۵)

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

وقال المسیح یبنی اسرء یل اعبدوا اللہ ربی و ربکم (القرآن:۶-۷۲)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے یوں ارشاد فرمایا:

یایھا المدثر o قم فانذر o و ربک فکبر (القرآن:۷۴،۱تا۳)

اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب کی بڑائی بولو۔

جب سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر عبادت میں گذارتے تو قرآن یوں ارشاد فرمایا ہے۔

یایھا المزمل قم الیل الاقلیلاً o نصفہ او انقص منہ قلیلا (القرآن۷۳:۱تا۳)

اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

جب سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے رات بھر عبادت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا:

افلا اکون عبداً شکورا (الحدیث)

کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہو جاؤں۔

تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو عبادت کرنے کا یوں ارشاد فرمایا۔

فسبح بحمد ربك وكن من السجدين واعبد ربك حتى يأتيك اليقين

(القرآن ۱۵: ۹۸، ۹۹)

(اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو وصال تک عبادت کرنے کا حکم دیا اور یقین سے موت بھی مراد ہے چونکہ موت یقینی بات ہے اس لئے یقین کا لفظ آیت کریمہ میں آیا ہے عبادت الٰہی کے بہت سے انعامات کا تذکرہ قرآن کریم نے مختلف مقامات پر کیا ہے۔ مثلاً

عبادت سے عابد کے دل کو تسکین ملتی ہے۔ فرمایا

"**الا بذکر اللہ تطمئن القلوب**" (القرآن ۱۳: ۲۸)

سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

اللہ عابدوں سے فرماتا ہے۔

"**فان اللہ یحب المتقین**" (القرآن ۳: ۷۶)

پس بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

عابد مد و چین الٰہی میں داخل ہوتا ہے۔

"**ان الابرار لفی نعیم**" (القرآن ۸۳: ۲۲)

بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں۔

عابد شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔

"ان عبادی لیس لک علیھم سلطن" (القرآن ۱۵:۴۲)

بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

عبادت گزار بندوں سے رب راضی ہوتا ہے اور انہیں جنت عطا فرمائے گا۔

یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ○ (القرآن ۸۹:۲۷تا۳۰)

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

عابدوں کو حشر کے روز خلعت و تاج سے نوازیں گے۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا (القرآن ۱۹:۸۵)

جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر

عبادت گذار کو دس سے سات سو تک نیکیاں ایک نیکی کے بدلے میں ملیں گیں۔

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (القرآن ۶:۱۶۰)

جو ایک نیکی لائے اس کے لئے اس جیسی دس نیکیاں ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم نے مثال بیان کی کہ خرچ کرنے والے کو ایک دانے کی مانند جس سے سات بالیں اور ہر بالی میں 100 دانے اسی طرح رمضان المبارک میں عبادت کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے نفل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے۔

ذلك فضل الله یؤتیه من یشآء والله ذوالفضل العظیم (القرآن ۵۷:۲۱)

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے حضرت مولانا محمد نقی علی خان رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جواھر البیان فی اسرار الارکان میں رقمطراز ہیں۔

اگر بندے کو نماز اور بہشت میں اختیار دیں تو نماز اختیار کرے یہ دولت بے نہایت

"قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین فنصفھا لی و انصفھا لعبدی"

بہشت میں کہاں جو مسجد میں جاتا ہے گویا خدا کی زیارت کرنے والا ہے اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے دوسرے پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے جو بندہ خالصاً وجہ اللہ نماز پڑھتا ہے گناہ اس کے برگہائے درخت کی طرح جھڑتے ہیں اور فرشتے خدا کے حضور اس کی مدح وثناء کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں پروردگار اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے فرشتوں سے مباھات کرتا ہے۔"

نماز کی فضیلت اہمیت فوائد وثمرات پر قرآنی آیات شاہد ہیں صفات مومن میں نماز کو مرکزیت حاصل ہے فرمایا:

الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوۃ و مما رزقنٰھم ینفقون (القرآن ۲:۳)

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کریں۔

امت مسلمہ کو تاکید فرمائی گئی کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو۔

واستعینوا بالصبر والصلوۃ (القرآن ۲:۴۵)

اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

نمازوں کی حفاظت کا حکم یوں دیا گیا۔

"حافظوا علی الصلوٰت والصلوۃ الوسطیٰ" (القرآن ۲:۲۳۸)

نگہبانی کرو سب نمازوں اور درمیان کی نماز کی۔

نماز کا اجر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم (القرآن ۲:۲۷۷)

اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی انکا اجران کے رب کے پاس ہے۔

نماز کے اختتام پر بھی ذکر الٰہی کرو اور نماز وقت مقررہ پر فرض ہے۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعوداً و علی جنوبکم فاذا اطماننتم فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتٰباً موقوتا (القرآن ۴:۱۰۳)

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت مقرر پر فرض ہے۔

پنجگانہ نماز کا حکم مختصر الفاظ میں یوں دیا گیا:

واقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفاً من الیل (القرآن ۱۱:۱۱۴)

''اور نماز قائم رکھو! دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصہ میں''

دونوں کناروں سے مراد صبح اور شام یعنی زوال سے قبل صبح کا وقت اور زوال کے بعد شام تک کا وقت یہاں صبح سے فجر اور زوال سے بعد ظہر، عصر اور رات میں مغرب وعشاء ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ انبیاء نے اپنے اہل خانہ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ (القرآن ۱۹:۵۵)

اور (اسمٰعیل علیہ السلام) اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے۔
ناخلف لوگوں نے نماز کو ترک کر دیا۔

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ (القرآن ۱۹:۵۹)

ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوا دیں۔

نماز بے حیائی اور برائی سے بچاتی ہے۔

ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر (القرآن ۲۹:۴۵)

بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے

اصل کامیاب وکامران مومن نمازی ہی ہیں۔

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (القرآن ۲۳:۱،۲)

بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

الا المصلین الذین ھم علی صلاتھم دآئمون (القرآن ۷۰:۲۲،۲۳)

مگر نمازی جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔

خسارے اور بربادی میں وہ لوگ رہیں گے جو اپنی نمازوں کی حفاظت نہیں کرتے۔

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون. (القرآن ۱۰۷:۴تا۵)

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

نماز صرف رضا الٰہی کے لئے ادا کی جاتی ہے۔

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین (القرآن ۶:۱۶۲)

تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا ہے۔

مجرموں سے دوزخ میں جانے کی وجہ دریافت کی جائے گی تو وہ نماز نہ پڑھنا اس کا سبب بتائیں گے۔

قالو لم نک من المصلین (القرآن ۷۴:۴۳)

وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔

فلا صدق ولا صلی (القرآن ۷۵:۳۱) پس نہ سچ بولا نہ نماز پڑھی۔

قربانی کا نماز کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

فصلِ لربك وانحر (القرآن ۱۰۸:۲)

تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو

نماز مومن کی پہچان اور معراج ہے یہ ایسی عبادت ہے جو بدنی، قولی اور قلبی عبادات کا عمدہ وحسین امتزاج ہے نماز ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے اس کی فرضیت قرآن مجید احادیث مبارکہ سے ثابت ہونے کے علاوہ تمام مسلمانوں کا نماز کے فرض ہونے پر اجماع ہے۔

قرآنی آیات کے بعد اب اس کی فرضیت واہمیت پر چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

فرمایا: **صلوا کما رائیتمونی اصلی** (صحیح بخاری، الاذان، باب الاذان للمسافر حدیث ۶۳۱)

تم اس طرح نماز پڑھا کرو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو۔

نماز کی اہمیت کے پیش نظر ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ منبر پر قیام و رکوع کیا پھر نیچے اتر کر سجدہ کیا اور بعد میں ارشاد فرمایا:

انما صنعت ھذا لتاتموا بی و لتعلموا صلاتی (صحیح بخاری، الجمعہ باب الخطبہ علی منبر حدیث ۹۱۷)

میں نے یہ کام اس لئے کیا تاکہ تم نماز ادا کرنے میں میری اقتدا کر سکو اور میری نماز کی کیفیت معلوم کر سکو۔

فرمایا: **ان اول مایحاسب الناس یوم القیامة من اعمالھم الصلوٰة**

(ابوداؤد، الصلوٰۃ، باب قول النبی ﷺ کل صلوٰۃ لا یتمھا صاحبھا تتم من تطوعه، حدیث ۸۶۶)

بے شک قیامت کے دن لوگوں کے اعمال میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف احکامات دے کر بھیجا تو ارشاد فرمایا:

فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم خمس صلوٰت فی کل یوم ولیلة (صحیح بخاری الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ حدیث ۱۳۹۵)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی:

الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة كفارة لما بينهن مالم تغش الكبائر

(مسلم، الطہارۃ باب الصلوات الخمس والجمعة، حدیث ۲۳۳)

پانچ نمازیں ان گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جو ان نمازوں کے درمیان ہوئے ہوں اسی طرح ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا گیا ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے والدین کو وصیت فرمائی کہ بچوں کو سات برس کی عمر میں ہی نماز کا عادی بنانے کی کوشش کریں فرمایا:

مروا اولادكم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين و اضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين وفرقوا بينهم فى المضاجع" (ترمذی الصلوٰۃ باب ماجا یؤمر الصبی بالصلوٰۃ؟ حدیث ۴۰۷)

اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب ان کی عمر سات سال ہو جائے، جب ان کی عمر دس سال ہو جائے تو ترک نماز پر انہیں مارو اور ان کے بستر جدا کر دو۔

"فرمایا نماز دین کا ستون ہے۔" (ترمذی، الایمان، باب ماجا فی حرمۃ الصلوٰۃ حدیث ۲۶۲۱)

فرمایا "ایمان اور کفر کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔" (صحیح مسلم، الایمان، باب بین اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلوٰۃ حدیث ۸۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (ابن ماجہ، الوصایا، باب ھل اوصی رسول اللہ ﷺ حدیث: ۲۶۹۷)

فرمایا جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی

ہے۔“(ابوداؤد، الصلوۃ، باب فی مسح الحصی فی الصلوۃ حدیث ۹۴۵)

رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کی اہمیت یوں بیان فرمائی ہے۔”جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی پس وہ اللہ کے ذمہ میں ہے“۔

(صحیح مسلم، المساجد، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ حدیث ۶۵۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عصر کی نماز چھوڑ دی پس اس کے اعمال باطل ہو گئے۔

(صحیح بخاری مواقیت الصلوۃ باب اثم من فاتتہ العصر حدیث ۵۵۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں آپ ﷺ کا ارشاد ہے ”جو شخص نماز عشا با جماعت ادا کرے گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا پھر صبح کی نماز با جماعت پڑھے گویا تمام رات نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم، المساجد، باب فضل صلاۃ العشاء والصبح فی جماعۃ حدیث ۶۵۶)

نماز کی اہمیت کے پیش نظر جدید اور قدیم دور میں نماز کے موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں علاوہ ازیں کتب احادیث، کتب فقہ، اور درسی کتب جو کہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں ان میں نماز کی کتابیں اور ابواب الگ الگ مرتب کیے گئے ہیں۔مختلف زبانوں اور زمانوں میں کئی مستقل کتب نماز سے متعلق لکھی گئیں۔مثلاً امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الصلوٰۃ، امام ابونعیم الفضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الصلوٰۃ، محدث شام شیخ ناصر الدین البانی کی صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ، محمد امان اللہ ابو بکر محمد کریم اللہ کی الدلائل السنیہ فی اثبات الصلوٰۃ السنیہ مولانا محمد نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جواہر البیان فی اسرار الارکان، حضرت یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کی اہمیت، حضرت مولانا رکن دین کی رکن دین، حضرت مولانا محمد عمر اچھروی کی مقیاس الصلوٰۃ، مفتی محمد عبدالحفیظ قادری کی نماز رضوی، محدث لاہوری محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسائل

نماز، مولانا محمد زکریا کی فضائل نماز، مولانا سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز سعیدی، مفتی جمیل احمد نذیری کی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز۔ ابو یوسف محمد ولی درویش کی پیغمبر خدا ﷺ موئخ مولانا عبدالستار ہمدانی کی مومن کی نماز، مولانا خلیل احمد نوری کی آداب نماز، مولانا خلیل احمد برکاتی کی الصلوٰۃ، مفتی محمد خان قادری کی نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟ مولانا شاہ تراب الحق قادری کی نماز کی کتاب، مولانا عبدالحق ظفر چشتی کی میرے حضور اقدس علیہ ﷺ کی نماز، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کی نماز مترجم، مولانا محمد ادریس انصاری کی میری نماز، عالم فقری کی احکام نماز، فیض احمد ملتانی کی نماز مدلل، مولانا محمد الیاس کی نماز پیغمبر، مسعود احمد کی صلوٰۃ المسلمین، پروفیسر محمد اقبال کیلانی کی کتاب الصلوٰۃ، ابوالقاسم رفیق دلاوری کی عماد الدین، سید نذیر الحق کی نماز کی سب سے بڑی کتاب، صوفی عبدالحمید سواتی کی نماز مسنون کلاں، خواجہ محمد قاسم کی قد قامت الصلوٰۃ، مولانا عبدالروف کی القول المقبول فی تخریج صلوٰۃ الرسول، ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کی نماز نبوی، خالد گرجاکھی کی صلوٰۃ النبی، مولوی علی محمد حقانی کی نماز نبوی مدلل، ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی نماز کا فلسفہ معراج، مولانا قاری محمد طیب کی فلسفہ نماز، مولانا محمد نور المصطفیٰ کی حضور اقدس علیہ ﷺ کی نماز، اور نماز کا انسائیکلو پیڈیا جیسی بے شمار کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مسلمانوں کی اس اہم موضوع پر دینی ضرورت کو پورا کر رہی ہیں چونکہ موضوع اہمیت کے لحاظ سے اہم درجہ رکھتا ہے لہذا مستقبل میں بھی مختلف انداز میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جائے گا۔

یہ انتہائی مسرت اور خوشی کی بات ہے کہ محترم مولانا محمد الیاس چشتی صاحب، مہتمم مدرسہ انوار مدینہ ضیائے کرم محلہ رحیم پورہ الہٰ آباد وزیرآباد نے عوام وخواص کے لئے عام اردو فہم میں نماز کی کتاب ترتیب دی ہے اور اپنے شیخ طریقت، حضور ضیاء الامت مفکر اسلام حضرت پیر محمد کرم شاہ الازھری نور اللہ مرقدہ آستانہ عالیہ بھیرہ شریف کی تفسیر ضیاء القرآن اور سیرت کی کتاب ضیاء النبی کی مناسبت سے اس کتاب کا نام ''ضیاء الصلوٰۃ'' تجویز کیا ہے۔ راقم الحروف نے اس کتاب کو تفصیل سے ملاحظہ کیا اس کتاب میں نماز اور

اس سے متعلقہ تمام موضوعات پر مباحث کو شامل کیا گیا ہے مصنف نے بھرپور کوشش کی ہے کہ مسائل کو آسان انداز میں بیان کیا جائے تا کہ قاری کو مسائل سمجھنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کتاب کے حسن ترتیب کے حوالے سے راقم الحروف نے مصنف کو کئی ایک تجاویز پیش کی ہیں جس کو شامل کرنے سے کتاب کے ظاہری و باطنی حسن میں مزید نکھار پیدا ہو جائے گا۔

محترم مولانا محمد الیاس چشتی دام اقبالہ نے کئی ایک کتب ورسائل تحریر کیے ہیں اور الہ آباد میں عوام اہل سنت کی بھرپور رہنمائی کر رہے ہیں مسجد و مدرسہ تحریر و تقریر کے میدان میں سرگرم عمل ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل نبی اکرم ﷺ آپ کی عمر، علم اور کاوشوں میں برکت و ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

والسلام
محمد آصف ہزاروی
۲۸ فروری ۲۰۰۷ء

پیش لفظ

ایک مسلمان کے لئے جس طرح درستگی عقائد ضروری ہے۔اسی طرح اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔تمام عبادتوں میں جامع تر اور اطاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی اطاعت نماز ہے۔حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ نماز دین کا ستون ہے،جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔

☆ نماز کیف حضوری کا ذریعہ،حل مشکلات کا وسیلہ اور قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔

انسان کی تخلیق اس لئے کی گئی ہے وہ اللہ کے ساتھ روز **الست** کو کیے گئے وعدے کا ایفاء کرے اور خدا کے ساتھ عبدیت کا رشتہ استوار کرے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدونo(الذاریات:۵٦)

اور نہیں پیدا فرمایا جن وانس کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں

افسوس! صد افسوس! ہزار ہا افسوس!

کہ ہم عارضی انسانی رشتوں اور فانی اشیاء کی رنگینیوں میں اتنا کھو جاتے ہیں اور زندگی کی بھیڑ میں اتنا گم ہو جاتے ہیں کہ یاد خدا سے غافل ہو جاتے ہیں اور ہماری حالت اس بچے کی طرح ہو جاتی ہے جو میلے کی گہما گہمی ،رونق اور تماشوں میں اتنا محو ہو جائے کہ باپ کی انگلی چھوڑ دے پھر اسے اپنے گھر کا راستہ یاد نہ آئے اور وہ پریشان حال اور آشفتہ خاطر پھرے۔اطمینان قلب ہے تو وہ فقط یاد الٰہی میں ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

''خبردار! اللہ کی یاد سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے''(الرعد:۲۸)

جو آدمی خدا کو بھلا دے اور غفلت میں مبتلا ہو جائے تو اس کے متعلق ارشاد ہوا:

''جو میری یاد سے منہ پھیر لے اس کے نصیب میں آشفتہ حال زندگی ہی ہوتی ہے'' (طٰہٰ:۱۲۴)

اور ایسی زندگی کس کام کی؟

زندگی دل کا سکون چاہتی ہے
رونق شہرِ سبا کیا دیکھیں

دل کا سکون و اطمینان اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس میں صرف اور صرف خدا کی یاد ہو۔

یاد رکھو! دل ایک شاہی محل ہے جس میں صرف شہنشاہ حقیقی ہی حکومت کر سکتا ہے۔ دل کوئی بٹھیار خانہ تو نہیں کہ جسے چاہو ٹھہرا لو اور اگر ٹھہراؤ گے تو ظالم و گستاخ تصور کیے جاؤ گے۔ بندہ ہونے کی حیثیت سے ہماری سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم غفلت سے بچیں اللہ کو یاد رکھیں۔ اسے یاد کریں اور سب کچھ بھول جائیں مگر اللہ کو نہ بھولیں۔

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

بندے نیں تینوں رب نہ بھلے، دعا فقیراں ایہا
رب نہ بھلے ہور سب کجھ بھلے، رب نہ بھلن جیہا

فرمایا: (میری پیاری جان فقیروں کی دعا ہے کہ تجھے رب نہ بھولے اور سب کچھ بھول جائے کوئی پرواہ نہیں لیکن خدا نہ بھولے کیونکہ خدا بھولنے کی چیز نہیں)

حضرت خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ نے غفلت سے بچنے کی تلقین اس طرح فرمائی ہے:

خاموش فرید! اسرار کنوں
چپ بے ہودہ گفتار کنوں
پر غافل تھی نہ یار کنوں
ایہو لاریبی فرمان آیا

فرماتے ہیں:

(فرید بھید کی باتیں بیان کرنے سے باز رہ اور بے ہودہ گفتار سے پرہیز کر لیکن دوست (خدا) کی یاد سے غافل نہ رہ بے شک اسی بات کا حکم دیا گیا ہے)

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے وردِ زبان اکثر یہ شعر رہتا۔

کسے کہ غافل از حق یک زماں است ؎
دراں دم کافر است اما نہاں است

(جو شخص ایک لمحہ کے لئے بھی یاد خدا سے غافل ہو جاتا ہے وہ اس وقت کفر کا ارتکاب کر رہا ہوتا ہے اگرچہ یہ کفر بظاہر نظر نہیں آتا)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ سمجھایا ہو

(ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جو سانس بھی غفلت میں گذرے وہ حالت کفر (نافرمانی) میں گزرتی ہے)

گویا کہ نماز غفلت کی بیماری کا ایک شافی، مجرب اور تیر بہدف علاج ہے۔ روزانہ آٹھ پہروں میں وقفے وقفے سے پانچ بار خدا کا بلاوا آتا ہے۔ یاددہانی ہوتی ہے کہ دنیا کی گہما گہمی میں اپنے خالق و مالک کو بھول نہ جاؤ۔ غفلت میں نہ پڑ جاؤ۔ اپنے اصلی اور دائمی گھر کو فراموش نہ کر دو۔ عارضی اور وقتی پڑاؤ کو منزل نہ سمجھ بیٹھو۔ نماز تو گویا ایک کھڑکی ہے جو دنیا کی تنگ و تاریک کوٹھڑی سے خدا تعالیٰ کے وسیع، روشن اور پر رونق صحن میں کھلتی ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

دوزخ است آں خانہ کہ بے روزن است
اصلِ دین اے بندہ روزن کردن است

(ایسا گھر جس میں ایک بھی کھڑکی نہ ہو دوزخ ہی تو ہے۔ دین کی اصلیت اور حقیقت تو صرف اتنی ہے کہ حیات مستعار کے عالم تنگ و تاریک سے حیات اُخروی کے وسیع ترجہاں کی جانب ایک کھڑکی کھول دی جائے)

تو گویا کہ دین اسلام سے وابستگی کی بنیاد پر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ضروری دینی مسائل کا علم حاصل کرے۔ بالخصوص عبادات اور معاملات سے متعلق حسب ضرورت شرعی احکام سے آگاہی ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

عبادات میں سے نماز ایک اہم عبادت ہے اور جس قدر واسطہ نماز سے پڑتا ہے اسقدر دوسری عبادات سے نہیں پڑتا۔ اس لئے نماز اور اس کے مسائل کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

نماز کے متعلق احکام سے کتب فقہ بھری پڑی ہیں اور ان سے استفادہ کرنے والا جامع معلومات کا حامل ہوسکتا ہے لیکن تبلیغ دین کا تقاضا یہ ہے کہ وقت اور حالات کے پیش نظر ان مسائل کو سادہ اور عام فہم انداز سے پیش کیا جائے۔

''ضیاء الصلوٰۃ'' نماز کے موضوع پر ایک ایسی ہی جامع کاوش ہے۔ جس میں نماز پنجگانہ نماز اور دیگر نمازوں کے احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں تاکہ اُمت مسلمہ کے لئے نفع رساں ہوں۔ امید ہے اسے پڑھ کر حضور اقدس ﷺ کی اُمت ضرور استفادہ کرے گی اور اسے پڑھنے کے بعد راقم الحروف کے بارے میں ضرور دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ اسے میرے اور میرے والدین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

اگر کسی قسم کی غلطی پائیں تو ضرور اصلاح فرمائیں۔ آپ کی تجاویز اور آراء کا خیر مقدم کیا جائے گا تاکہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جاسکے۔

میں اپنے ان تمام دوست احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کی ترتیب و تدوین اور اشاعت میں میری معاونت فرمائی۔ بالخصوص استاذ العلماء مولانا ملک محمد

بوستان صاحب بھیرہ شریف، جناب ڈاکٹر محمد نعیم اختر بٹ صاحب، عزیزم طارق محمود چشتی صاحب، حضرت علامہ مولانا غلام احمد قبولوی صاحب، فخر القراء جناب قاری سعید احمد ارشد صاحب شجاع آبادی، مولانا حضرت علامہ شوکت علی چشتی صاحب سرگودھا، علامہ عابد رحمٰن ضیاء صاحب بوکن شریف، حضرت علامہ غلام مصطفےٰ القادری صاحب لاہور، قاری محمد افضل چشتی صاحب، حافظ محمد عمران نقشبندی کیلانی صاحب، احسان الحق صدیقی صاحب۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دوستوں کی شفقتوں کے بدلے انہیں دارین کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین

گدائے کوچہ مرشد

محمد الیاس چشتی ناظم اعلیٰ

انجمن غلامان چشتیہ پاکستان

محلہ رحیم پورہ، الہ آباد تحصیل وزیرآباد

نماز کی فرضیت و اہمیت

نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔اسلام کے نظام عبادات میں اسکی اہمیت وحیثیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم میں کم وبیش سات سو مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے جن میں سے اسی (80) مقامات پر صریح حکم وارد ہوا ہے۔

واقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین o (الروم: ۳۱)

اور نماز قائم رکھو اور تم مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

اسلام کے ارکان خمسہ (پانچ) میں شہادت توحید ورسالت کے بعد جس فریضے کی بجا آوری کا حکم قرآن وسنت میں تاکید کے ساتھ آیا ہے وہ نماز ہی ہے۔حضور تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں،نماز قائم کرنا،زکوۃ ادا کرنا،حج بیت اللہ کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔(صحیح بخاری ۱۱۱/۱،مشکوۃ ۱۶/۱)

صلوٰۃ کے لغوی معانی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

صلوٰۃ عبادت مخصوصہ (نماز) کا نام ہے۔اس کی اصل دعا ہے اور چونکہ اس عبادت کا ایک جزء دعا ہے،اس لئے کل کو جز کا نام دے دیا گیا ہے۔

عبادت کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں۔(المفردات)

لفظ صلوٰۃ صلی سے نکلا ہے۔اس کے لغوی معانی آگ جلانا اور آگ میں داخل

ہونے کے ہیں۔اس کے علاوہ صلوٰۃ کے معانی دعا کرنا، کسی چیز کی طرف بڑھنا، قریب ہونا، استغفار کرنا، بزرگی بیان کرنا اور برکت کے بھی ہیں۔

یاد رہے کہ نماز فارسی زبان کا لفظ ہے جو ہماری زبان میں بھی معروف ہے۔اس کے معنی عجز و نیاز، دعا، خدمت گاری اور عبادت کے ہیں۔لفظ صلوٰۃ عربی لغت میں کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن محاورہ عرب کی رو سے وہ معنی جو اصطلاح سے قریب تر ہے وہ ذکر وانقیاد اور دعا و عبادت کا ہے۔

اس اعتبار سے ذات باری تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے بے پایاں جود و کرم اور فضل ورحمت کے لئے کمال خشوع وخضوع کے ساتھ سراپا طلب والتجا بنے رہنے اور اس کا حق بندگی بجالانے کو صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صلوٰۃ کا شرعی معنیٰ

شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ خاص طریقہ عبادت ہے جس میں پابندی کے ساتھ جملہ شرائط کا خیال رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور قیام، رکوع، سجود اور قعود کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اقرار کیا جاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی جاتی ہے۔

اس طریقہ نماز میں لفظ صلوٰۃ کے سارے معنی پورے ہو جاتے ہیں کہ ایک مومن پورے انہماک سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔اس ذات کی طرف بڑھتا ہے جو اس کا خالق و مالک ہے۔اس سے دعائیں کرتا ہے۔اس کی قربتوں کو حاصل کرتا ہے۔اس سے استغفار کرتا ہے۔اس کی بزرگی اور پاکی بیان کرتا ہے۔اس طرح نمازی کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور جل کے راکھ ہو جاتے ہیں۔

یہی نماز اسے خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے انعامات کا حق دار بنا کر معراج انسانیت تک پہنچا دیتی ہے۔

نماز کا شرعی حکم

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پنجگانہ نماز ایسا فرض محکم ہے کہ اسے چھوڑ دینے کی گنجائش نہیں اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ اور جو شخص جان بوجھ کر نماز کو ترک کرتا ہے۔ مگر اس کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا وہ فاسق ہے۔ اسلامی حکومت اسے قتل کا حکم تو نہیں دے گی مگر اس کو قید ضرور کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کر کے نماز ادا کرنا شروع کر دے۔

(الدر المختار علی رد المختار ۱/۲۳)

بتدریج نمازوں کی فرضیت

علامہ حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بعثت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں فرماتے تھے، بلکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف (یا اجتہاد) کے مطابق ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل فرماتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، الدر المختار علی رد المختار: ۱/۳۳۹: تبیان القرآن ۱/۲۷۸)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی۔ لوگوں سے تخلیہ، اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ، غور و فکر اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت غار حرا میں صرف تفکر تھی۔ (الدر المختار علی رد المختار ۱/۲۳۹، تبیان القرآن: ۱/۲۷۸)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: امام ابو نعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور وضو کی تعلیم دی۔ حضرت جبرائیل وضو کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ انہیں وضو کرتے دیکھتے رہے پھر آپ ﷺ نے اسی طرح وضو فرمایا، پھر جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الروض الانف ۱/۱۶۳)

اسی طرح پہلی وحی کے ساتھ نماز کی ابتداء ہوگئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید (حد بندی) نہیں تھی۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

یایها المزمل ○ قم الیل الا قلیلا ○ نصفه او انقص منه قلیلا ○ او زد علیه ورتل القرآن ترتیلا ○ (المزمل: ۱ تا ۴)

(اے چادر لپیٹنے والے ﷺ رات کو (نماز کے لیے) قیام فرمایا کیجئے۔ مگر تھوڑا یعنی نصف رات یا کم کر لیا کریں اس سے بھی تھوڑا سا بڑھا دیا کریں اور (حسب معمول) ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے قرآن کریم کو۔)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر مذکورہ آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے کچھ حصہ کا قیام فرض ہو گیا۔

علم ان لن تحصوه فتاب علیکم فاقرء وا ما تیسر من القرآن ط (المزمل: ۲۰)

(وہ (یہ بھی) جانتا ہے کہ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی پس تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا تم آسانی سے پڑھ سکتے ہو)

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بعض نے تو اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ تم صحیح طور پر اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے اس وقت کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا جس سے بالیقین وقت کا پتہ چل جائے کہ ٹھیک آدھی رات گزر گئی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں نرمی فرمادی۔اور بعض نے "لن تحصوہ" کا معنی "لن تطیقوا قیامہ" کیا ہے کہ تم ہمیشہ اتنی دیر قیام کی طاقت نہیں رکھتے تم اس حکم کو نباہ نہ سکو گے۔میرے نزدیک یہی معنی اس مقام پہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ یہاں بیماری،سفر وغیرہ اوران عوارض کا ذکر ہوا جن کے باعث نصف رات تک جاگنا از حد مشکل ہوجاتا ہے اور یہ ایسے عوارض ہیں جن سے ہر شخص کو کم وبیش واسطہ پڑتا رہتا ہے۔اگر نصف رات جاگنا فرض ہوتا اوران وجوہات کی بناء پر لوگ ایسا نہ کر سکتے تو وہ نافرمان اور گناہ گار ہوتے،اس لئے اللہ تعالیٰ نے تم پر آسانی اور تخفیف کردی ہے اب جتنا آسانی سے جاگ سکتے ہو اور آسانی سے تلاوت کر سکتے ہو اتنا ہی کافی ہے۔(ضیاء القرآن:۵/۴۰۹)

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے اس حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔(فتح الباری ۱/۴۶۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ،لاہور)

علامہ حربی نے لکھا ہے:

"پہلے دو نمازیں فرض تھیں:دو رکعت صبح (طلوع آفتاب سے قبل) اور دو رکعت شام (غروب آفتاب سے قبل) فرض تھیں۔(تبیان القرآن:۹/۲۷۱)

ارشاد ربانی ہے۔

وسبح بالعشی والابکار (اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے شام کے وقت اور صبح کے وقت)۔

(المومن:۵۵)

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل ہوئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے نماز دو، دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی۔ ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الانف: ۱۶۳۔۱/۱۶۲)

پس معلوم ہوا کہ اسلام میں سب سے پہلی عبادت نماز ہے۔ یہ صرف نماز کی خصوصیت ہے کہ وہ امیر و غریب، بوڑھے و جوان، مرد و زن اور صحت مند و بیمار یعنی ہر ایک عاقل و بالغ پر یکساں فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی۔ اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر پڑھو۔ اگر قیام نہیں کر سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو۔ حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے نہیں اتر سکتے تو سواری پر پڑھو۔ بہر حال نماز کسی حالت میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (تبیان القرآن: ۱/۲۷۹)

نماز ہر نبی علیہ السلام کی شریعت کا لازمی حصہ رہی ہے

ارکان اسلام میں یہ خصوصیت و امتیاز صرف نماز ہی کو حاصل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام کے ادوار میں ہر امت اور ہر ملت پر یکساں طور پر فرض رہی ہے اور سلسلہ انبیا کا کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں گزرا جس کی شریعت میں نماز کو قطعیت کے ساتھ فرضیت کا درجہ حاصل نہ رہا ہو۔ چنانچہ ترک نماز یا نماز کے عدم وجوب کا کوئی تصور کسی بھی سابقہ شریعت میں موجود نہیں۔ نماز زمانی و مکانی اعتبار سے نظام العبادت کا لازم حصہ رہی ہے۔ چنانچہ ہر برگزیدہ نبی علیہ السلام اعلیٰ مقامات پر فائز ہونے اور قرب و وصال کی نعمتوں سے سرفراز ہونے کے باوجود بارگاہ خداوندی میں نماز کے ثمرات اور فیوضات سے حصہ وافر حاصل کرنے کا متمنی اور خواہاں نظر آتا ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام

رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء (ابراہیم:۴۰)

(میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔اے ہمارے رب! اور (میری یہ) دعا قبول فرما)

حضرت شعیب علیہ السلام

قرآن کریم نے حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم کی مخاصمت وعناد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

قالوا یشعیب اصلوتك تامرك ان نترك مایعبد اباؤنا (ھود:۸۷)

(قوم نے) کہا اے شعیب علیہ السلام! کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے)

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت

یبنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی ما اصابك (لقمان۔۱۷)

(اے میرے بیٹے نماز قائم کرو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکتے رہو اور جو مصیبت آئے اس پر صبر کرو۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام

اقم الصلوۃ لذکری (طہ:۱۴)

(اور میری یاد میں نماز ادا کیا کرو۔)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سیّد المرسلین ﷺ تک ہر شریعت میں مختلف صورتوں میں نماز فرض رہی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام پر صبح کی نماز۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر ظہر کی نماز حضرت سلیمان علیہ السلام پر عصر کی نماز، حضرت یعقوب علیہ السلام پر مغرب کی نماز اور حضرت یونس علیہ السلام پر عشاء کی نماز فرض تھی۔ حضور اقدس ﷺ پر ابتداء میں فجر اور مغرب، صرف دو وقت کی نمازیں فرض تھیں، واقعہ معراج کے موقع پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

نماز کی فضیلت

کلمہ شہادت کے اقرار و اعتراف کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن نماز ہے۔ دین میں ایمان کے بعد جو مقام نماز کا ہے، وہ کسی بھی دوسرے عمل کا نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"نماز کی حیثیت دین اسلام میں ایسی ہے جیسے سر کی حیثیت جسم میں ہے"۔(طبرانی)

نماز جامع العبادات ہے

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع ہے۔ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے، قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے، دوران نماز کھانے پینے کو ترک کرنا اور نفسیاتی خواہشات سے باز رہنا ہے، اور ان امور میں زکوۃ، حج، اور روزہ کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت ہے اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور اس کی تعظیم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے۔ آخر میں سلام کے ذریعے مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے دعا ہے۔ اخلاص ہے، خوف خدا ہے، تمام برے کاموں سے بچنا ہے۔ شیطان سے، نفس کی خواہشات سے اور اپنے بدن سے جہاد ہے۔ اعتکاف ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف اور استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ مراقبہ ہے۔ مجاہدہ ہے۔ مشاہدہ ہے اور مومن کی معراج ہے۔

محبوب ترین عمل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

کی کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کونسا عمل پسند ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ (مشکوٰۃ ۱/۱۲۶)

نماز حضور اقدس ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

جب نماز کا وقت آتا تو آپ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرماتے:

''**ارحنی یا بلال**'' اے بلال رضی اللہ عنہ نماز کا انتظام کر کے ہمارے دل کی راحت کا انتظام کرو۔ حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں'' آپ ﷺ نماز کی طرف فوراً متوجہ ہو جاتے تھے'' (مسند احمد۔ ابوداؤد)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلے انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

شوق دل سے جو بشر کرتے ہیں اس کا اہتمام
ان کو ہر مصیبت سے بچاتی ہے نماز

برائیوں سے رکنے کا نسخہ عظیم

آج دنیا کا انسان گناہوں سے بچنے کا نسخہ تلاش کرنے میں مصروف ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو تیر بہدف نسخہ تجویز کیا اس پر عمل کرے تو نہ صرف اس سے بلکہ معاشرے سے بھی برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

واقم الصلوٰۃ ط ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ط ولذکر اللہ اکبر ط (العنکبوت: ۴۵) (اور نماز قائم کرو بے شک نماز بے حیائی اور بری بات سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے)

ایک دن حضور اقدس ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہ جائے گی۔ انہوں نے عرض کی اس پر کچھ میل باقی نہ رہے گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے) (صحیح بخاری: ۱/۲۹۳)

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ تک، ایک ماہ رمضان سے دوسرا ماہ رمضان تک، اگر کبیرہ گناہوں سے بچا جائے تو یہ تمام اپنے درمیانی اوقات میں سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں جبکہ گناہ کبیرہ سے بچا جائے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۱/۱۲۵)

انسان بلاشبہ خطا کا پتلا ہے، نفسانی خواہشات کے زیر اثر نہ جانے وہ شب و روز میں کتنی چھوٹی بڑی برائیوں اور صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے امتیوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ اگر وہ کبائر سے بچے رہیں تو دن میں ادا کردہ پنجگانہ نمازیں انہیں صغیرہ گناہوں کی آلودگی سے پاک و صاف رکھیں گی۔

نماز کا برائی سے روکنے کا پرتاثیر واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک حسین و جمیل عورت کا قصہ ہے کہ وہ مسجد میں باپردہ ہو کر باجماعت نماز پڑھنے کے لئے جایا کرتی تھی، ایک نوجوان اس عورت پر فریفتہ ہو گیا اس نوجوان نے اس عورت سے ہمت کر کے ملاقات کی دیرینہ خواہش ظاہر کر دی۔ عورت نے کہا میں تیری بات مان جاؤں گی لیکن تجھے میری ایک شرط ماننا پڑے گی اور وہ شرط یہ ہے کہ تجھے چالیس دن تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پنجگانہ نماز باجماعت پڑھنا ہوگی۔ نوجوان خوش ہو گیا اس نے کہا یہ تو کوئی مشکل کام نہیں۔ جتنی دیر تو

کہے گی میں نماز پڑھتا رہوں گا۔ چنانچہ ہر روز باقاعدگی سے اس نے باجماعت نماز مسجد نبوی شریف میں ادا کرنا شروع کر دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسجد پہنچنے سے پہلے یہ نوجوان پہنچ جاتا اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر عورت کے مکان کی گلی میں سے گزر کر اپنے گھر پہنچ جاتا۔ ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ اس کے گزرنے میں کمی شروع ہوگئی۔ دو تین ہفتوں میں اس نے اس راہ کو ہی ترک کر دیا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہو اور قرآن کلام ربانی ہو اور پھر نماز میں قیام ہو، سبحان اللہ! دلوں میں کیوں تاثیر نہ ہو اور خدا کا خوف کیونکر پیدا نہ ہو۔ بالآخر چالیس دن گزرے تو اس عورت نے پیغام بھیجا کہ اب آ کر مجھے دل کی بات بتاؤ۔ تو اس نوجوان نے جواب دیا اب دل صاف ہو چکا ہے اب طبیعت نہیں مانتی کہ خدا سے بھی محبت ہو اور غیروں سے بھی محبت کروں۔ اس نیک عورت نے سارا واقعہ خاوند کو سنایا اور اس کے خاوند نے سارا واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سنایا تو آپ نے جواب دیا ''اللہ کا فرمان سچ ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے'' (تفسیر درمنثور)

اقامت صلوۃ

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں:

قرآن حکیم میں یہ حکم کہیں نہیں کہ نماز پڑھا کرو بلکہ جب بھی فرمایا تو یہی کہ نماز قائم کرو اور **اقامة الشئی توفية حقه** (راغب اصفہانی) نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو حقوق ظاہری اور باطنی کے ساتھ ادا کرو۔ (ضیاء القرآن: ۱/۳۱)

نماز کے ظاہری حقوق

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ارکان بجالائے جائیں۔

نماز کے باطنی حقوق

انسان خشوع وخضوع میں ڈوبا ہوا ہو اور احسان کی کیفیت طاری ہو یعنی محسوس کر رہا ہو کہ "کانك تراہ" گویا تو اپنے معبود کو دیکھ رہا ہے ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ "فانه یراك" کہ تیرا رب تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس ذوق وشوق سے ادا کی ہوئی نماز ہی وہ نماز ہے جسے دین کا شوق اور مومن کی معراج فرمایا گیا ہے۔ ورنہ

؎ میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

قرآن حکیم میں جو اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے، وہ بے شمار حکمتوں کا حامل ہونے کی بناء پر متعدد مفاہیم پر دلالت کرتا ہے۔

اوّلاً:

اقامت صلوٰۃ کے حکم میں ہمیشگی اور دوام کا پہلو مضمر ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ نماز اس طرح ادا کی جائے کہ اس کے ترک کرنے کا تصور بھی نہ رہے۔ قرآن اسے محافظت علی الصلوٰۃ سے تعبیر کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا لِلّٰہ قانتین° (البقرہ:۲۳۸) (پابندی کرو سب نمازوں کی اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور کھڑے رہا کرو اللہ کے لئے عاجزی کرتے ہوئے۔)

نماز کی مداومت اور محافظت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ نماز پوری زندگی کا مستقل وظیفہ اور شعار بن جائے۔ جس طرح شبانہ روز مصروفیات میں آرام نہ کرنے اور کھانا نہ کھانے کا تصور بھی محال ہے اسی طرح ترک نماز کا تصور بھی خارج از مکان

ہو جائے۔ گویا نماز کی محافظت کا عالم یہ ہو کہ زندگی کے نازک ترین لمحات میں خطرہ جان کے پیش نظر بھی فریضہ نماز نہ چھوٹنے پائے اور دل و دماغ پر نماز کا احساس یوں غالب اور جاگزیں ہو جائے کہ ترک نماز میں گزرنے والا ہر لمحہ حالت کفر میں متصور ہو۔

ثانیاً:

اقامت صلوٰۃ کے حکم کا معنی یہ ہے کہ نماز کو تمام تر ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ یعنی محض اسے رسماً نہیں بلکہ اس کے تقاضوں کو لفظاً اور معناً ملحوظ رکھتے ہوئے بطریق احسن بجالایا جائے تاکہ اس کی روح ہر حال میں اس کے اندر جاری وساری رہے۔ باطنی آداب کے بغیر نماز کا فرضیت کی حد تک تو ادا ہو جانا ممکن ہے، لیکن اس سے مطلوبہ اثرات انسانی زندگی پر مرتب نہیں ہوتے۔

ثالثاً:

نماز قائم کرنے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ پورے اسلامی معاشرے میں نظام صلوٰۃ برپا کیا جائے اور اس کے ہر شعبے کو ایسے ہمہ گیر انقلاب سے آشنا کیا جائے کہ معاشرے کی ہمہ جہت ترقی، اصلاح احوال اور فلاح دارین کے امکانات پیدا ہوتے رہیں۔

برکات نماز

انسان کی نماز سے جب اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے تو مندرجہ ذیل عنایات سے نوازتا ہے اور یہ اللہ کی نوازشات نماز ہی کی بدولت حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ کی نگاہ میں بندہ کا معزز ہونا

انسان جب ہر روز اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کا ذکر فرشتوں میں کرتا ہے کہ یہ میرا بندہ کتنا معزز ہے اور میری حمد و ثناء کرتا ہے اور جس بندے کو اللہ یاد کرے کیا اس کی سعادت کچھ کم ہے؟ ارشاد ربانی ہے۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولاتکفرون. (البقرہ:۱۵۲) (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔)

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے پتہ چل جاتا ہے جب میرا خدا مجھے یاد کرتا ہے۔ لوگ یہ سن کر گھبرا گئے۔ انہوں نے پوچھا آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ مجھے یاد کرتا ہے اور بندے کی اس سے بڑی خوش قسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا خدا اسے یاد کرے؟

بندوں کی نگاہ میں معزز ہونا:

نمازی سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے کیونکہ نمازی دنیا کی ہر چیز کو ترک کر کے اللہ ہی سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں اس کی محبت اور تعظیم کا احساس ڈال دیتا ہے۔ جس سے نمازی کی لوگ بے پناہ عزت کرتے ہیں۔

صبر اور توکل کا پیدا ہونا:

نماز اللہ سبحانہ کی رضا کا درس دیتی ہے، جس سے انسان اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے معاملات اور امور کی تدبیر فرماتا ہے۔ نماز میں صبر اور توکل کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں اور اس کے رزق کی کفالت اللہ کے ذمے ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے خالص نمازیوں کو رزق کے حصول سے بے فکر اور آزاد فرما دیتا ہے اور ہر حال میں آسانی سے رزق مہیا فرماتا ہے۔

نمازی کا باہمت اور غنی ہونا:

چونکہ نمازی کی توجہ کا مرکز صرف ذات الٰہی ہوتی ہے جس سے وہ دنیا کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ اسے ہمت عطا کرتا ہے کہ وہ دنیا کے کھیل تماشوں اور خرافات کا مقابلہ کرتا ہے اور ان کے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ اور نمازی کا دل سخی اور فراخ ہو جاتا ہے جس سے دنیاوی اشیاء کے ملنے اور کھو جانے پر اس کے دل پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے کیونکہ اس کی نگاہ میں کائنات نہیں بلکہ مالک کائنات ہوتا ہے۔ نماز کی بدولت اس میں مصائب کو برداشت کرنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ لوگوں کی عیاریوں اور دھوکوں سے بالکل نہیں گھبراتا۔ اس کے رعب اور دبدبے کی ہیبت اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیتا ہے۔

مستجاب الدعوات ہونا:

- نمازی کی دعا بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوتی ہے، وہ اللہ سے جو مانگنا چاہے مانگ لیتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو کثرت ذکر کے باعث سوال کرنے کی فرصت نہ ملے اسے اللہ تعالیٰ بن مانگے وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے جو مانگنے والوں کی مانگی ہوئی نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہوتی ہیں۔

شیطانی حربوں سے محفوظ رہنا:

شیطان سے اللہ کی پناہ مانگنے کا تصور ہمیں نماز سے ملتا ہے کیونکہ ہر نماز میں ہم پڑھتے ہیں اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود کے شر سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا الٰہی! مجھے ایک نماز سے دوسری نماز تک شیطان کی شرارتوں سے محفوظ فرما جو لوگ بڑے عجز و انکسار سے نماز ادا کرتے ہیں، انہوں نے محسوس کیا ہوگا کہ وہ نماز کی وجہ سے لاتعداد برائیوں سے بچ جاتے ہیں۔ نماز پڑھنے سے انسان میں استقامت پیدا ہوتی ہیں اور اس استقامت کی بنا پر انسان شیطان کے حملوں کی صورت میں اپنی ایمانی قوت سے اس کا مقابلہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو فتنہ، فساد اور گناہوں سے محفوظ کر لیتا ہے اور یہ سب فوائد نماز ہی کی بدولت انسان کو میسر آتے ہیں۔

نماز اور حصول بخشش و مغفرت:

نماز حصول مغفرت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اسلام میں ثواب اور گناہ کا تصور پایا جاتا ہے۔ نیک اور صالح اعمال پر اجر کو ثواب اور برائی کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نماز پڑھنے سے خیالات پر قدرتی اثر پڑھتا ہے اور انسان کی توجہ برائیوں سے ہٹ کر نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ جوں جوں انسان نمازی بنتا ہے۔ برائی خود بخود اللہ کی رحمت سے دور ہوتی جاتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

پانچوں نمازیں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جو ان کے درمیان کئے ہوں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا ہو۔ (صحیح مسلم)

نماز اور عذاب سے نجات:

انسان جب اس دار فانی سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی روح اس عالم سے منتقل ہو کر عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے۔ عالم برزخ کا عرصہ قیامت تک ہے اور اس عرصہ کو قبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خواہ مردے کو دفن کیا جائے یا کسی اور طریقے سے مٹی کے حوالے کیا جائے۔ عالم برزخ میں نیک لوگوں کے لیے راحت اور گناہگاروں کو عذاب دیا جائے گا۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا جس نے سورج کے طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھی یعنی فجر اور عصر کی نماز (صحیح مسلم)

عذاب الٰہی ایک سزا ہے جو اللہ کی نافرمانی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ یہ عذاب معینہ اور غیر معینہ مدت کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ نماز نہ پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ مگر نمازیوں کو نماز ہر قسم کے عذاب سے بچاتی ہے۔

نماز اور حصول جنت:

جنت مقام خیر ہے اور جلوہ گاہ رب جلیل ہے۔ یہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ یہ ساتویں آسمان کے بعد ہے یہ اتنی بڑی ہے کہ انسانی عقل سے بالا ہے بلکہ لامحدود ہے۔ یہ ایسا مقام ہے جو ایمان والوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار مواقع پر فرمایا ہے کہ جو لوگ نماز قائم کریں گے ان کو جنت عطا فرمائی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والذین هم علی صلوٰتهم یحافظون ۝ اولئك فی جنّٰت مکرمون

(اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ مکرم (و محترم) ہوں گے جنتوں میں۔)

(المعارج: ۳۴۔۳۵)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والذین ھم علی صلوٰتھم یحافظون ٥ اولٰئك ھم الوارثون ٥ الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خلدون ٥

(المومنون ۹-۱۰-۱۱)

(اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں جو وارث بنیں گے فردوس (بریں) کے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔)

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں ہے کوئی مسلمان جو وضو کرے پس اچھا وضو کرے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ متوجہ ہوان دونوں پر اپنے دل کے ساتھ اور اپنے چہرے کے ساتھ مگر اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

نمازی کے لئے جنت کے دروازوں کا کھلنا اور حجابات کا اٹھنا

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت کے آٹھ دروازے ہیں جب کوئی بندہ نماز میں داخل ہوتا ہے اور پورے تقاضوں سے ادا کرتا ہے تو اس پر یہ آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہوتا ہے اس کو اٹھا دیا جاتا ہے اور حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک کہ نمازی ناک صاف نہ کرے۔ (طبرانی)

احادیث میں اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

نماز میں داخل ہوتے ہی بندہ جب کلمات ثنا پڑھتا ہے تو اس پر پہلا دروازہ باب معرفت کھول دیا جاتا ہے جس سے اسے معرفت الٰہی کا خزانہ عطا کر دیا جاتا ہے۔

جب بندہ زبان سے تسمیہ کے کلمات ادا کرتا ہے تو جنت کا دوسرا دروازہ باب الذکر کھول دیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ ذکر الٰہی کی نعمتوں کا حقدار بن جاتا ہے۔

بندہ جب "الحمدللہ رب العالمین" کے کلمات پر پہنچتا ہے تو اس کا دل احساس تشکر و امتنان سے مغلوب ہو جاتا ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ ذات بے ہمتا ہی تمام تعریفوں کی سزاوار ہے تو اس بندے پر باب الشکر کھول دیا جاتا ہے۔ یہ تیسرا دروازہ ہے۔

بندہ جب "الرحمن الرحیم" کے کلمات زبان پر لاتا ہے تو باری تعالٰی فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرا بندہ میری بے پایاں رحمتوں کا ذکر کر رہا ہے اس لئے اس پر چوتھا دروازہ باب الرجاء کھول دیا جائے۔

جب بندہ قلب و روح کی گہرائیوں میں ڈوب کر "مالك یوم الدین" کے کلمات زبان سے ادا کرتا ہے تو گویا وہ خود کو ایک ملزم کی طرح سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں پیش کرتا ہے۔ خوف خدا سے لرزہ براندام ہو کر جب وہ احساس جرم سے مغلوب ہو جاتا ہے تو پروردگار فرشتوں کو ندا دیتا ہے کہ میرے اس بندے پر جنت کا پانچواں دروازہ باب الخوف کھول دیا جائے تاکہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ میری رحمتوں سے نوازا جائے۔

"ایاك نعبدُ وایاك نستعین" کہہ کر جب بندہ خدا کی بندگی کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ اللہ تعالٰی سے استعانت کا طلب گار ہوتا ہے تو اس پر جنت کا چھٹا دروازہ باب الاخلاص کھول دیا جاتا ہے جس سے اسے خالق حقیقی کی معرفت میں اخلاص نصیب ہو جاتا ہے۔

جب بندہ "اھدنا الصراط المستقیم" پر پہنچ کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سیدھی راہ پر چلنے کی ھدایت کا خواستگار ہوتا ہے تو فرشتوں کو جنت کا ساتواں دروازہ باب الدعاء کے کھول دینے کا حکم دیا جاتا ہے۔

آخر میں بندہ "ولاالضالین" تک پہنچتا ہے اور منعم حقیقی سے اس کے انعام

یافتہ بندوں کے زمرے میں شریک ہونے کا طلبگار ہوتا ہے اور ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتا ہے جو ضلالت وگمراہی کی وجہ سے اس کے غیظ وغضب کا نشانہ بنے تو فرشتوں کو جنت کے آخری دروازہ باب الاقتداء کو کھولنے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس طرح اس کی نماز معراج کے درجے پر پہنچ جاتی ہے۔

نماز کی بدولت بندہ وخالق کے درمیان حجابات کیسے اٹھا دیئے جاتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب بندہ کمال یکسوئی' محویت واستغراق سے نماز ادا کرتا ہے تو وہ خدا کی یاد میں اتنا مگن ہوتا ہے کہ اسے دنیا وماسوا کی ہر چیز بھول جاتی ہے۔ باری تعالیٰ بندے پر ناز کرنے لگتا ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے اور اس کے درمیان تمام حجابات اٹھا دیئے جائیں تاکہ وہ بندہ جس نے میری نماز کا حق ادا کر دیا ہے میری نعمتوں سے بہرہ ور ہو جائے۔ اس کے برعکس جب اللہ کا بندہ نماز میں یاد الٰہی میں مستغرق ہونے کی بجائے غیر اللہ کی یاد کا اسیر بن جاتا ہے تو فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ چونکہ بندہ میری یاد سے غافل ہو کر دنیا ومافیھا میں گم ہو گیا ہے۔ اس لئے میرے اور اس کے درمیان پردے حائل کر دو'' (ترہیبی نصاب: ۱:۳۷۷/۳۸۳)

اس سے ظاہر ہوا کہ نماز میں اللہ اور بندے کے درمیان تعلق عبودیت یکسوئی، انہماک واستغراق اور محویت سے استوار ہوتا ہے اور یاد الٰہی میں اضافہ کے ساتھ پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب کہ ان کیفیات کا فقدان اس تعلق کو کمزور کر دیتا ہے۔

ترک صلوۃ ایک جرم عظیم

نماز کے فضائل سے معلوم ہوا کہ تمام اعمال میں افضل نماز ہے۔ لہٰذا ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا چھوڑنا ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے اور نماز کا ترک کرنا حد درجہ ناپسندیدہ فعل ہے جس طرح نماز انسان کو نیکی وسعادت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچاتی ہے۔ اسی طرح اس کا ترک بھی انتہائی پستی وذلت میں لیجاتا ہے جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا وہ خدا کا باغی اور نفس وشیطان کا دوست ہے۔ بے نماز کو اسلام کا دعویٰ کسی طرح زیب نہیں دیتا جب وہ خدا کے حکم میں پنجگانہ نماز کی پابندی تک نہیں کرسکتا جس میں نہ کچھ خرچ ہے اور نہ تکلیف تو وہ خدا کے لئے جہاد وقربانی کیا خاک کرے گا۔ اگر سچ پوچھو تو تارک صلوۃ کا خدا تعالیٰ پر صحیح ایمان نہیں ورنہ یہ ناممکن ہے کہ ایک مسلمان خدا پر ایمان لائے اور اس کے حکم کی تعمیل سے انحراف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ بے نماز مسلمان بھی ہے اور کلمہ بھی پڑھتا ہے مگر اس کی مسلمانی رسمی اور اس کا کلمہ پڑھنا زبان تک محدود ہے۔ اس کا دل کافر اور نافرمان ہے اور ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور اس تعلق کا پتا اعمال سے چلتا ہے۔ یہ تعلق جتنا زیادہ مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ اعمال صالحہ کا پابند ہوگا اور یہ تعلق جتنا زیادہ کمزور اور رسمی ہوگا اتنا ہی زیادہ احکام اسلامیہ کی بجا آوری میں غفلت وکوتاہی ہوگی۔ پس کہا جاسکتا ہے کہ جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا وہ اپنے پاس اسلام کا کوئی عملی ثبوت نہیں رکھتا۔ اس کا زبانی دعویٰ ایک دھوکہ اور فریب ہے اور اس کا ایمان کمزور ہے۔

تارک الصلوٰۃ قرآن وحدیث کی نظر میں

قرآن حکیم میں بے نمازی کے متعلق سخت وعید آئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

ماسلککم فی سقر o قالوالم نک من المصلین oولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین o وکنا نکذب بیوم الدین o حتیٰ اتٰنا الیقین o

(مدثر:۴۴تا۴۷)

(پوچھا جائے گا کہ کس جرم نے تم کو دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے اور مسکین کو کھانا بھی نہیں دیتے تھے اور ہم ہرزہ سرائی کرنے والوں کے ساتھ ہرزہ سرائی میں لگے رہتے تھے اور ہم جھٹلایا کرتے تھے۔ روز جزاء کو یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا۔)

یوم حساب کے بعد جن لوگوں کو سزا دی جائے گی ان سے اہل جنت پوچھیں گے تمہیں کس جرم کی پاداش میں جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کیا گیا؟

وہ جواب دیں گے۔ ہمارے دو قصور تھے ایک یہ کہ اکڑے اکڑے رہتے تھے۔ (نماز نہیں پڑھتے تھے) کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ جس کریم کے کرم کے صدقے یہ زندگی عزت و آرام سے گزر رہی ہے اسے سجدہ بھی کرنا چاہیے، اس کی عبادت بھی ضروری ہے۔ دوسری غلطی ہم سے یہ ہوئی کہ خود تو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تھے مگر غریبوں اور مسکینوں کی ضرورت کی طرف توجہ ہی نہ دیتے تھے۔ وہ ہمارے پڑوس میں کئی روز بھوک سے بلکتے رہتے ہم نے ان کی پرواہ تک نہ کی۔ معلوم ہوا کہ نماز تمام عبادتوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اس کا تارک عذاب وسزا کا مستحق ہے اور وہ جہنمی ہے۔ ترک نماز ایسا سنگین جرم ہے جسکا مرتکب عالم آخرت میں روسیاہ اٹھایا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ زمانہ رسالت مآب ﷺ میں ایک شخص کو مرنے کے بعد جب لحد میں اتارا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ مسخ ہو کر سیاہ خنزیر کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کو خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے اس کے لواحقین سے پوچھا کہ کیا وہ نماز پڑھتا تھا۔ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے ایسے بے نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا: **بعث اللہ یوم القیامۃ مثل الخنزیر الاسود۔**

(قیامت کے دن اللہ اسے کالے خنزیر کی صورت میں اٹھائے گا۔)

(تربیتی نصاب ۱/۲۲)

یہ وعید سن کر ہر مسلمان بے نمازی کو لرز جانا چاہیے۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان بین الرجل وبین الشرك والکفرترك الصلوة (رواہ مسلم) آدمی اور شرک وکفر کے درمیان ترک صلوٰۃ ہے۔

یعنی مسلمان اور کفر وشرک کے درمیان نماز ہے۔ گویا تارک صلوٰۃ بوجہ ترک صلوٰۃ کے کفر وشرک کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

واقیموالصلوٰۃ ولاتکونوامن المشرکین (الروم:۳۱) نماز قائم کرو اور تم مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ

گویا کہ ترک صلوٰۃ مسلمان کو مشرک بنا دیتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من حافظ علی الصلوة کانت له نوراً و برهانا و نجاة یوم القیمة ومن لم یحافظ علیها لم یکن له نورا ولابرهان ولا نجاة وکان یوم القیامة مع قارون و فرعون وهامان وابی بن خلف. (رواہ احمد، مجمع الزوائد:۲/۲۱)

(جس شخص نے نماز کی حفاظت کی قیامت کے روز اس کے لئے ایک نور و برہان ہوگا اور وہ نجات حاصل کرے گا اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات اور قیامت کے روز اس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ دنیا میں مال حاصل کرنے کے جائز طریقے چار ہیں۔

1- بادشاہت وریاست یعنی جاہ ومنصب
2- زراعت
3- صنعت ودستکاری
4- تجارت

جو شخص بسبب ریاست وامارت، جاہ، منصب اور نوکری وملازمت نماز سے غافل رہا اس کا حشر فرعون کے ساتھ ہوگا۔ جو صنعت وحرفت کے سبب نماز سے غافل رہا وہ قیامت کے دن قارون کا ساتھی ہوگا کیونکہ وہ دستکار تھا۔ جو شخص تجارت وزراعت کے سبب نماز چھوڑے گا وہ ابی بن خلف کا ساتھی ہوگا کیونکہ وہ سوداگر تھا اور یہ سب جہنمی ہیں۔

بے نماز کی سزا

بے نماز سے خدا کی بیزاری

حضور اقدس علیہ وسلم صلی اللہ نے ارشاد فرمایا:

من ترك الصلوة المكتوبة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله (مسند احمد، ابوداؤد) (جس نے فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی پس اللہ تعالیٰ اس آدمی سے بیزار ہو گیا)

بے نماز کے سارے اعمال باطل

من ترك الصلوة متعمدا احبط الله عمله وبرئت ذمة الله حتى يراجع الله عزوجل توبة (الترغیب والترھیب) (بے نماز کے سارے اعمال اللہ تعالیٰ باطل کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کی جزا کا قطعاً ذمہ دار نہیں جب تک توبہ نہ کرے)

بے نماز کی پندرہ سزائیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص نماز کو حقیر سمجھے گا اللہ تعالیٰ اس کو پندرہ سزائیں دے گا: چھ قسم کے عذاب مرنے سے پہلے، تین مرتے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکلتے وقت)

چھ دنیاوی عذاب مرنے سے پہلے

۱۔ نماز سے غافل کو صالحین کے فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

۲۔ اس سے زندگی کی برکت ختم کر دی جائے گی۔

۳۔ اس کے رزق سے برکت ختم کر دی جائے گی۔

۴۔ اس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ اس کی دعا رد کر دی جائے گی۔

۶۔ وہ نیک لوگوں کی دعاؤں سے محروم کر دیا جائے گا۔

مرتے وقت کے تین عذاب

۱۔ وہ پیاسا مرے گا، اگرچہ اس کے حلق میں سات سمندر الٹ دیئے جائیں۔

۲۔ اچانک موت ہوگی (یعنی توبہ کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔)

۳۔ اس کے کاندھوں پر دنیاوی لوہے، لکڑی اور پتھروں جیسا بوجھ ڈالا جائے گا، جس سے وہ بوجھل ہو جائے گا۔

تین عذاب قبر میں

۱۔ قبر اس پر تنگ کر دی جائے گی۔

۲۔ قبر میں زبردست اندھیرا ہوگا۔

۳۔ نکیرین کے سوالوں کا جواب نہ دے سکے گا۔

قبر سے نکلتے وقت تین عذاب

۱۔ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا۔

۲۔ اس سے حساب بہت سخت ہوگا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے دربار سے اس کی واپسی دوزخ کی طرف ہوگی۔ (اللہ معاف فرمائے تو خیر ورنہ۔۔۔) (غنیۃ الطالبین ۶۲۴: مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

عالم اُخروی میں کڑا مواخذہ

بے نماز شخص ایسا بدبخت ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام اسے اپنا امتی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ جب قیامت کے دن میزان عمل برپا ہوگا اور لوگوں کو حساب و کتاب کے لئے بلایا جائے گا تو سب سے پہلا سوال نماز ہی کی بابت کیا جائے گا۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اوّلیں پرسش نماز بود

سرکار امام الانبیاء علیہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اول مایحاسب به العبد یوم القیامة من عهد صلواته فان صلحت فقدافلح وانجح. وان فسدت فقد خاب وخسر.
(ریاض الصالحین،۲:۸۱، ترمذی ۱:۲۶۴)

(قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز کے عہد کے بارے میں ہے پس اگر وہ درست پایا گیا تو وہ فلاح ونجات پا جائے گا اور اگر اس میں بگاڑ پایا گیا تو وہ ناکام ونامراد ہوگا۔)

معلوم ہوا اگر قیامت کے دن کسی بندے کے حساب وکتاب میں نماز کا معاملہ درست نکلا تو اس کے باقی اعمال کے بارے میں جن کا تعلق زندگی کے دوسرے معاملات سے ہے زیادہ سختی نہیں کی جائے گی۔ لیکن اگر اعمال کی بسم اللہ ہی غلط نکلی تو اس کا کوئی عمل معتبر نہیں سمجھا جائے گا۔

سب سے پہلے اسکی پرسش ہوگی حشر میں
خالق کونین کے نزدیک لاتی ہے نماز

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا:

لوگو! رات کو میرے پاس دو فرشتے آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے راستے میں، میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین پر لیٹا ہوا ہے اور ایک دوسرا شخص ہاتھ میں پتھر لئے کھڑا ہے۔ زور سے پتھر اس لیٹے ہوئے شخص کے سر پر مارتا ہے۔ پتھر دور جا نکلتا ہے اور سر چورو چور ہو جاتا ہے۔ وہ شخص پتھر لینے جاتا ہے کہ اتنے میں سر صحیح وسالم ہو جاتا ہے اور پھر یہ عمل بار بار دہرایا جاتا ہے۔ یہ دردناک عذاب دیکھ کر فرشتوں سے پوچھا کہ اس شخص کا جرم کیا ہے؟ جس کی اسے، سزا مل رہی ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا یہ تارک صلوٰۃ تھا۔

ایک وقت کی نماز ترک کرنے کا عذاب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص جان بوجھ کر ایک وقت کی نماز ترک کرے گا تو اس ایک نماز کے لئے تین حقبہ دوزخ میں عذاب پائے گا۔ ایک حقبہ اسی ہزار برس کا ہوتا ہے اس حساب سے تین حقبوں کے دو لاکھ چالیس ہزار سال بنتے ہیں۔ (نماز کی سب سے بڑی کتاب: ۲۰۱)

دعوت فکر

بے نمازو! ذرا غور کرو اور خدا کے لئے ہوش میں آؤ کہ ایک وقت کی نماز چھوڑنے کی سزا دو لاکھ چالیس ہزار سال تک دوزخ میں جلنا ہے اگر پہاڑ بھی سنیں تو وہ خوف سے پھٹ جائیں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ پھر جس شخص نے عمر بھر نماز پڑھی ہی نہیں اسے لاکھوں کروڑوں برس دوزخ کی آگ میں جلنا پڑے تو کیا ہوگا۔

پس توبہ کرو! اور اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

بے نماز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زخمی حالت میں جب کہ خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔نماز ادا کی اور فرمایا: بے نماز کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں (کتاب الصلوۃ۔ابن قیم)

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عمال حکومت کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا بے شک میرے نزدیک مسائل میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ نماز کا ہے جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس کا پورا پورا حق ادا کیا اس نے اپنے مکمل دین کو محفوظ کر لیا اور جس نے نماز کو ضائع کر دیا اس نے تمام چیزوں کو ضائع کر دیا۔ (مشکوۃ،موطا امام مالک)

حیدر کرار حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص نماز نہیں پڑھتا پس وہ کافر ہے۔(صحیح بخاری)

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

آپ علیہ السلام کے نزدیک تارک الصلوۃ مطلق کافر ہے۔ (فروع کافی)

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بے نماز کو قید سخت کی سزا دی جائے اور اتنا مارا جائے کہ اس

کے بدن سے خون بہنے لگے یہاں تک کہ توبہ کرے یا اسی حالت میں مر جائے۔(درمختار)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دونوں کے نزدیک بے نماز واجب القتل ہے (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز کے علاوہ کسی گناہ سے انسان کافر نہیں ہوتا، ان کے نزدیک جان بوجھ کر نماز نہ پڑھنا کفر ہے۔(ترغیب وترہیب)

حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

یہاں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک مشہور واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ مراقبے کی حالت میں تھے کہ ان کے چاروں طرف ایک نور کا ہالہ چمک اٹھا اور اس میں سے آواز آئی اے عبدالقادر! تو نے میری اس قدر عبادت کی ہے کہ میں تجھ سے فریضہ نماز ساقط کرتا ہوں آپ نے یہ سن کر **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھا۔اس کے پڑھتے ہی شیطان انسان کی شکل میں یہ کہتے ہوا ظاہر ہوا کہ میں نے اس طرح بڑے بڑے پارسا لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔مگر تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے ظالم!

اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رب کے فضل عظیم کے باعث تیرے حملے سے محفوظ رہا ہوں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بے نماز کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔

ایک مغالطے کا ازالہ

اس سلسلے میں کم علمی اور جہالت کی بنا پر بعض لوگوں کے ذہن میں نماز کی فرضیت و اہمیت کے بارے میں ایک عام مغالطہ پایا جاتا ہے یہاں، اس کا ازالہ مقصود ہے۔ بعض جاہل اور عاقبت نااندیش لوگ اپنے زعم میں صاحب طریقت ونسبت اور اللہ کا ولی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن ان کا حال یہ ہے کہ وہ نہ خود اپنے لئے اور نہ ہی مریدین کے لئے فریضہ نماز کی بجا آوری کو ضروری سمجھتے ہیں۔ بلکہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ طریقت ومعرفت کے جس مقام پر وہ فائز ہیں وہاں نماز کی پابندی کی ضرورت نہیں چنانچہ ان کے مرید بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فریضہ نماز کی ادائیگی سے پہلوتہی کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔

جان لیجئے!

طریقت ومعرفت کے یہ نام نہاد دعویدار اپنے اپنے دعوؤں میں جھوٹے اور خود فریبی میں مبتلا ہیں اور وہ صراحتاً قرآن وسنت کے احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ شریعت وطریقت کا کوئی مقام ترک نماز سے حاصل نہیں ہو سکتا خواہ ایسا دعویٰ کرنے والا فضا میں پرندوں کی طرح اڑنے لگے اور اس سے کتنے ہی خارق العادت افعال کیوں نہ صادر ہونے لگیں۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ صاحب ہوش تارک نماز خدا اور رسول ﷺ کا باغی اور شیطان کا ساتھی ہے وہ طریقت کے کسی مقام کو تو درکنار اس کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتا۔

یاد رکھیے!

دنیائے ولایت میں صحابہ کرام وائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کس کا مقام ہوگا لیکن اگر ولایت کی بلندیوں پر پہنچ کر بھی ان کے لئے نماز کا حکم ساقط نہیں تو پھر ہم کس شمار میں ہیں؟

صحابہ، اہل بیت، صدیقین شہداء، اولیاء اور صلحائے امت میں سے کسی نے بھی فریضہ نماز کو ترک نہیں کیا لیکن کتنا بڑا تضاد ہے کہ خدا اور رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو ترک نماز کو کفر اور منافقت سے تعبیر کرتی ہوں جب کہ آج کے نام نہاد صوفی اور پیر ترک نماز کو اپنے روحانی درجات کی بلندی کی دلیل ٹھہرانے لگیں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی ......!!!

طہارت اور اسکے مسائل

اسلام دین فطرت ہے اس لئے اپنے ماننے والوں کو ان امور کے بجالانے کا حکم دیتا ہے جو فطرت کے مطابق ہوں۔ طہارت و پاکیزگی اور نفاست و نظافت بھی چونکہ ایک فطری چیز ہے اس لئے اسلام نے اس پر بڑا زور دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین (البقرہ:۲۲۲) (بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔)

طہارت ہر بدنی عبادت کے لئے ضروری ہے اور نماز کے لئے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ طہارت کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔ جیسا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مفتاح الجنۃ الصلوٰۃ ومفتاح الصلوٰۃ الطھارۃ (مسند احمد، مشکوٰۃ المصابیح) (جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ بغیر طہارت کے جان بوجھ کر نماز ادا کرنے والے شخص کو علماء نے کافر کہا ہے کیونکہ جو آدمی بغیر وضو کے نماز ادا کرتا ہے وہ نماز اور عبادت کی توہین کرتا ہے۔

ایک روز حضور اقدس ﷺ صبح کی نماز میں سورۃ روم کی تلاوت فرمارہے تھے کہ آپ ﷺ کو متشابہ لگ گیا نماز کے بعد حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ مگر طہارت اچھی طرح نہیں کرتے انہی کی وجہ سے امام کو متشابہ لگتا ہے۔ (سنن نسائی)

جب ناقص وضو کی یہ نحوست ہے کہ امام کو قراءت میں متشابہ ہونے لگتا ہے تو بغیر طہارت کے نماز ادا کرنے کی کیا نحوست ہوگی؟

اس لئے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الطھور شطر الایمان (سنن ترمذی) (طہارت (صفائی) نصف ایمان ہے۔)

طہارت چونکہ نماز کے لیے ایک ایسی شرط ہے جس کے حاصل کیے بغیر نماز سرے سے ادا ہی نہیں ہوتی اور اگر لاعلمی میں بغیر طہارت کے پڑھ لی گئی تو گناہ بلکہ اس ارادہ کے ساتھ کہ نماز طہارت کے بغیر بھی ادا ہو جاتی ہے، پڑھی تو یہ کفر ہوگا۔

نجاست کی اقسام:

نجاست کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

۱۔ نجاست حقیقی ۲۔ نجاست حکمی

نجاست حقیقی:

وہ نجاست ہے جو کپڑے یا بدن یا کسی اور چیز پر لگی ہو اور نظر آنے والی ہو۔ مثلاً پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔

نجاست حقیقی کی اقسام:

۱۔ نجاست غلیظہ ۲۔ نجاست خفیفہ

نجاست غلیظہ:

مندرجہ ذیل چیزوں سے نجاست غلیظہ ثابت ہوگی۔

پیشاب، پاخانہ، منی، ودی، مذی، استحاضہ، حیض، نفاس بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، دکھتی آنکھ کا پانی، حرام جانور مثلاً کتا، لومڑی، شیر، بلی، چوہا، گدھا، ہاتھی، خنزیر کا پیشاب و پاخانہ، گھوڑے کی لید اور ہر حلال جانور مثلاً گائے، بھینس کا گوبر، بکری اور اونٹ کی مینگنی، مرغی، درندوں چوپایوں کا لعاب اور شیر خوار بچے یا بچی کا پیشاب و پاخانہ یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ میں شامل ہیں۔

نجاست غلیظہ کا حکم:

نجاست غلیظہ اگر ایک درھم (ہاتھ کی ہتھیلی کے برابر) سے زیادہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کا دھونا فرض ہے۔ یعنی اس نجاست کو دور کیے بغیر نماز نہیں ہوگی اور اگر یہ نجاست درہم کے برابر ہو تو اس کا دھونا واجب ہے اور اتنی مقدار میں نجاست غلیظہ کی موجودگی میں نماز پڑھ لی جائے تو یہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اور اگر یہ نجاست ایک درہم سے کم مقدار ہے تو اس کا پاک کرنا سنت ہے۔ ایسی صورت میں بغیر پاکی حاصل کیے نماز تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت اور اولیٰ ہوگی اور اس کا اعادہ کرنا بہتر ہے یاد رہے کہ اسے نجاست غلیظہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا حکم پاک کرنے میں سخت ہے۔

نجاست خفیفہ:

درج ذیل چیزوں سے نجاست خفیفہ ثابت ہوگی۔

جن حلال جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ مثلاً گائے، بھینس، بکری، اُونٹ، بھیڑ مینڈھا وغیرہ کا پیشاب اور وہ جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا پیشاب کوا، چیل، شکرا، باز وغیرہ کی بیٹ ان سب چیزوں سے نجاست خفیفہ ثابت ہوگی۔

نجاست خفیفہ کا حکم:

نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن پر چوتھائی حصہ سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورے چوتھائی حصہ میں لگی ہو تو دھونا ضروری ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ چوتھائی حصہ کا اعتبار اس طرح کیا جائے گا، اگر دامن پر نجاست خفیفہ لگی ہے تو دامن کی چوتھائی کا اعتبار ہوگا، اور اگر آستین پر لگی ہوئی ہو تو آستین کی چوتھائی کا اعتبار کیا جائے اسی طرح بدن کے اعضاء کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

یاد رہے!

اسے نجاست خفیفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم ہلکا، خفیف ہے۔

نجاستِ حکمی کی اقسام:

وہ نجاست ہے جو شرعاً تو ناپاکی کا باعث ہو مگر نظر نہ آتی ہو مثلاً خروج ریح (ہوا) وغیرہ (نواقض وضو میں سے کسی کا پایا جانا) اس کو حدث بھی کہتے ہیں اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں۔

1- حدث اصغر 2- حدث اکبر

حدث اصغر:

جن چیزوں سے وضو لازم آتا ہے انہیں حدث اصغر کہتے ہیں۔

حدث اکبر:

جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے انہیں حدث اکبر کہتے ہیں۔

چند فقہی اصطلاحات:

نجاست کے بیان میں فرض واجب وغیرہ کی اصطلاحات پڑھ آئے ہیں ذیل میں ان کے شرعی احکامات کی وضاحت کی جاتی ہے تاکہ مسائل سمجھنے میں آسانی رہے،

فرض اعتقادی:

جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، مثلاً رکوع، سجدہ وغیرہ اس کا منکر آئمہ احناف کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور بلا عذر شرعی چھوڑنے والا فاسق مرتکب کبیرہ ہے۔

فرض عملی:

وہ حکم جس کا ثبوت ایسا قطعی نہ ہو مگر مجتہد کی نظر میں شرعی دلائل کی رو سے وہ اس قدر قطعی ہے کہ اسے بجالائے بغیر آدمی بری الذمہ نہیں ہوتا مثلاً سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرنا۔

واجب اعتقادی:

وہ حکم کہ دلیل ظنی سے اس کا ضروری ہونا ثابت ہو فرض عملی اور واجب عملی دونوں

اس کی قسمیں ہیں۔

واجب عملی:

وہ واجب اعتقادی کہ اس کے بغیر بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو مگر ظن غالب اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو اس کے بغیر عبادت ناقص رہتی ہے۔ کسی واجب کو ایک بار قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ اور چند بار ترک کردینا گناہ کبیرہ ہے۔ مثلاً تشہد پڑھنا یعنی جو دلیل شرعی ظنی سے ثابت ہو اس کے ترک کرنے سے یا سہواً رہ جانے سے عبادت ہو جاتی ہے مگر ناقص ہوتی ہے اس کا ترک گناہ اور سجدہ سہو کرنا ضروری ہے۔

سنت موکدہ:

وہ عمل جسے سرکار دو عالم ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو۔ البتہ بیان جواز کے لئے کبھی ترک بھی فرمایا ہو۔ یا پھر وہ عمل جس کے کرنے کی تاکید فرمائی لیکن چھوڑنے کی گنجائش بھی دی ہو اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا گناہ ہے، چھوڑنے کی عادت ہو جائے تو عذاب کا مستحق ہوگا۔

سنت غیر موکدہ:

سرکار دو عالم ﷺ کا وہ عمل جو شرع کی نظر میں اس طرح مطلوب ہو کہ اس کا ترک ناپسند ہو لیکن اس قدر نہیں کہ اس پر عذاب سے ڈرایا جائے۔ اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر مواخذہ نہیں۔

مستحب:

وہ عمل جو شریعت کی نظر میں پسند ہو مگر چھوڑنے پر ناپسندیدگی نہ ہو۔ خواہ خود نبی کریم ﷺ نے اسے کیا ہو یا اس کی ترغیب دی ہو یا علماء کرام نے اسے پسند فرمایا ہو، اگرچہ حدیث میں اس کا ذکر نہ آیا ہو۔ اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے نہ کرنے پر

مطلقاً کچھ نہیں ہوتا۔

مباح:

وہ عمل جس کا کرنا نہ کرنا یکساں ہے۔

حرام قطعی

یہ فرض کے مقابل ہے اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہ کبیرہ اور فسق ہے اس سے بچنا فرض وثواب ہے۔

مکروہ تحریمی

یہ واجب کے مقابل ہے۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور اس کے کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ اگر چہ اس کا کرنا حرام کے گناہ سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

اساءت

وہ امر جس کا کرنا برا ہے۔ اس کو کبھی کبھی کرنے والا مستحق عتاب اور ہمیشہ کرنے والا مستحق عذاب ہے۔ یہ سنت موکدہ کے مقابل ہے۔

مکروہ تنزیہی

جس کا کرنا شریعت میں پسندیدہ نہیں لیکن کرنے والا مستحق عذاب نہیں۔ یہ سنت غیر موکدہ کے مقابل ہے۔

خلاف اولیٰ

وہ عمل جس کا نہ کرنا بہتر ہو کر لیا تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی کسی قسم کی جھڑک ہے۔ یہ مستحب کے مقابل ہے۔

استنجا کا بیان

پاک ہونا مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ رفع حاجت کے بعد استنجا کرنا ضروری ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رفع حاجت کے بعد پانی سے دھوئے بغیر کبھی نکلتے نہیں دیکھا۔ (ابن ماجہ ۱/۱۳۵: مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین (اس مسجد یعنی مسجد قباء شریف میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو۔)

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے گروہ انصار! اللہ تعالیٰ نے طہارت کے بارے میں تمہاری تعریف کی ہے۔ بتاؤ تمہاری طہارت کیا ہے عرض کیا ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ فرمایا تو وہ خوبی یہی ہے اس کو اپنے اوپر لازم کرلو (ابن ماجہ: ۱/۱۳۱، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

استنجا کے احکام

استنجا کے احکام درج ذیل ہیں:

۱۔ قبلہ کی طرف نہ منہ کرنا اور نہ پیٹھ کرنا۔

۲۔ شرم گاہ کو داہنے ہاتھ سے نہ چھونا۔

۳۔ بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا۔

۴۔ انگوٹھی یا کوئی چیز جس پر مقدس نام یا کلمہ تحریر ہو، اسکو اُتار لینا۔

۵۔ بیت الخلاء (Wash Room) میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں اندر رکھنا اور نکلتے ہوئے دایاں پاؤں باہر رکھنا۔

۶۔ پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت سورج اور چاند کی طرف منہ نہ ہو اور نہ پشت۔

۷۔ ہوا کے رخ بھی پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

۸۔ کنویں۔ حوض۔ چشمے۔ یا بہتے ہوئے پانی میں، کسی سایہ دار درخت کے نیچے یا پھل دار درخت کے نیچے یا راستے میں یا مسجد اور عید گاہ کے پہلو میں اور کسی سوراخ میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

۹۔ استنجا کے دوران نہ تھوکے، نہ ناک صاف کرے، نہ بلا ضرورت کھنکھارے، نہ بار بار ادھر اُدھر دیکھے اور نہ ہی کسی سے گفتگو کرے۔

۱۰۔ ہڈی، کھانے کی چیز، گوبر، لید، پکی اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کوئلہ اور جانور کے چارہ وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

۱۱۔ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت مسنون دعاؤں کا پڑھنا۔ یاد رہے کہ بیت الخلاء کے اندر نہیں پڑھنا چاہئے۔

بیت الخلا میں داخل ہونے کی دعا

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، بیت الخلا جن اور شیاطین کے حاضر رہنے کی جگہ ہے۔ تو جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو یہ دعا پڑھے:

اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث (ترمذی:۱/۸۵)

(اے اللہ میں ضرر رساں اور ناپاک چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں)

بیت الخلا سے باہر آنے کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے:

الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی

(اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور کر دی اور عافیت عطا کی)

(ابن ماجہ:۱/۱۱۶، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

یا یہ پڑھے "**غفرانک**" (ترمذی ۱/۸۱)

۱۲۔ نرم جگہ پیشاب کرنا جہاں چھینٹے نہ پڑیں۔

۱۳۔ زمین کے قریب جا کر ستر کا کھولنا۔

۱۴۔ کھلے میدان اور غیر آباد جگہوں میں پیشاب کرنے سے قبل تین دفعہ دایاں پاؤں زمین پر مارے اور ہر بار تعوذ پڑھے اور پھر پیشاب کرے تاکہ شیاطین کے اثرات سے محفوظ رہ سکے۔

۱۵۔ اپنے آپ کو پیشاب کے چھینٹوں سے مکمل طور پر بچائے۔

۱۶۔ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے۔

۱۷۔ غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔

۱۸۔ باپردہ بیت الخلا کا انتخاب کرے۔

استنجا کرنے کا طریقہ

استنجا دو طریقوں سے کیا جاتا ہے: ڈھیلوں سے یا پانی سے۔

ڈھیلوں کے ساتھ

پاخانہ کرنے کے بعد مرد کے لیے ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلہ آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرا آگے سے پیچھے کی طرف اور سردیوں میں اس کے برعکس کرے۔

عورت ہر موسم میں اسی طرح ڈھیلے استعمال کرے جس طرح مرد گرمیوں میں کرتے ہیں۔

پانی کے ساتھ استنجا کرنا

پانی کے ساتھ استنجا کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کشادہ ہو کر بیٹھے اور آہستہ آہستہ پانی ڈالے۔ انگلیوں کے پیٹ سے استنجا کرے۔ انگلیوں کا سرا نہ لگائے۔ پہلے درمیانی انگلی اونچی رکھے پھر جو اس سے متصل ہو، اس کے بعد چھنگلیا اونچی رکھے اور خوب عمدگی کے ساتھ دھوئے تین انگلیوں سے زیادہ کے ساتھ طہارت نہ کرے۔ عورت زیادہ پھیل کر نہ بیٹھے اور شرم گاہ کو ہتھیلی سے دھوئے۔

پانی کے مسائل

وضو اور غسل پاک پانی سے ہی ممکن ہیں۔ اس لئے پاک اور ناپاک پانی کی پہچان ضروری ہے۔ پانی کن صورتوں میں ناپاک ہو جاتا ہے اور اس سے وضو یا غسل نہیں کیا جا سکتا وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ جس پانی میں آدمی یا جانور کا پیشاب ہو، بہتا ہوا خون، کسی قسم کی شراب کا قطرہ، ناپاک لکڑی، کپڑا یا اور کوئی ناپاک چیز گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۲۔ جن چوپایوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا پیشاب یا پاخانہ اور مرغی یا بطخ کی بیٹ بھی تمام کنویں یا حوض کو ناپاک کر دے گی۔

۳۔ کنویں میں آدمی، بکری، کتا یا کوئی اور جانور جس میں خون ہو، گر کر مر جائے تو تمام کنواں یا حوض ناپاک ہو جائے گا۔

۴۔ مرغی، بلی، چوہا، چھپکلی یا اس قسم کے اور جانور جن میں خون ہوتا ہے، کنویں یا حوض میں مر کر پھول یا پھٹ جائیں یا باہر سے مر کر کنویں میں جا گریں تو بھی تمام کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

۵۔ جس پانی میں کوئی چیز مل گئی ہو کہ عرف عام میں اسے پانی نہ کہا جائے بلکہ اس کا کوئی اور نام ہو۔ جیسے شربت یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں جس سے مقصود میل صاف کرنا نہ ہو جیسے شوربہ، چائے، گلاب کا عرق تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔ (نورالایضاح)

۶۔ اگر نجس چیز سے پانی کا رنگ، مزہ اور بو بدل گیا تو ناپاک ہو جائے گا۔

۷۔ جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا پاک ہے۔ مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں۔ ایسے پانی کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں۔

۸۔ جو پانی سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں پڑا گرم ہو گیا تو جب تک گرم ہے تو اسے استعمال نہ کریں یہاں تک کہ اس میں اگر کپڑا

بھیگ گیا جب تک ٹھنڈا نہ ہو نہ پہنیں کیونکہ اس پانی کے استعمال سے برص (سفید داغ) کا اندیشہ ہے۔ مگر پھر بھی وضو یا غسل کرلیا تو ہو جائے گا۔ (بہار شریعت)

۹- سور، کتا، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں (شکاری چوپایوں) کا جھوٹا پانی ناپاک ہے۔ اگر بلی چوہا کھا کر فوراً پانی میں منہ ڈالے اور شرابی نے شراب پی کر فوراً پانی پیا تو یہ پانی بھی ناپاک ہوگا۔

جس پانی سے وضو اور غسل جائز ہے:

۱- بارش کے پانی سے، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، نہر، کنویں، برف اور اولے کے پانی سے وضو اور غسل جائز ہے۔

۲- حوض کے پانی سے وضو جائز ہے بشرطیکہ وہ بڑا ہو۔ جو حوض دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو یا بیس ہاتھ لمبا اور پانچ ہاتھ چوڑا ہو بڑا حوض کہلاتا ہے۔ غرض یہ کہ اس کی لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو تو اس حوض یا تالاب کا پانی بہتے پانی کے حکم میں ہے۔

۳- نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہاں اگر نجاست سے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل جائے تو پھر یہ پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔

کنواں کس طرح پاک کیا جائے؟

کنواں پاک کرنے کے تین طریقے ہیں:

۱- کنویں میں آدمی، بکری، کتا یا اور کوئی موذی جانور (جس میں بہتا ہوا خون ہو) ان کے برابر یا ان سے بڑا گر کر مرجائے یا مرغی، بلی، چوہا، چھپکلی یا کوئی اور جانور جس میں بہتا ہوا خون ہو، کنویں میں مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے۔ چھپکلی چوہے کی دم کٹ کر کنوئیں میں گر جائے یا کنوئیں میں نجاست یا کوئی

ناپاک چیز گر جائے تو ان صورتوں میں کنویں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔

۲۔ چوہا، چھچھوندر، چڑیا وغیرہ کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے تو بیس ڈول پانی نکالنا ضروری ہے اور تیس ڈول نکالنا بہتر ہے۔

۳۔ کبوتر بلی گر کر مر جائے تو چالیس سے ساٹھ ڈول نکالنا چاہئے۔

نوٹ

۱۔ ڈول سے مراد وہی ڈول ہے جو اس کنویں پر پڑا ہوا ہو، اس کے چھوٹے بڑے ہونے کا کوئی لحاظ نہیں۔

۲۔ جو کنواں ایسا ہو کہ اس کا پانی ختم نہیں ہوتا اس کا سارا پانی نکالنا ضروری ہو تو ایسی حالت میں حکم یہ ہے کہ یہ معلوم کر لیں، کہ اس میں کتنا پانی ہے، وہ سب نکال لیا جائے۔ بے شک نکالتے وقت جتنا زیادہ ہوتا جائے، اس کا کچھ لحاظ نہیں۔

۳۔ اگر سارا پانی نکالنا ناممکن ہو تو دو سو ڈول نکال لئے جائیں اس سے کنواں پاک ہو جائے گا۔ (نورالایضاح)

وضو کا بیان

وضو کا مطلب

عربی لغت میں یہ لفظ دو طرح پڑھا جاتا ہے:

۱۔ وَضُو　　　۲۔ وُضُو

۱۔ وَضُو

وضو کا مطلب ہوتا ہے۔　**الماء الذی یتوضا ء به** (المنجد)

(وہ پانی جس سے وضو کیا جائے)

۲۔ وُضُو

وضو کا مطلب ہوتا ہے طہارت حاصل کرنا۔ پاکیزگی حاصل کرنا، نظافت حاصل کرنا۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نووی، شرح صحیح مسلم: ۱/ ۱۱۸)

صاحب المطالع نے کہا ہے کہ وضو کا لفظ وضاۃ سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے حسن اور نظافت۔ نماز کے لئے وضو کو وضوء اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے وضو کرنے والا صاف ستھرا اور حسین ہو جاتا ہے اور وضو کی شرعی تعریف یہ ہے کہ اعضا وضو کو مخصوص کیفیت کے ساتھ دھونا۔

وضو کی اہمیت

نماز کے لیے وضو کرنا ضروری ہے بغیر وضو کے نماز ادا کرنا گناہ اور قصداً اس کا ارتکاب کفر ہے کیونکہ وضو نماز کے لئے شرط ہے ... [illegible]

بھی فوت ہو جاتا ہے۔تو ثابت ہوا نماز کے لئے وضو لازم ہے اور نماز کی تاکید سب سے زیادہ فرمائی گئی ہے۔نماز کی تاکید سے وضو کی اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔

یا یھا الذین امنو اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم واید یکم الی المرافق وا مسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین (مائدہ:۶) (اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو۔)

احادیث مبارکہ میں بھی حضور اقدس ﷺ نے وضو کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب بندہ مومن وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے اپنی آنکھوں سے کیا تھا اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں سے اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔(ترمذی ۹۷۔۱/۷۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر پڑھا:
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔
اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ترمذی ۱/۱۰۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میری اُمت کے لوگ قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے نشانوں سے ان کے اعضاء وضو سفید (روشن) ہوں گے۔اب جو کوئی تم میں سے سفیدی بڑھانا چاہے وہ بڑھائے۔(صحیح بخاری:۱/۱۶۴)

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے

روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کو حضور اقدس ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ! کس عمل کے سبب جنت میں تو مجھ سے آگے جا رہا تھا؟ میں رات جنت میں گیا تو تیرے قدموں کی آہٹ اپنے آگے پائی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب میں اذان کہتا ہوں تو اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں اور میرا جب وضو ٹوٹتا ہے تو وضو کر لیتا ہوں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہاں اسی سبب سے۔ (بہار شریعت)

مندرجہ بالا احادیث سے وضو کی اہمیت واضح ہوگئی۔ اس سے ہٹ کر بھی حضور اقدس ﷺ نے بہت سے مقامات پر وضو کی فضیلت بیان کی ہے وضو کو مومن کا قلعہ بھی فرمایا: آپ ﷺ خود بھی باوضو رہتے ہمارے اسلاف کا بھی یہی معمول تھا باوضو انسان شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے اس لیے بہتر ہے کہ انسان ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے باطناً اور ظاہراً دونوں طہارتیں نصیب فرمائے۔ (آمین)

اقسام وضو

وضو کی تین اقسام ہیں:

1- فرض

وضو فرض ہے:

۱۔ ہر اس شخص پر جو بے وضو ہو۔

۲۔ نماز کے لئے خواہ وہ نفل ہی ہو۔

۳۔ نماز جنازہ کے لئے۔

۴۔ سجدہ تلاوت کے لئے۔

۵۔ قرآن پاک کو چھونے کے لیے۔

2- واجب

وضو کرنا واجب ہے، کعبہ مکرمہ کے طواف کے لیے۔

3- مستحب

مندرجہ ذیل صورتوں میں وضو کرنا مستحب ہے:

سونے کے لئے، جب نیند سے بیدار ہو، ہمیشہ باوضو رہنے کیلئے، وضو پر وضو کرنا، غیبت اور جھوٹ کے بعد، ہر گناہ کے بعد، نماز کے علاوہ قہقہہ لگا کر ہنسنے کے بعد، غسل جنابت سے پہلے، جنبی کے لیے کھانے، پینے، سونے اور مباشرت کے وقت، غصہ کے وقت، قرآن و حدیث، شرعی علوم کے پڑھنے کے وقت، اذان، تکبیر، خطبہ، حضور اقدس ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کے وقت، وقوف عرفہ، سعی (صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کے وقت)، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، علماء کے اختلاف سے بری ہونے کیلئے اور جب عورت کو چھولے۔ (تربیتی نصاب ۱/۷۸۸)

وضو کا سبب

ان اعمال کا مباح کرنا جو صرف وضو سے ہی حلال ہوتے ہیں۔ یہ اس کا دنیاوی حکم ہے۔ اس کا اخروی حکم آخرت میں اجر و ثواب کا حصول ہے۔

وضو کے فرائض

وضو کے چار فرائض ہیں جنہیں ارکان وضو بھی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے اگر ایک رکن بھی رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔

۱۔ منہ دھونا۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔

۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴۔ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

اگر وضو میں کوئی سنت رہ جائے تو اس سے وضو اگرچہ ہو جائے گا لیکن وہ کامل نہیں

ہوگا اور انسان پورے اجر سے محروم رہے گا یعنی ثواب میں کمی ہوگی۔

وضو کی سنتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ نیت کرنا۔

۲۔ ابتدا میں دونوں ہاتھوں کا کلائی سمیت دھونا۔

۳۔ تسمیہ سے ابتداء کرنا

۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ تین بار کلی کرنا۔

۶۔ خوب اچھی طرح غرارہ کرنا۔

۷۔ روزہ کی حالت میں غرارہ سے پرہیز کریں۔

۸۔ ناک کی نرم ہڈی تک تین بار پانی پہنچانا۔

۹۔ گھنی ڈاڑھی کا نیچے کی طرف خلال کرنا۔

۱۰۔ اگر گھنی نہ ہو یعنی پتلی یا خفیف ہے تو پھر جلد تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

۱۱۔ انگلیوں کا خلال کرنا۔

۱۲۔ ہر عضو کا تین بار دھونا۔

۱۳۔ دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

۱۴۔ اعضائے وضو کو ملنا۔

۱۵۔ پورے سر کا ایک مرتبہ مسح کرنا۔

۱۶۔ اعضاء کو بغیر وقفہ کے مسلسل دھونا۔

۱۷۔ ترتیب کے ساتھ وضو کرنا

۱۸۔ گردن کا مسح کرنا۔

۱۹۔ دائیں طرف سے اور انگلیوں سے شروع کرنا۔

۲۰۔ ناک میں پانی چڑھانے کے لئے دایاں اور ناک صاف کرنے کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرنا۔

وضو واجب ہونے کی شرائط

۱۔ بالغ ہونا۔ ۲۔ مسلمان ہونا۔
۳۔ حدث کا پایا جانا۔ ۴۔ حیض ونفاس کا نہ پایا جانا۔
۵۔ وقت تنگ نہ ہو۔ ۶۔ اتنی مقدار پانی پر قادر ہونا جو وضو کے لیے کافی ہو۔

وضو کے مستحبات

۱۔ اونچی جگہ پر بیٹھنا۔
۲۔ قبلہ شریف کی طرف منہ کرنا۔
۳۔ دنیاوی گفتگو نہ کرنا۔
۴۔ بغیر ضرورت کسی کی مدد نہ لینا۔
۵۔ زبان کی نیت اور اعضاء کے فعل کو جمع کرنا۔
۶۔ مسنون دعائیں پڑھنا۔
۷۔ ہر عضو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔
۸۔ چھوٹی انگلی کانوں کے سوراخ میں ڈالنا۔
۹۔ دائیں ہاتھ کے ساتھ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا۔
۱۰۔ بائیں ہاتھ کے ساتھ ناک صاف کرنا۔
۱۱۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے وضو کرنا بشرطیکہ معذور نہ ہو۔
۱۲۔ وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا جبکہ وہ کسی برتن میں پانی لے کر وضو کر رہا ہو۔
۱۳۔ وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے کلمہ شہادت اور یہ دعا پڑھنا:

اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من عبادك الصالحین ○ (اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں، پاک رہنے والوں اور اپنے نیک بندوں میں سے کر)

وضو کے مکروہات

وضو میں مندرجہ ذیل امور مکروہ ہیں:

۱۔ پانی میں اسراف کرنا۔
۲۔ پانی میں بخل سے کام لینا۔
۳۔ پانی زور زور سے منہ پر مارنا۔
۴۔ بغیر عذر کسی سے مدد لینا۔
۵۔ دنیاوی گفتگو کرنا۔
۶۔ نئے پانی سے تین مرتبہ سر کا مسح کرنا۔

وضو کے صحیح ہونے کی شرائط

۱۔ جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں ان پر پوری طرح پاک پانی کا پہنچ جانا۔
۲۔ اس چیز کا ختم ہو جانا اور رُک جانا جو وضو کے منافی ہو یعنی حیض و نفاس اور حدث۔
۳۔ اس چیز کی علیحدگی جو بدن تک پانی پہنچنے کے مانع ہو۔ مثلاً موم، چربی، نیل پالش وغیرہ۔

وضو کو توڑنے والی چیزیں

۱۔ پیشاب یا پاخانہ کے مقام سے کسی چیز کا نکلنا۔
۲۔ بغیر خون کے بچے کی ولادت۔
۳۔ خون یا پیپ کا نکل کر بہہ جانا۔
۴۔ منہ بھر قے کرنا، خواہ کھانے کی ہو یا خون کی یا پانی کی ہو۔ (منہ بھر سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے روکنے پر قادر نہ ہو۔)
۵۔ خون کا تھوک پر غالب ہونا۔
۶۔ نیند کا غلبہ کہ انسان کو ہوش ہی نہ رہے اور جسم ڈھیلا پڑ جائے۔
۷۔ نشہ میں مبتلا ہونا۔
۸۔ بے ہوشی کا طاری ہو جانا۔
۹۔ نماز کی حالت میں قہقہہ لگانا کہ سامنے کے دانت نظر آجائیں۔

۱۰۔ جنون کا ہونا۔

۱۱۔ مرد کا اپنے منتشر عضو تناسل سے عورت کی شرم گاہ کو چھونا۔

۱۲۔ ٹیک لگا کر سو جانا۔

وہ چیزیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

۱۔ خون کا ظاہر ہونا بشرطیکہ وہ اپنی جگہ سے بہہ نہ جائے۔

۲۔ خون جاری ہوئے بغیر گوشت کا گرنا۔

۳۔ کیڑے کا زخم سے یا ناک اور کان سے نکلنا۔

۴۔ عضو تناسل کو چھونا۔

۵۔ عورت کو چھونا۔

۶۔ قے جو منہ بھر نہ ہو۔

۷۔ بلغم کی قے اگرچہ بلغم زیادہ ہو۔

۸۔ نماز پڑھنے والے کا سو جانا اگرچہ وہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں ہو۔

مسواک کا بیان

مسواک کی اہمیت:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصلوۃ بسواك خير من سبعين صلوة بغير سواك (مشکوٰۃ:۱/۹۴)

(جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے اس کا ثواب ان ستر نمازوں سے زائد ہے جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے۔)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

لولا اشق علی امتی لا مرتھم بتاخیر العشاء وبالسواك عند كل صلوة (مشکوٰۃ:۱/۹۲)

(اگر مجھے اپنی امت کی مشکل کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو نماز عشا تاخیر سے ادا کرنے کا حکم دیتا اور ہر نماز میں مسواک کرنے کو کہتا۔)

مسواک کی سنتیں:

مسواک میں درج ذیل امور مسنون ہیں۔

۱-مسواک سیدھی ہو۔ ۲-ایک بالشت کے برابر ہو۔ ۳-زیادہ موٹی نہ ہو، چھوٹی انگلی کے برابر موٹی ہو۔ ۴-کسی تلخ لکڑی کی ہو۔ ۵-مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑنی چاہیے۔ ۶-دانتوں پر عرضاً کرنی چاہیے، طولاً نہیں کرنی چاہیے۔ ۷-کلی کے علاوہ تین بار جدید پانی (یعنی ہر بار نیا پانی) استعمال کرنا چاہیے۔ ۸-مسواک کو زبان پر رگڑتے ہوئے اُع، اُع کی آواز نکالنا۔ ۹-پہلے دائیں اور پھر بائیں مسواک کرنا۔

مسواک کے مکروہات:

۱-لیٹ کر مسواک کرنا۔ ۲-مٹھی سے پکڑ کر مسواک کرنا۔ ۳-مسواک کو چوسنا۔ ۴-فراغت کے بعد بغیر دھوئے مسواک رکھ دینا۔ ۵-بانس کی لکڑی کی مسواک کرنا بھی مکروہ ہے۔ (درمختار)

یہ تمام باتیں طبی مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ ان باتوں کے کرنے سے بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً مسواک کو مٹھی سے پکڑنے سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔ چت لیٹ کر مسواک کرنے سے تلی بڑھ جاتی ہے۔

مندرجہ ذیل اوقات میں مسواک کرنا مستحب ہے:

مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے لیکن مندرجہ ذیل اوقات میں زیادہ مستحب ہے۔

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت (خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے)

۲۔ وضو کرنے کے وقت۔

۳۔ تلاوت قرآن مجید کے وقت۔

۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔

۵۔ جب منہ میں کسی وجہ سے بدبو پیدا ہو جائے۔

نوٹ: ٹوتھ پیسٹ، منجن، انگلی سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔

مسواک کرنے کا مسنون طریقہ:

مسواک دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑیں کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے، درمیان والی تین انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا مسواک کے سرے پر ہو۔ پہلے سیدھی طرف کے اوپر کے دانتوں پر، پھر الٹی طرف کے اوپر کے دانتوں پر، پھر سیدھی طرف نیچے کی طرف، اور پھر الٹی طرف نیچے کی طرف مسواک کریں۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کریں۔ مسواک کم از کم تین بار کریں اور ہر بار دھو کر کریں۔ مسواک کے ریشوں میں جب تک کڑواہٹ ہو استعمال کرتے رہیں۔ کرنے سے پہلے بھگو لیں۔ جب مسواک قابل استعمال نہ رہے تو کسی جگہ دفن کر دیں یا احتیاط سے رکھ دیں۔

(فتاویٰ رضویہ ۱،۲۲۳)

وضو کا طریقہ

پہلے پاکی اور طہارت حاصل کرنے کی غرض سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دھوئے پھر تین بار منہ میں پانی ڈال کر کلی کرے (اگر مسواک ہو تو بہتر ورنہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کے ساتھ دانتوں کو ملے) پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرے۔ اس کے بعد منہ کو تین مرتبہ دھوئے اس طرح کہ لمبائی میں پیشانی کی چوٹی سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں دونوں کانوں کی لو تک تمام چہرہ اچھی طرح تر کرے۔ اگر داڑھی ہو تو اچھی طرح خلال کرے کہ پانی اس کی جلد (چمڑے) تک پہنچ جائے پھر دونوں ہاتھوں کی کہنیوں سمیت پہلے دایاں اور پھر بایاں ہاتھ دھوئے اور نئے پانی سے سر کا ایک بار مسح کرلے۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کی تینوں انگلیاں پھیرتا ہوا گدی تک لے آئے اور پھر گدی سے ہتھیلیاں پھیرتا ہوا واپس آئے۔ پھر انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے ساتھ کانوں کا مسح اس طرح کریں کہ شہادت کی انگلی کو کان کے سوراخ میں ڈالیں اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے پچھلے حصہ کا مسح کریں۔ دونون کانوں کا اسی طرح مسح کریں پھر انگلیوں کی پیٹھ کے ساتھ گردن کا مسح کریں اور انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر خلال کریں۔

گردن کا مسح کریں گلے کا مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد پہلے دایاں پاؤں اور پھر بایاں پاؤں تین تین بار دھوئیں اور اس میں انگلیوں کے درمیان والی جگہ اور ایڑیوں کا خاص طور پر خیال رکھیں تاکہ خشک نہ رہ جائیں۔ پہلے دونوں پاؤں اچھی طرح تر کرلیں۔ اس کے بعد دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے خلال شروع کریں اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو تر کریں، دو انگلیوں کے درمیان خلال کریں۔

نوٹ

» بعض لوگ پاؤں دھونے کی بجائے جرابوں پر مسح کرتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے اور

اس طرح وضو نہیں ہوتا، چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے۔

- وضو کے بعد جسم سے زائد پانی وہیں صاف کر دیں مسجد میں وضو کے قطرات نہیں گرنے چاہیں۔ اگر گریں تو یہ ناجائز ہے۔
- ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں اور شروع بھی تسمیہ سے کریں۔
- وضو شروع کرنے سے پہلے یہ نیت کریں کہ میں وضو کر رہا ہوں تاکہ میرے لیے نماز پڑھنا جائز ہو جائے اس نیت کا الگ ثواب ملتا ہے۔
- وضو کرتے وقت کسی سے نہ گفتگو کریں، نہ پانی ضائع کریں اور بالکل کم استعمال بھی نہ کریں کہ جسم خشک رہ جائے۔
- اگر جماعت میں دیر ہو اور مکروہ وقت بھی نہ ہو تو دو نفل تحیۃ الوضو پڑھیں۔
- اگر فجر کی اذان ہو چکی ہو تو اب تحیۃ الوضو نہ پڑھیں کیونکہ اس وقت نفل جائز نہیں۔
- کسی برتن یا لوٹے سے وضو کیا ہو تو اس کا بچا ہوا پانی قبلہ رُخ کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے اور اس میں شفا ہے۔

وضو کی مسنون دعائیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۱) تمام اعضائے وضو کو دھوتے وقت درود شریف اور کلمہ شہادت پڑھیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. (کتاب الاذکار، ص:۸۴)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ۝ (جامع ترمذی، حدیث رقم:۵۵)

(۲) کلی کرتے وقت

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۝ (منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۲)

''اے اللہ! تو میری مدد کر کہ میں قرآن کی تلاوت کروں، تیرا ذکر کروں تیرا شکر کروں اور تیری اچھی عبادت کروں''

(۳) ناک میں پانی ڈالتے وقت

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ.

(منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۲)

''اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سونگھا اور جہنم کی بو سے بچا۔

(۴) منہ دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ . (کتاب الاذکار:۴۹)

''اے اللہ! تو میرے چہرے کو روشن کردے جس دن کچھ چہرے روشن اور کچھ چہرے سیاہ ہوں''

(۵) داہنا ہاتھ دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا.

(منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۲)

''اے اللہ! میرا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دے اور مجھ سے حساب آسان کر''

(۶) بایاں ہاتھ دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ.

(منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۳)

''اے اللہ! میرا نامہ اعمال نہ بائیں ہاتھ میں دے اور نہ پیچھے سے''

(۷) سر کا مسح کرتے وقت

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ.

(منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۳)

''اے اللہ! مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ جس دن تیرے عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۸) کانوں کا مسح کرتے وقت

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔ (کتاب الاذکار، ص:۵۰)

''اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو بات سنتے ہیں اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں''

(۹) گردن کا مسح کرتے وقت

اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔ (منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۳)

''اے اللہ! میری گردن آگ سے آزاد کر''

(۱۰) داہنا پاؤں دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ۔ (منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۳)

''اے اللہ! میرا قدم پل صراط پر ثابت رکھ جس دن کہ اس پر قدم ڈگمگائیں گے''

(۱۱) بایاں پاؤں دھوتے وقت

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ۔ (منہاج الصلوٰۃ، ص:۱۹۴)

''اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، میری کوشش بارآور کر اور میری تجارت ہلاک نہ ہو''

اگر یہ دعائیں یاد نہ ہوں تو سب جگہ درود شریف پڑھے کہ یہی افضل ہے۔

(۱۲) وضو سے فارغ ہو کر

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ۔ (ترمذی حدیث ۵۵)

''اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں، پاک صاف رہنے والوں اور اپنے نیک بندوں میں سے کر''

گردن کا مسح

گردن کے مسح کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ یہ بدعت نہیں بلکہ مستحب ہے۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

مصرف اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

انه رای رسول الله ﷺ یمسح راسه حتی یبلغ القذال وما یلیه من مقدم العنق (نیل الاوطار ۱۸۰/۱، رواہ احمد)

(انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سر کا مسح کرتے حتی کہ گدی تک پہنچتے اور جو گردن کے اگلے حصے سے ملتے۔)

موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

من مسح قفاہ مع راسه وقی الغل یوم القیمة (نیل الاوطار: ۱۸۰/۱)

فرمایا: (رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے اپنے سر کے ساتھ گدی کا مسح کیا اس نے قیامت کے دن زنجیروں سے گردن کو بچالیا

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

من توضا ومسح بیدیه علی عنقه وقی الغل یوم القیمة وقال ان شاء الله هذا حدیث صحیح (نیل الاوطار: ۱۸۰/۱)

(جس شخص نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن کا مسح کیا قیامت کے دن گردن میں زنجیر سے بچ گیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔)

ہم نے غیر مقلدین کے امام علامہ شوکانی کی بیان کردہ احادیث سے ثابت کردیا ہے کہ گردن کا مسح بدعت نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

یہ بدعت نہیں

مولانا ثناء اللہ امرتسری اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۴ کے پرچہ کی اشاعت میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جو امر کسی غیر صحیح روایت میں آئے اس کی نسبت ثابت نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس کو بدعت بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس کی مثال گردن کا مسح ہے جو صحیح روایت سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے سنت نہیں، لیکن بدعت بھی نہیں۔

(اخبار اہلحدیث: ۲۱/۱۱/۱۹۶۶)

موزوں پر مسح

اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں امت کے لیے آسانی رکھی گئی ہے۔اس لئے سردی کے موسم میں اجازت دی گئی ہے کہ وہ موزے اتار کر پاؤں دھونے کی بجائے موزوں پر مسح کریں۔موزے چمڑے یا اس طرح کی کسی چیز کے ہوتے ہیں۔جرابوں پر مسح جائز نہیں۔موزوں پر مسح کرنے والا اگر مقیم ہے یعنی شرعی سفر پر نہیں تو ایک دن رات تک جب وضو کرے، مسح کرلے، لیکن ایک دن رات کے بعد موزے اتار کر پاؤں دھونے ہوں گے۔

موزوں پر مسح کے سلسلے میں درج ذیل باتوں کو پیش نظر رکھیں:

- موزے چمڑے کے ہوں، کپڑے یا نائیلون یا اونی کے نہ ہوں۔
- موزے پہننے سے پہلے وضو کرلیں۔ چاہے نماز کا وقت نہ ہو پھر موزے پہنیں یا صرف پاؤں دھو کر موزے پہنیں پھر وضو کریں۔
- موزے پہننے کے بعد جب پہلی مرتبہ بے وضو ہوں تو اس وقت سے مدت مسح شمار ہوگی۔
- مقیم آدمی ایک دن رات اور مسافر تین دن رات تک مسح کرسکتا ہے جب یہ وقت ختم ہو تو وضو ہونے کی صورت میں موزے اتار کر پاؤں دھولیں۔
- غسل فرض ہو جائے تو اب موزوں پر مسح نہیں ہوسکتا۔موزے اتار کر غسل کرلیں اور پاؤں بھی دھولیں۔

موزوں پر مسح کا حکم

موزوں پر مسح جائز ہے۔اس کا منکر بدعتی گمراہ ہے۔روافض اور خوارج کے نزدیک مسح جائز نہیں۔عام فقہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک موزوں پر مسح جائز ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا کہ وہ

موزوں پر مسح کرتے تھے۔اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے موزوں پر مسح کو اہل سنت و جماعت کی شرط قرار دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب دوپہر کے سورج کے مثل میرے پاس موزوں پر مسح کی احادیث آئیں تو میں نے مسح کے جواز کا قول کیا۔اس کا انکار کرنا صحابہ کبار کو خطا کی طرف منسوب کرنا ہے اور یہ بدعت ہے۔

کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جو موزوں پر مسح جائز نہ جانے مجھے اس کے کفر کا ڈر ہے۔بعض علماء نے کہا کہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد مسح منسوخ ہو گیا کیونکہ سورہ مائدہ مدنی ہے اور موزوں پر مسح پہلے کا مشروع ہے۔مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ نے کہا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔(سنن ترمذی: ۱/ ۱۱۹)

اور آپ رضی اللہ عنہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت پسند تھی۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جریر رضی اللہ عنہ کا اسلام بہت متاخر تھا۔اس لئے ان کی حدیث پر عمل کیا جائے گا۔اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی موزوں پر مسح کے عدم جواز سے رجوع کر لیا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ میں موزوں پر مسح میں اختلاف ہو گیا جب وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہوئے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم موزوں پر مسح سے انکار کرتے ہو اب اپنے والد جناب عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

موزوں پر مسح جائز ہے اگرچہ بیت الخلاء میں جاؤ۔

عن عبداللہ ابن عمر عن سعد بن ابی وقاص عن النبی ﷺ انه مسح علی الخفین وان عبداللہ بن عمر سال عمر عن ذلك فقال نعم اذا حدثك شیئاً سعد عن النبی ﷺ فلا تسال عنه غیرہ.

(صحیح بخاری:۱/۱۸۵)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا ہاں اور جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ تمہیں نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث بتائیں تو اس کے متعلق کسی دوسرے سے نہ پوچھا کرو)

موزوں پرمسح کی مدت اور پہنتے وقت طہارت کاملہ

شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کی مدت پوچھی تو آپ نے فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو کیونکہ وہ اکثر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

فقال جعل رسول اللہ ﷺ ثلاثة ایام ولیا لیهن للمسافر ویوماً ولیلة للمقیم.

(صحیح مسلم حدیث رقم:۵۴۷)

(رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی۔)

اس حدیث میں جمہور فقہاء کے مذہب پر واضح دلالت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت معین ہے۔ سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن اور ایک رات، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور فقہا کا یہی مذہب ہے۔ مدت کا آغاز موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوگا اس سے ہوگا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزوں کو پہنتے

وقت طہارت کاملہ شرط نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو۔ (عمدۃ القاری ۳/۱۰۲)

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط

جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نورالایضاح نے ان کی مندرجہ ذیل شرائط بیان کی ہیں۔

۱۔ موزوں نے ٹخنوں کو تمام اطراف سے چھپایا ہو یعنی پورا قدم ٹخنوں تک چھپا ہوا ہو۔ (درمختار)

۲۔ موزوں کو پہن کر چلنا ممکن ہو، مثلاً تین چار میل تک (طحطاوی)

۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔

۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کی جرم تک پہنچے۔ (مراقی الفلاح ہامش طحطاوی: ۷۶،۷۷)

جن چیزوں سے مسح ٹوٹتا ہے

۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہی سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ نیز مدت کے پورا ہونے پر بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۔ موزے اتارنے پر مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔ موزہ پھٹ جائے اور پاؤں آدھے سے زیادہ باہر ہو جائیں تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

مسح کرنے کا طریقہ

مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کا مسح دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے اور بائیں پاؤں کا مسح بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے کریں اور انگلیوں کو پاؤں کی پشت

کے سرے سے شروع کر کے پنڈلی تک کھینچیں۔ مسح کرتے وقت انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے۔

جرابوں پر مسح

یہ تمام شرائط چمڑے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں، سوتی یا اونی موزوں میں نہیں۔

علامہ شامی علیہ السلام نے لکھا ہے:

اگر بغیر جوتوں کے اون کے موزے پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ (درمختار: ۱/ ۲۴۱-۲۴۲)

اسی طرح نائیلون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جاسکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا۔ لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چمڑے کے موزوں پر مسح کیا جاسکتا ہے، اس لئے موجودہ دور کی جرابوں پر مسح کر کے نمازوں کو ضائع نہ کریں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

عام طور پر جرابوں پر مسح کرنے والے یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن المغيرة بن شعبة قال توضاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح على الجوربين والنعلين قال ابو عیسیٰ هذا حديث حسن صحیح (ترمذی: ۱/۱۲۹)

(حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور جوتوں اور موزوں پر مسح کیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔)

ہم اس کا جواب انہی کی کتاب فتاویٰ ثنائیہ سے پیش کرتے ہیں:

حدیث مذکورہ بلفظ **مسح على الجوربين والنعلين** ہے اور واؤ بمعنی مع ہے یعنی جوربین کے نعلین دونوں پر مسح کیا نہ صرف جوربین پر لہٰذا جوربین پر مسح کا استدلال اس حدیث سے ثابت نہ ہوا اور نہ صرف نعلین پر بھی مسح کرنا لازم ہوگا۔

نیز نیل الاوطار میں بحوالہ قاموس وغیرہ جورب کا معنی خف کبیر لکھا ہے اور خف چرمی ہوتا ہے اور اگر جورب کو سوتی اونی تسلیم بھی کیا جائے تو پھر اس چیز کا ثبوت ہونا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے جس جراب پر مسح کیا تھا وہ کس قسم کی تھی **"ولم یثبت نعینه واذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال"**

ہاں چند صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم سے مسح علی الجوربین ثابت ہے۔ (جس طرح مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول میں لکھا ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہیں کہ اس میں اجتہاد کو دخل نہ ہوتا حکماً حدیث مرفوع ثابت ہو۔ اس میں اجتہاد کو بھی دخل ہے اور علت منصوصہ نہیں جس سے استدلال صحیح ثابت ہو پھر صحابہ سے علت بھی منقول نہیں کہ کیا ہے نہ ہی روایت صاحب وحی سے نیز یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہ نے صرف جوربین پر مسح کیا یا مع النعلین بلکہ بعض صحابہ سے جوربین کے ساتھ نعلین پر ثابت ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے جورب کی تعین بھی ثابت نہیں کہ کس قسم کی تھی۔ چرمی یا غیر چرمی، پھر یہ مسئلہ قرآن سے ثابت ہوا نہ حدیث مرفوع صحیح سے، نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے، نہ چند صحابہ کے فعل اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین نص قرآن سے ثابت ہے۔ لہٰذا خف چرمی (جس پر مسح رسول اللہ سے ثابت ہے کے سوا جراب پر مسح ثابت نہیں ہوا۔)

واللہ اعلم۔ ملاحظہ ہو نیل الاوطار، نصب الرایہ وغیرہ ابوسعید شرف الدین دھلوی

(فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۴۲)

مولانا عبدالرحمان مبارکپوری غیر مقلد کی رائے

والحاصل انه لیس فی باب المسح علی الجوربین حدیث مرفوع صحیح قال عن الکلام (تحفۃ الاحوذی ۱/۱۰۲)

(خلاصہ کلام یہ کہ جرابوں پر مسح کرنے کے مسئلہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں ملتی جس پر جرح نہ ہو (یعنی سب احادیث مجروح ہیں۔)

پاؤں دھونے کا مسئلہ

قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع علماء سے وضو میں دونوں پاؤں کے ٹخنوں تک دھونے کی فرضیت ثابت ہے اور وضو میں پاؤں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

شیعہ مکتبہ فکر کے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وضو میں پاؤں پر مسح کیا جائے ان کو دھویا نہ جائے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے

یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین (المائدہ:٦)

(اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز ادا کرنے کے لئے تو (پہلے) دھلوا اپنے چہرے اور بازو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دھلوا اپنے پاؤں ٹخنوں تک)

ارجلکم کی قرأت

ابن کثیر، حمزہ، ابو عمرو اور ایک روایت سے ابوبکر کے مطابق عاصم نے ارجلکم پڑھا یعنی لام پر (زیر) پڑھی ہے۔ اگر اَرْجُلِکُمْ کی لام کے نیچے کسرہ یعنی زیر پڑھیں تو اس کا عطف بروسکم پر ہوگا اور سر کا حکم چونکہ مسح کرنا ہے۔ لہٰذا پاؤں کا حکم بھی مسح کرنا ہوگا۔

قراء میں نافع، ابن عامر، کسائی کی یہی قرأت ہے اور روایت حفص کی رو سے عاصم نے لام پر نصب (زبر) پڑھی ہے۔ صحابہ میں سے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی یہی قرات ہے۔

(الحاوی الکبیر: ۱/ ۴۹، تبیان القرآن ۳/ ۱۰۲)

اس قرأت کا تقاضا یہ ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہو۔ یعنی اس کا عطف وجوھکم ہوگا۔ جیسے ایدیکم کا اس پر عطف ہے اور اس کا معنی ہے وَاغْسِلُوْا اَرْجُلَکُمْ اپنے پاؤں کو بھی دھوؤ۔ یعنی اب معانی تینوں کا یہ ہوگا کہ اپنے چہرے، ہاتھ اور پاؤں دھوؤ اور

یہی قرات اس وقت دنیا میں موجود پڑھے جانے والے قرآنی نسخوں میں موجود ہے۔
دنیا میں ایک بھی نسخہ اسکے خلاف کہیں نہیں چھپا۔

دونوں میں تطبیق

اَرْجُلَکُمْ اور اَرْجُلِکُمْ دو متواتر قراءتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں تعارض نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی قرأت میں بھی تعارض نہیں ہے اور اَرْجُلَکُمْ کا معنی پاؤں دھونا اور اَرْجُلِکُمْ کا معنی مسح کرنا ہے۔ دراصل پاؤں کے دو حال ہوتے ہیں۔

۱۔ کبھی پاؤں پر موزے ہوتے ہیں۔ ۲۔ کبھی پاؤں پر موزے نہیں ہوتے۔

اب اگر پاؤں پر موزے ہوں تو حکم مسح کا ہوگا اور اس وقت اَرْجُلِکُمْ (لام کے نیچے زیر والی قرأت) پر عمل ہوگا۔

اگر موزے نہ پہنے ہوں تو اَرْجُلَکُمْ (لام پر زبر والی قرأت) پر عمل ہوگا یعنی پاؤں دھونے ہوں گے۔

گویا پاؤں پر موزے ہوں تو مسح کرلو اگر نہ ہوں تو دھولو۔ قرآن کریم کی دونوں قرأتوں پر عمل ہو جائے گا۔ اس طرح ان دونوں قرأتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں۔

فمن قراء بالنصب جعل العامل "اغسلوا" وبنى على ان الفرض فى الرجلين الغسل دون المسح وهذا مذهب الجمهور والكافة من العلماء وهو الثابت من فعل النبى ﷺ (الجامع لاحکام القرآن ابو عبداللہ قرطبی: ۶/۶۱)

(جس نے لام پر زبر پڑھی اس نے اس میں دھونے کو عامل مانا اور اسکی بنیاد یہ ہے۔ کہ پاؤں کے بارے میں فرض دھونا ہے۔ مسح کرنا نہیں۔ یہی جمہور کا مذہب ہے اور تمام علماء کا اور یہی کچھ رسول اللہ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے۔)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

علمائے شیعہ نے کہا کہ قاعدہ یہ ہے کہ وضو میں ان اعضاء کو دھویا جاتا ہے۔ جن پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء کو تیمم میں ترک کر دیا جاتا ہے۔ ان پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے۔ اگر وضو میں پیروں کو دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے نہ کہ دھونا۔

اس دلیل کا پہلا جواب یہ ہے کہ

یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور نہ حدیث میں یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے وہ چہرہ، ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ تو ان کو دھویا جائے اور جس عضو پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے تیمم یا وضو کو ایک دوسرے پر قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دونوں کے صراحتاً الگ الگ احکام بیان فرمائے ہیں اور ان دونوں کا تفصیلی حکم اسی آیت (المائدہ:٦) میں ہے۔

یاد رہے قیاس اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی چیز کا صراحتاً حکم بیان نہ کیا گیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح غسل کی بھی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقی بدن کو ترک کر دیا جاتا ہے تو چاہیے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو لیا جائے اور باقی بدن پر صرف مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا

جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

احادیث سے پاؤں دھونے کی دلیل

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک سفر میں نبی ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ ﷺ ہم سے آ ملے۔ اس دوران ہم نے عصر کی نماز میں دیر کر دی تھی۔ سو ہم وضو کرنے لگے اور پیروں پر مسح کرنے لگے تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے تین بار فرمایا "**ویل للاعقاب من النار**" ایڑیوں کے لئے نار جہنم کی خرابی ہے۔ (صحیح بخاری: ۱/۱۷۲)

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جن ایڑیوں کو نہ دھویا گیا ہو ان کو آگ کا عذاب ہو۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۴۲، ۲۴۱، ۲۴۰۔ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۱، سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: ۹۷، سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۱۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۵۰، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۵۷)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

مغیرہ بن حنین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے دیکھا ایک شخص وضو کر رہا تھا اور اپنے پاؤں دھو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔

حارث بیان کرتے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔

ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پاؤں میں ناخن جتنی جگہ کو دھونے سے چھوڑ دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اپنے وضو اور نماز کو دہرائے۔ (جامع البیان: ۲/۱۷۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل

اب ان حضرات کی کتب سے ایک دو حوالہ جات پیش کیئے جاتے ہیں تاکہ حق واضح ہو جائے۔

ابو دحیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا آپ نے پہلے اپنے ہاتھوں کو خوب پاک صاف کیا۔ پھر تین مرتبہ کلی کی پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا پھر تین مرتبہ چہرہ مبارک دھویا پھر بازوؤں کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر ایک مرتبہ سر کا مسح کیا پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے اس کے بعد فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ تمہیں دکھاؤں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی)

سید شریف رضی نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے وضو کی جو تفصیل بیان کی ہے۔ اس سے بھی پاؤں دھونا ثابت ہے۔ (نہج البلاغہ)

کتب شیعہ میں پاؤں دھونے کی متعدد روایات ائمہ سے منقول ہیں۔ حضرت امام موسیٰ رضا کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند ابن یقطین نے وضو کی ترکیب کے متعلق استفسار کیا تو حضرت نے یہ جواب دیا۔

والذی امرك به فی ذلك ان تتمضمض ثلاثاً و تستنشق ثلاثا وتغسل وجهك ثلاثا و تخلل شعر لحيتك و تغسل يدك الى المرفقين و تمسح راسك كله و تمسح ظاهرا ذنيك و باطنها و تغسل رجليك الى الكعبين ثلاثا و لا تخالف ذلك الى غيره

(کشف الغمہ: ۳/۲۴)

(اس بارے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تین مرتبہ کلی کرو، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھوؤ۔ اپنی داڑھی کے بالوں کا خلال کرو دونوں بازوؤں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوؤ۔ اپنے پورے سر کا مسح کرو۔ کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت تین مرتبہ دھوؤ آخر میں فرمایا اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔)

اس کے بعد جھگڑے کی گنجائش نہیں رہتی۔

غسل کا بیان

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان کنتم جنبا فاطھروا (اور اگر تم ناپاک ہو جاؤ تو خوب طہارت حاصل کرو)

(المائدہ: ٦)

غسل کا لغوی معنی ہے انسان کا اپنے بدن پر پانی بہانا اور اس کو ملنا اور شرعی معنی ہے کہ کسی مخصوص وجہ کی بنا پر پورے جسم پر پاک پانی بہانا۔

اقسام غسل

غسل کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

فرض غسل

مندرجہ ذیل صورتوں میں انسان پر غسل فرض ہو جاتا ہے:

۱- شہوت کے ساتھ منی کا کود کر نکلنا۔

۲- عورت سے مرد کا مباشرت کرنا۔

۳- شرم گاہوں کا آپس میں مل جانا۔ اگر چہ انزال نہ ہو۔

۴- نفاس کی وجہ سے۔

۵- حیض کی وجہ سے۔

نوٹ: اگر منی مشقت، خوف اور پیشاب کے ساتھ بغیر شہوت کے نکلے تو غسل فرض نہیں ہوگا۔ کیونکہ اصل میں یہ منی نہیں بلکہ ایک اور مادہ ودی ہے۔

واجب غسل

میت کو غسل دینا واجب ہے۔

سنت غسل

مندرجہ ذیل امور کے لیے غسل کرنا سنت ہے:

۱۔ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے۔
۲۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ کی نمازوں کے لیے۔
۳۔ احرام باندھتے وقت۔
۴۔ عرفہ کے دن غسل کرنا۔

مستحب غسل

مندرجہ ذیل امور کیلئے غسل کرنا مستحب ہے:

۱۔ کافر کا اسلام قبول کرنے کے بعد۔ ۲۔ شب برات کے روز۔
۳۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے۔ ۴۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے۔
۵۔ حاجیوں کو مزدلفہ میں ٹھہرنے کیلئے ۶۔ دخول مکہ اور مدینہ کے لیے۔
۷۔ طواف زیارت کے لیے۔ ۸۔ نماز کسوف کے لیے۔
۹۔ نماز استسقاء کے لیے۔ ۱۰۔ خوف سے نجات حاصل کرنے کیلئے۔
۱۱۔ شدید تاریکی کے کافور ہونے بعد۔ ۱۲۔ روحانی مجالس میں شرکت کے لیے۔
۱۳۔ کسی بھی نیک کام کا آغاز کرنے سے پہلے۔ ۱۴۔ میت کو غسل دینے کے بعد۔
۱۵۔ نشہ کے ختم ہو جانے کے بعد۔ ۱۶۔ گناہ سے توبہ کے وقت۔

جن پر غسل واجب ہے

۱۔ جن پر غسل واجب ہے، ان کو چاہئے کہ وہ غسل میں خواہ مخواہ تاخیر نہ کریں، کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے: جس گھر میں ناپاک آدمی ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

۲۔ غسل میں اتنی تاخیر کردی کہ نماز کا وقت اخیر ہو گیا تو گنہگار ہو گا۔

۳۔ اگر ناپاک شخص کھانا پینا چاہتا ہے تو وضو کرے یا کم از کم ہاتھ منہ دھو کر کلی کرے۔ لہٰذا ایسا کیے بغیر کھائے گا تو گناہ نہیں مگر مکروہ ہے۔

۴۔ رمضان شریف میں صبح ہونے سے پہلے نہا لیا جائے۔ اگر غسل نہ کیا تو روزہ رکھنے سے پہلے کامل وضو کلی اور ناک میں پانی ڈال لے۔ اگرچہ اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا مگر روزہ کی صورت میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔

ناپاکی میں مندرجہ ذیل امور ممنوع ہیں:

ناپاک مرد و عورت (جن پر غسل واجب ہے) اور حیض و نفاس والی عورت کے لیے مندرجہ ذیل امور ممنوع ہیں:

مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن مجید کو چھونا، بغیر چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا، کسی آیت کا لکھنا، قرآنی آیات کا تعویذ لکھنا، ایسے تعویذ کا چھونا اور ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جس پر حروف مقطعات نقش ہوں۔

غسل کے فرائض

غسل کے مندرجہ ذیل تین فرض ہیں:

۱- غرارہ کرنا اس طرح کہ پانی حلق کی جڑ تک پہنچ جائے لیکن روزے کی حالت میں زیادہ نہ کیا جائے۔
۲- ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا۔
۳- سارے بدن پر پانی بہانا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ اگر بغیر کسی عذر شرعی کے ایک بال بھی خشک رہ گیا تو غسل نہیں ہوگا۔

غسل کی سنتیں

غسل کی مندرجہ ذیل سنتیں ہیں:

۱- تسمیہ سے آغاز کرنا (اگر کپڑے اتارے ہوں اور جسم ننگا ہو تو دل میں پڑھے زبان سے نہ پڑھے، نیز غسل خانہ میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے۔)
۲- پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے۔
۳- اگر نجاست لگی ہو تو اسے دور کرے۔
۴- دونوں ہاتھوں کو کلائی تک دھونا۔
۵- شرم گاہ کا دھونا اگرچہ نجاست نہ لگی ہو۔
۶- غسل سے پہلے وضو کرنا جس طرح نماز کے لئے کیا جاتا ہے۔
۷- ہر عضو کا تین مرتبہ دھونا۔
۸- سر کا مسح کرنا، لیکن پاؤں کو آخر میں دھونا۔
۹- پورے بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا۔
۱۰- پانی بہانے کا آغاز سر سے کرنا۔
۱۱- کندھوں میں پہلے دائیں کندھے پر اور پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالنا۔
۱۲- سارے جسم کو اچھی طرح مل کر دھونا۔
۱۳- پے در پے غسل کرنا۔
۱۴- دوران غسل قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا۔

۱۵۔ بات چیت نہ کرنا۔

۱۶۔ غسل خانہ میں نہانا یا کوئی کپڑا ناف سے گھٹنوں تک باندھ کر نہانا۔

۱۷۔ عورتوں کا بیٹھ کر نہانا۔

مندرجہ بالا چیزوں میں سے اگر کوئی چیز رہ جائے تو غسل ہو جائے گا۔ مگر ترک سنت کی کراہت رہے گی۔

نوٹ

۱۔ سر کے بال اگر گندھے ہوئے نہ ہوں تو تمام بالوں کی نوک سے جڑ تک پانی پہنچانا فرض ہے اور اگر گندھے ہوئے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ انہیں کھول کر نوک سے جڑ تک پانی بہائے اور عورت کے لئے کھولنا ضروری نہیں ہے۔ صرف بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانا کافی ہے۔

۲۔ جسم میں جہاں سلوٹیں اور جھریاں ہوں ان کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے اگر کسی عضو پر زخم ہو یا پانی بہانا نقصان دہ ہو تو اس پورے عضو کا مسح کر لیں۔ اگر زخم پر پٹی ہو تو صرف پٹی کا ہی مسح کافی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ پانی سے دھو کر جھٹک دیں اور پھر انہیں پٹی پر پھیر دیں۔

۳۔ اگر کوئی بیماری ہو جس میں غالب گمان ہو کہ سر پر پانی بہانے کی صورت میں مرض بڑھ جائے گا یا اور امراض پیدا ہو جائیں گے۔ تو گردن سے نہالیں اور سر پر گیلا ہاتھ پھیر لیں۔

۴۔ روٹی پکانے والوں کے ناخنوں میں آٹا۔ کاتبوں کے ناخنوں پر سیاہی، اس طرح دوسرے کام کرنے والوں کے ناخنوں پر اگر کوئی ٹھوس چیز ہو اور اس کے صاف کرنے میں مشکل پیش آتی ہو۔ تو بغیر صاف کیے وضو اور غسل صحیح ہو جائے گا لیکن حتیٰ الامکان کوشش کرے کہ اتر جائے۔

غسل کا طریقہ

غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی باپردہ جگہ پر غسل کریں اور بہتر یہ ہے کہ وہاں بھی کوئی کپڑا باندھ کر غسل کریں پانی کی بالٹی وغیرہ اس طرح رکھیں کہ غسل کرتے وقت پانی کے چھینٹے اس میں نہ پڑیں۔ اس کے بعد کسی ڈول وغیرہ کے ساتھ پانی لے کر پہلے دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ کلائیوں تک دھوئیں پھر استنجا کریں یعنی شرم گاہوں کو دھوئیں۔ اگر کہیں نجاست لگی ہو تو پہلے اسے صاف کرلیں پھر وضو کریں اور وضو کے بعد تین مرتبہ پہلے سر پر پھر تین مرتبہ داہنے کندھے پر اور پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی ڈالیں اور پھر کم از کم سارے جسم پر پانی بہائیں اور خوب ملیں۔ جسم پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت ہے۔ اس کے بعد جسم کو تولیے وغیرہ سے خشک کرلیں۔ اس طرح آپ کا غسل مکمل ہو جائے گا۔

ضروری احتیاطیں

۱۔ غسل کرتے وقت بلاضرورت گفتگو نہ کریں۔

۲۔ غسل کرتے وقت بسم اللہ وغیرہ کچھ نہ پڑھیں۔

۳۔ غسل کے دوران وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید ننگے جسم وضو نہیں ہوتا لیکن ایسی بات نہیں۔

۴۔ غسل کرتے وقت جو وضو کیا ہے اس کے ساتھ نماز پڑھیں نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ محض پانی کا ضیاع ہے۔

۵۔ جب جسم ناپاک ہو جائے اور غسل فرض ہو جائے تو فوراً غسل کریں زیادہ دیر تک ناپاکی کی حالت میں رہنا مناسب نہیں۔

چند ضروری اصطلاحات

عورتوں کے متعلق چند اصطلاحات کی وضاحت کی جاتی ہے۔

حیض

مخصوص مدت کے بعد بالغہ عورت (جو نہ تو بیمار ہو اور نہ حاملہ ہو اور نہ ہی نا اُمیدی کی عمر کو پہنچی ہو) کی فرج سے خارج ہونے والے خون کو حیض کہتے ہیں۔ اس کی کم سے کم مدت تین دن ہے اور درمیانی مدت پانچ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ اس کو عرف عام میں ماہواری بھی کہتے ہیں۔

نفاس

وہ خون جو عورت کو بچہ کی ولادت کے بعد آتا ہے اس کو نفاس کا خون کہتے ہیں۔ اس کی کم سے کم یا اوسط مدت کوئی نہیں، زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔

استحاضہ

یہ بیماری کا خون ہوتا ہے۔ جو تین دن سے کم اور حیض میں دس دن اور نفاس میں چالیس دن سے زیادہ آنے والا خون ہوتا ہے۔

استحاضہ کا حکم

۱۔ اس صورت میں عورت کے لیے وقتی نماز کے لیے وضو کر کے نماز ادا کرنا ضروری ہے اگر وہ نماز نہیں پڑھتی تو سخت گنہگار ہوگی۔

۲۔ نفاس کی صورت میں بھی اگر خون چالیس دن سے پہلے بند ہو جائے اور اسے یقین ہو کہ خون دوبارہ نہیں آئے گا تو عورت کو چاہیے کہ غسل کرے اور نماز پڑھے خواہ مخواہ نماز کو ترک نہ کرے،

شیر خوار بچے کے پیشاب کا مسئلہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی نے بیان کیا ہے کہ شیر خوار بچے کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

فقہائے شافعیہ نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ بچے کے پیشاب آلودہ کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلودہ کپڑے کو دھونا واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور فقہائے کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔

(شرح صحیح مسلم ۱/۱۳۹ علامہ یحییٰ بن شرف نووی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فقہائے شافعیہ کا استدلال ان احادیث سے ہے۔ جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لئے ''نضح'' کا لفظ آیا ہے وہ کہتے ہیں نضح کا معنی پانی چھڑکنا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں نضح کا معنی دھونا ہے اور نضح کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے میں یہ دلیل ہے کہ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی۔ میں نے اس کے متعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیا محسوس کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھی۔ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ سوال کریں تو انہوں نے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنی شرم گاہ کو دھوئے اور وضو کرے۔

(عمدۃ القاری: ۳/۱۳۱)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور پھر فرماتے ہیں: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا وجد احدکم فلینتضح فرجه ولیتوضا وضو الصلوٰۃ (جب تم میں سے کوئی یہ چیز دیکھے تو اپنی شرمگاہ کو دھو کر اس طرح وضو کرے جس طرح نماز کے لئے کیا جاتا ہے۔)

(سنن ابی داؤد حدیث رقم ۱/۲۰۷-۱۶۶)

ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شرم گاہ کو دھوئے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ شرم گاہ پر نضح کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نضح کا معنی دھونا بھی ہے۔ نیز سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شرم گاہ پر مذی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں بلکہ دھونا ضروری ہے۔

فقہائے احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نجاست اور پیشاب سے آلودہ چیزوں کو دھونے کا بالعموم حکم دیا گیا ہے اور یہی تقویٰ کے قریب ہے۔

منی کا کھرچنا

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ منی تر ہو تو دھونا چاہیے اور خشک ہو تو کھرچ دینا چاہیے۔

قرآن کریم سے منی کی پلیدی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به ویذهب عنکم رجز الشیطان (انفال ۱۱) (اور اتارا اس نے تم پر آسمان سے پانی تاکہ اس کے ساتھ تمہیں پاک کرے اور تم سے شیطان کی نجاست دور کرے۔)

معلوم ہوا کہ منی جب انسان سے خارج ہو جاتی ہے تو رجز الشیطن کا حکم رکھتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے تو یہ استدلال غلط ہے کیونکہ

جب خون بدن میں ہوتا ہے تو پاکی کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن جب بدن سے علیحدہ ہو جائے تو پلید ہے۔ اسی طرح جسم انسانی کی کوئی چیز جب تک ساتھ ہے مضائقہ نہیں جب علیحدہ ہو جائے تو پلید ہے۔ جب تک انسان کے اندر ہے، رحم میں آ جائے تو بھی پاکی کا حکم نہیں رکھتی بلکہ جس کے اخراج سے انسان کا تمام بدن قابل غسل ہو جاتا ہے وہ شے خود کیسے پاک ہو سکتی ہے۔ اسی لئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''**رجز الشیطن**'' آپ لوگ اسے کیسے پاک کہہ سکتے ہیں؟

دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

الم نخلقکم من ماء مهین (کیا تم کو ذلیل پانی سے پیدا نہیں فرمایا۔)

(المرسلٰت: ۲۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منی کو **ماء طهورا** نہیں فرمایا بلکہ **ماء مهین** فرمایا: اگر منی پاک ہوتی تو **ماء طهورا** کہا جاتا۔

جب تک ماء ہے بہنے والا ہے **ماء مهین** ہے جب تک کہ بچہ نہ بنے۔ اس میں روح نہ پڑے پاک نہیں ہوتا۔ اس کو پاک کرنے والی چیز روح ہے اگر روح نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

بعض لوگ یہاں پر منی کے پاک ہونے پر دلیل دیتے ہیں کہ منی انبیاء کی ولادت کی اصل ہے۔ اس لئے پاک ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنان خدا مثلاً فرعون، ہامان اور ابوجہل کی ولادت کی بھی اصل ہے، اس لئے اسے نجس ہونا چاہیے۔

نیز **علقة** (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے، وہ بھی پاک ہونا چاہیے۔ لہٰذا ان کی یہ دلیل بھی غلط ہے۔

منی کو دھونے کا احادیث سے ثبوت

یاد رہے کہ جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں تو اسے تر حالت میں بھی دھونا واجب نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ خشک ہو تو کھرچ لیں اور اگر تر ہو تو دھو لیں یہ درست نہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا وہ اس کپڑے میں جس میں بیوی کے پاس جاتا ہے نماز پڑھ سکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم الا ان یری فیہ شیا فیغسلہ (ہاں مگر اس میں کوئی نجاست دیکھے تو دھو ڈالے۔)

(ابن ماجہ حدیث رقم: ۵۸۴)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

کنت اغسل الجنابۃ من ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیخرج الی الصلوٰۃ وان بقع الماء فی ثوبہ (میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت (منی) دھوتی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے جاتے حالانکہ پانی کی تری آپ کے کپڑوں میں ہوتی تھی۔)

(صحیح بخاری حدیث رقم: ۲۲۶)

اسی طرح کا مضمون صحیح بخاری کی دیگر احادیث میں بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ منی پلید ہے اور جس کپڑے پر لگ جائے، اس کا دھونا ضروری ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیتیں اور زمین پر رگڑ دیتیں، ان کا مطلب کیا ہے؟

اس سوال کے درج ذیل جوابات ہیں۔

۱۔ خشک منی کو اس لئے رگڑا جاتا ہے تاکہ دھونے میں آسانی ہو۔ تراوت کا نشان اس وقت اگر اوپر سے خشک ہو جائے تو دھونے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

۲۔ زمین سے اس لئے رگڑ دیتے ہیں تاکہ اس کی تراوت سے دوسرے کپڑے پلید

نہ ہوں۔

۳- باقی رہا یہ کہ اس کھرچے ہوئے اور رگڑے ہوئے کپڑے کو بھی آپ ﷺ نے استعمال بھی فرمایا ہے کہ نہیں؟

تو جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ منی سے کپڑے کو دھو کر تر (گیلا) ہی پہن کر تشریف لے گئے۔ لیکن رگڑے یا کھرچے ہوئے کو استعمال نہیں کیا۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ

تم کسی صحیح حدیث سے دکھا دو کہ آپ ﷺ نے کپڑے سے منی کو کھرچا اور منی سے رگڑا ہوا اور پھر اسے پہن کر نماز پڑھی ہو۔

۴- آپ ﷺ نے ہمیشہ کپڑا اتار کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیا تا کہ دھو دیں اور آپ ہمیشہ اس کو دھو کر دیتی تھیں۔ اگر صرف رگڑنے یا کھرچنے سے کام چلتا ہوتا تو یہ مشکل کام نہ تھا۔ آپ ﷺ خود فرما سکتے تھے۔ مگر آپ نے ہمیشہ اسے دھو کر استعمال کیا۔ یہ بھی منی کے پلید ہونے کی دلیل ہے۔

(فتفکر و تدبر یا ولی الابصار)

۵- محدثین نے بھی اس کا ایک جواب دیا ہے۔

سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا اور پندرہ برس کی عمر میں آپ ﷺ سے حدیثیں سنیں۔ جب حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوا آپ کی عمر اس وقت پندرہ برس تھی۔ فرمایا سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہ مجھے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی:

ان الفتیا التی کانوا یفتون بها فی قوله: الماء من الماء رخصة کان رسول الله ﷺ رخص فیها فی اول الاسلام ثم امر بالاغتسال بعد

(سنن دارمی: ۱/۱۰۳)

(جوان آدمی جب الماء من الماء کے بارے میں فتویٰ پوچھتے تو آپ رخصتی کا فتویٰ دیتے نبی کریم ﷺ الماء من الماء کی رخصت شروع اسلام میں دیتے تھے۔ پھر بعد میں آپ ﷺ نے دھونے کا ارشاد فرما دیا۔)

مذی، ودی اور منی میں فرق

ان تینوں میں فرق جاننا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ان کے مسائل بھی مختلف ہیں۔

۱- مذی

سفید پتلا پانی ہوتا ہے جو شہوت کے وقت نکلتا ہے، لیکن شہوت کے ساتھ اور اچھل یا کود کر نہیں نکلتا۔ بعض اوقات اس کے نکلنے کا احساس نہیں ہوتا۔ مردوں کی نسبت عورتوں میں مذی زیادہ ہوتی ہے، اس سے غسل فرض نہیں ہوتا مگر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲- ودی

سفید رنگ کا لیس دار پانی ہوتا ہے جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے۔ اس سے غسل فرض نہیں ہوتا مگر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۳- احتلام

حلم سے بنا ہے جس کا معنی ہے خواب۔ اصطلاح میں احتلام سے مراد خواب میں جماع کا دیکھنا ہے۔ جس کے ساتھ انزال بھی ہوتا ہے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کو احتلام ہوتا ہے۔ (چونکہ یہ شیطانی اثر ہے لہٰذا اس سے انبیائے کرام علیہم السلام محفوظ و معصوم ہوتے ہیں)

مسئلہ

۱- اگر کسی شخص کو احتلام یاد ہو مگر رطوبت نہ ہو تو غسل فرض نہیں ہوگا۔

۲- احتلام یاد نہ ہو مگر رطوبت پائی جائے تو غسل فرض ہوگا۔

۳- رطوبت مذی، ودی یا احتلام کی صورت میں کپڑے کو لگ جائے تو دھونا ضروری ہوگا۔

تیمّم کا بیان

اسلام ایک آسان دین ہے۔اس کے احکام میں انسان کی فطری کمزوریوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کے اکثر احکام کا آسان بدل موجود ہے۔اگر آپ وضو یا غسل نہیں کر سکتے تو تیمّم کر لیں۔

ارشاد ربانی ہے:

فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم ان اللہ کان عفواً غفوراً (النساء: ۴۳/۱)

(پھر نہ پاؤ تم پانی تو اس صورت میں تیمّم کرلو پاک مٹی سے اور (اس کا طریقہ یہ ہے) کہ ہاتھ پھیرو اپنے چہرے پر اور اپنے بازوؤں پر بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا، بڑا بخشنے والا ہے۔)

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا

الصعید الطیب وضوء المسلم ولوالیٰ عشر سنین فاذا وجدت الماء فامسہ جلدك فان ذلك خیر (ابو دنود ۱/۱۷۱)

(پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے خواہ دس سال گزر جائیں جب تمہیں پانی ملے تو اپنے جسم پر بہالو کیونکہ یہ بہتر ہے)

تیمّم مندرجہ ذیل صورتوں میں جائز ہے

بیماری

پانی سے وضو کرنے یا غسل کرنے کی صورت میں بیماری بڑھتی ہو یا دیر سے تندرست ہونے کا خدشہ ہو تو خواہ مریض نے خود آزمایا ہو یا کسی مسلمان طبیب

نے کہا ہو تو تیمم کرنا چاہیے۔ اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو اور غسل کرے۔

پانی کا نہ ملنا

پانی چاروں طرف سے ایک میل دور ہو۔ آس پاس کہیں بھی پانی نہ ہو یا غالب گمان ہو کہ پانی نہیں ملے گا تو تیمم کر سکتا ہے۔

ڈر اور خوف

۱- ایسی عورت جسے خوف ہو کہ وہ پانی لینے گئی تو کوئی بدچلن میری عصمت داغدار نہ کر دے تو اسے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے تیمم کر لینا چاہیے۔

۲- ایک شخص مفلس ہے، اس کو خوف ہے کہ اگر پانی لینے کے لئے جاؤں گا تو قرض خواہ مجھے قید کر دے گا تو ایسی حالت میں بھی تیمم جائز ہے۔

۳- پانی ایسی جگہ ہے جہاں سے سانپ، بھیڑیا، شیر یا کوئی اور جان کا دشمن موجود ہو اور جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں تیمم جائز ہے۔

۴- اگر خود یا کوئی دوسرا آدمی سخت پیاسا ہو اور پانی اتنا نہ ہو کہ پیاس بجھا لے اور وضو بھی کر لے تو ایسی صورت میں بھی تیمم کرنا درست ہے۔

۵- نماز جنازہ، نماز کسوف، خسوف اور عیدین کی نمازیں فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے پڑھ لے کیونکہ ان کی قضاء نہیں۔

۶- پانی تو نقصان دہ نہ ہو مگر وضو کے لئے حرکت سے نقصان ہوتا ہو تو بھی تیمم کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی نے آنکھیں بنوائی ہوں۔

تیمّم کے چند اصول وضوابط

۱۔ غسل اور وضو دونوں کا تیمّم ایک ہی طرح کا ہوتا ہے۔

۲۔ ایک مٹی سے کئی آدمی تیمّم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک آدمی کے تیمّم کرنے سے مٹی مستعمل نہیں ہوتی جبکہ اس کے برعکس پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص خود مجبور ہو، تیمّم نہ کر سکتا ہو تو دوسرا شخص کروا سکتا ہے مگر نیت مجبور شخص کو کرنا ہوگی۔

۴۔ جمعہ کی نماز کے لئے تیمّم نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے قائم مقام نماز ظہر موجود ہے۔

۵۔ جو تیمّم رکوع و سجود والی نماز کے لئے کیا جائے اس سے مختلف عبادتیں کی جا سکتیں ہیں مگر جو تیمّم کسی اور عبادت کے لئے کیا جائے اس سے رکوع، سجود والی فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتے۔

۶۔ جب تک پانی پر قدرت نہ ہو ایک ہی تیمّم سے مختلف اوقات کی نمازیں ادا کی جا سکتیں ہیں۔ مثلاً ظہر کے لئے تیمّم کیا مگر پانی نہ ملا اور کوئی امر وضو توڑنے کا سبب بھی نہ بنا تو اس ظہر والے تیمّم سے عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ اگر پانی تلاش کیے بغیر تیمّم کر کے نماز پڑھ لی تو پھر پانی مل گیا تو نماز لوٹانا ہوگی۔

تیمّم کن چیزوں سے نہ کیا جائے

۱۔ وہ چیز جو زمین کی جنس سے نہ ہو:

۲۔ جس چیز پر نجاست گری ہو اور وہ سوکھ گئی ہو۔

۳۔ وہ نمک جو پانی سے بنتا ہے۔

۴۔ چاندی، سونا، تانبا، بوتل، لوہا، پلاسٹک وغیرہ۔

تیمّم کن چیزوں سے کیا جائے

مندرجہ ذیل چیزوں سے تیمّم جائز ہے:

۱۔ ہر وہ پاک چیز جو زمین کی جنس سے ہو تیمّم جائز ہے۔(زمین کی جنس سے وہ چیزیں مراد ہیں جو آگ میں جلانے سے نہ تو راکھ بنتی ہوں نہ پگھلتی ہوں اور نہ نرم ہوتی ہوں۔ مثلاً پاک مٹی، پاک زمین، ریت، سیمنٹ، پتھر، چونا (ان سے بنی ہوئی دیوار) مٹی کا برتن جس پر روغن نہ ہو۔ پکی اینٹ۔ گیرو اور ملتانی گاچی وغیرہ۔

۲۔ ایسے غبار سے تیمّم جائز ہے جو شیشے اور لکڑی وغیرہ پر لگا ہو۔

تیمّم کے فرض

تیمّم کے مندرجہ ذیل تین فرض ہیں:

۱۔ پاکی حاصل کرنے کی نیت سے تیمّم کرنا۔

۲۔ پورے منہ پر ہاتھ پھیرنا، اس طرح کہ کوئی معمولی سا حصہ بھی باقی نہ رہے۔

۳۔ دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصہ باقی نہ بچے۔

نوٹ

عورتوں کو چاہیے کہ اگر چوڑیاں یا زیور پہن رکھا ہو تو اسے ہٹا کر تیمّم کریں۔ اسی طرح گھڑی انگوٹھی وغیرہ بھی ہٹا دی جائے۔

تیمّم کی سنتیں

تیمّم کی مندرجہ ذیل سنتیں ہیں۔

۱۔ بسم اللہ پڑھنا۔

۲۔ ہاتھوں کو زمین پر مارنا۔

۳۔ انگلیاں کھلی رکھنا۔

۴۔ ہاتھوں پر مٹی زیادہ لگ جائے تو جھاڑنا۔

۵۔ داڑھی کا خلال کرنا۔

۶۔ چہرے اور ہاتھوں کا پے در پے مسح کرنا۔

۷۔ انگلیوں کا خلال کرنا

۸۔ پہلے منہ اور پھر ہاتھوں کا مسح کرنا

۹۔ پہلے دائیں ہاتھ پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

تیمّم کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے

۱- جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۲- مرض ختم ہو جانے کی صورت میں تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔

۳- پانی مل جانے کی صورت میں تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔

۴- عذر جس کے باعث تیمّم کیا، ختم ہو جانے کی صورت میں تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔

تیمّم کا طریقہ

پہلے نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمّم کرتا ہوں۔ پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو زمین کی قسم سے ہو ایک بار مار کر سارے چہرے کا مسح کرے کہ کوئی جگہ مسح کے بغیر نہ رہے۔ پھر اسی طرح ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخنوں سے لے کر کہنیوں سمیت مسح کرے کہ کوئی جگہ مسح کے بغیر نہ رہے۔

نوٹ

۱- وضو اور غسل کے لئے تیمّم کا طریقہ ایک ہی ہے۔ صرف نیت کا فرق ہے۔ اگر وضو کے لیے تیمّم کرنا ہو تو وضو کی نیت کرے اور اگر غسل کے لئے تیمّم کرنا ہو تو غسل کی نیت کرے۔

۲- ہاتھوں کو غبار زیادہ لگ جانے کی صورت میں ایک ہاتھ کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کی انگوٹھے کی جڑ پر مار کر جھاڑیں تاکہ چہرہ بدنما نہ لگے۔

۳- انگوٹھی، چھلہ، چوڑیاں اور گھڑی پہنی ہو تو اس کو اتار کر یا ہٹا کر اس کے نیچے ہاتھ پھیرنا فرض ہے۔

اذان واقامت کا بیان

اذان کی ابتداء

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی کتاب البدایہ والنہایہ (۳/۳۳۱) میں لکھتے ہیں۔
''اذان کی ابتداء ہجرت کے پہلے سال ہوئی''۔

اذان کی تاریخ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے تھے اور اس وقت کوئی شخص اذان نہیں دیتا تھا۔ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس مسئلہ پر گفتگو کی۔ بعض نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بجاؤ۔بعض نے کہا یہودیوں کی طرح سینگھ بنا لو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کر لیتے جو نماز کے لیے لوگوں کو آواز دے کر بلائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رضی اللہ عنہ اٹھو اور لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤ۔
(صحیح مسلم حدیث رقم: ۷۴۱)

ایک اہم نکتہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کو ناپسند کیا کیونکہ اسلام اپنے لئے ایک مستقل نظام کا متقاضی ہے اسلام کسی اور مذہب کا تابع نہیں تمام مذاہب کا ناسخ اور مستقل دین ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلا لیا جائے۔ یہ اذان کی معروف صورت نہیں تھی۔اس سے محض دعوت وندا مقصود تھی، حضرت عمر کی اس رائے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمالیا۔
اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان کے کلمات کہتے ہوئے سنا۔امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم بوقت صبح بارگاہ رسالت میں حاضر

ہوئے اور میں نے اپنا خواب بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سچا خواب ہے تم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے ان کو وہ کلمات بتاتے جاؤ جو تمہیں خواب میں بتائے گئے ہیں اور وہ ان کلمات کے ساتھ لوگوں کو نماز کی طرف بلائیں۔ راوی فرماتے ہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سنی تو سیدھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کیلئے چل پڑے (جلدی کی وجہ سے) آپ اپنی چادر کو گھسیٹتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے راوی کہتے ہیں کہ اس پر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ زیادہ مضبوط ہوگئی ہے۔

(سنن ترمذی حدیث رقم ۱۸۰)

اذان کی مشروعیت

اذان کی مشروعیت کا دارومدار حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خواب پر نہیں کیونکہ اصحاب کے خواب وحی ہیں اور نہ وہ شارع ہیں۔ اذان کی مشروعیت رسول اللہ ﷺ کے اس حکم سے ہوئی جو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن زید کو دیا جس میں فرمایا یہ کلمات بلال کو سکھاؤ تاکہ وہ اذان دیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ یہ حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ خواب میں ان کلمات کو سنتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔

نیز یہ وہم بھی نہیں کرنا چاہیے کہ حضور اقدس ﷺ کو ان کلمات کا پہلے علم نہ تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج یہ کلمات اذان فرشتہ سے سنے تھے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ۱/۳۰۶)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذا نادیتم الی الصلوٰۃ (المائدہ: ۵۷) (اور جب تم بلاتے ہو نماز کی طرف یعنی اذان دیتے ہو)

اذان کے مسائل

فرض پنجگانہ (ان میں جمعہ بھی شامل ہے) کے لئے اذان سنت موکدہ ہے اور ا
کا حکم مثل واجب کے ہے۔ اگر اذان نہ کہی گئی تو سب لوگ گنہگار ہوں گے۔ امام محمد
فرماتے ہیں:
اگر کسی شہر کے سب لوگ اذان ترک کر دیں تو میں ان سے قتال کروں گا اور ا
ایک شخص چھوڑ دے تو اسے ماروں گا اور قید کروں گا، کیونکہ یہ شعائر اسلام سے ہے۔

۱۔ مسجد میں بلا اذان و اقامت جماعت کروانا مکروہ ہے۔

۲۔ بے وضو اذان کہنا مکروہ ہے۔

۳۔ موذن صالح، امین، پرہیز گار، خوش آواز ہو اور ثواب کی نیت پر اذان کہے۔

۴۔ مخنث (ہیجڑہ)، فاسق، جنبی، نشئی، پاگل، اور نا سمجھ بچے کی اذان مکروہ اور واجب الاعادہ ہے۔

۵۔ اذان وقت پر کہنی چاہیے۔ قبل از وقت اذان نہیں دینی چاہیے۔

۶۔ فرض عین کے علاوہ اور کسی نماز کے لیے اذان سنت نہیں ہے۔

۷۔ اذان کہنے والا اقامت کہہ سکتا ہو۔

۸۔ اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں اذان و اقامت نہ ہوتی ہو تو اذان و اقامت ک
کر نماز پڑھے۔ اگر اذان ترک کر دی جائے تو کوئی حرج نہیں مگر اقامت کا ترک
کرنا ہر حال میں مکروہ ہے۔

۹۔ اذان کی آواز سن کر تمام کاروبار چھوڑ کر مسجد میں آنا واجب ہے یہاں تک کہ اگ
کوئی تلاوت قرآن میں مشغول ہو تو وہ بھی چھوڑ کر اذان کا جواب دے۔

۱۰۔ اگر اذان دینے والا اذان دیتے ہوئے کسی عذر کا شکار ہو گیا مثلاً بے ہوش
وفات، زبان کا بند ہو جانا یا رک جانا اور بتانے والا کوئی نہیں یا وضو ٹوٹ گیا او
وضو کرنے چلا گیا تو ایسی صورت میں اذان دوبارہ دینی ہوگی۔ جہاں سے اس
نے اذان چھوڑی تھی وہاں سے شروع نہ کرے بلکہ شروع سے اذان کہے۔

۱۱- طاقت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے۔

۱۲- غیر عربی میں اذان کہنا درست نہیں۔ خواہ عربی زبان پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

۱۳- اذان قبلہ رخ ہو کر دی جائے، اور موذن کا منہ قبلہ سے نہیں پھرنا چاہئے۔

۱۴- کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر اذان دی جائے۔

۱۵- کلمات اذان میں لحن حرام ہے مثلاً اللہ اکبر کے ہمزے کو مد کے ساتھ پڑھنا یا اللہ اکبر میں ب کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔

۱۶- اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر بلند آواز سے ادا کیے جائیں۔

۱۷- اذان مسجد کے باہر حجرہ، مینار، یا بلند جگہ پر کہنا چاہیے۔

۱۸- عورتوں کے لئے اذان و اقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے کہیں گی تو گناہ گار ہوں گی اور اذان کا دہرانا لازم ہوگا۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار)

کیفیت اذان

اللہ اکبر اللہ اکبر

اللہ اکبر اللہ اکبر

اشہدان لا الہ الا اللہ

اشہدان لا الہ الا اللہ

اشہدان محمد رسول اللہ

اشہدان محمد رسول اللہ

حی علی الصلوۃ — حی علی الصلوۃ

حی علی الفلاح — حی علی الفلاح

اللہ اکبر اللہ اکبر — لا الہ الا اللہ

فجر کی اذان میں۔ **حی علی الفلاح** کے بعد دو مرتبہ مندرجہ ذیل کلمات کا اضافہ کریں:

الصلوۃ خیر من النوم — الصلوۃ خیر من النوم

اذان کا طریقہ

قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔ کانوں میں شہادت کی دونوں انگلیاں ڈالے
مندرجہ بالا کیفیت کے مطابق اذان دے۔ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح
کے کلمات دائیں بائیں منہ کر کے کہے لیکن خیال رہے کہ قدموں سے نہ پھرے۔

ضروری تنبیہ

۱۔ کلمات کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے ورنہ ثواب کی بجائے گناہ ہوگا
مثلاً **اشھدانّ** کی بجائے اشھدانّا ، **اللہ اکبر** کی بجائے **اللہ اکبار** یا **آکبر**
پڑھنا غلط ہے اس طرح کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

۲۔ بغیر ٹھہراؤ کے جلدی جلدی اذان کہنا مکروہ ہے۔

۳۔ **حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح** پر دائیں بائیں گردن نہ گھمانا مکروہ ہے

۴۔ بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے

۵۔ اذان میں ترجیع کرنا بھی مکروہ ہے۔ یعنی پہلے آہستہ آہستہ کہنا پھر چاروں شہادتوں
کو بلند آواز سے کہنا۔

۶۔ اذان سے قبل یا بعد درود وسلام پڑھنا مستحب ہے مگر اس عمل کو فرض یا واجب نہ
سمجھا جائے۔

۷۔ اذان اور درود وسلام میں وقفہ رکھا جائے۔ اذان کے ساتھ نہ ملا دیا جائے۔

اذان کے بعد دعا

جب موذن اذان ختم کر چکے تو موذن اور سامع کے لئے دعا کرنا سنت ہے۔
حدیث پاک میں آتا ہے:
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم موذن سے اذان سنو تو اس کے مثل کلمات
کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس

مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے جنت میں وسیلہ کی دعا مانگو کیونکہ وہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا، جو شخص میرے لئے اس مقام کی دعا کرے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم، رقم:۷۵۳)

دعا وسیلہ یہ ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھ کر پھر یہ دعا مانگے

اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ ات محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ و ابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد (ردالمحتار، بہار شریعت)

(اے اللہ! اس کامل دعوت اور اس کے نتیجہ میں قائم ہونے والی نماز کے رب! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ، فضیلت اور بلند درجہ عطا کر اور انہیں مقام محمود پر کھڑا فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔)

اقامت کا بیان

اذان کے بعد اقامت کہنا سنت ہے اقامت کے الفاظ بھی اذان کی طرح ہیں البتہ اقامت میں **حی علی الفلاح** کے بعد **قدقامت الصلوۃ** دو مرتبہ کہا جائے گا۔

اقامت کے مسائل

۱- اقامت کا حق موذن کا ہے جس نے اذان کہی ہے۔

۲- موذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا مکروہ ہے۔

۳- اقامت اذان کی نسبت پست آواز میں کہی جائے۔

۴- اقامت میں کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالی جائیں گی۔

۵- اقامت مسجد کے اندر کہی جائے۔

۶- غلطی کی صورت میں اذان کا لوٹانا مستحب ہے۔ مگر اقامت صرف اسی صورت میں لوٹائی جائے گی کہ اقامت کہنے والا گفتگو یا کھانے پینے میں مصروف ہو گیا۔

۷- اقامت میں **حی علی الصلوۃ** اور **حی علی الفلاح** پر چہرے کو دائیں بائیں نہیں پھیرا جائے گا۔

۸- صبح کی اقامت کہتے وقت **الصلوۃ خیر من النوم** کے کلمات نہیں دہرائے جائیں گے۔

۹- اذان کی طرح اقامت کا بھی جواب دیا جائے گا۔

۱۰- جب **حی علی الفلاح** کہے تو تب (امام اور مقتدی) کھڑے ہوں۔

۱۱- امام کو چاہیے کہ اقامت بیٹھ کر سنے اور مقتدی بھی بیٹھ کر سنیں۔ اگر امام کھڑا ہو تو مقتدیوں کو بھی کھڑا ہونا چاہیے۔

۱۲- مسافر نے اگر اقامت نہ کہی تو مکروہ ہے۔

۱۳- اقامت تیزی سے کہنا مسنون ہے۔

۱۴- اقامت کے کلمات بھی اذان کی طرح دو دو ہیں۔

۱۵- اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کرنا سنت ہے، اذان کہتے ہی اقامت کہہ دینا مکروہ ہے۔

۱۶- مغرب کی اذان کے بعد وقفہ کریں جو تین آیتوں یا ایک بڑی آیت کی تلاوت کے وقت کے برابر ہو۔

اذان واقامت کا جواب

اذان واقامت دونوں کا جواب دینا مستحب ہے۔ بلکہ احادیث طیبہ کے مطابق اذان کا جواب دینے والوں کو اذان دینے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور موذن کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔

اذان کا جواب دینے کا طریقہ یہ ہے

جب اذان سنے تو جواب دینے والا وہی الفاظ دہرائے جو موذن کہہ رہا ہو۔

موذن جب **اشهد ان محمد رسول الله** کے مقدس کلمات کہے تو سامع سن کر درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر لگائے اور عرض کرے:

قرة عيني بك يارسول الله اللهم متعني با لسمع والبصر (ردالمحتار)

علامہ ابن عابدین شامی نے دیلمی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قبل ظفری ابهاميه عند سماع اشهدان محمدا رسول لله فی الاذان انا قائده و مدخله فی صفوف الجنة

(جس شخص نے اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ سن کر (آنکھوں) پر انگوٹھے رکھ کر چومے میں اسکی قیادت کر کے اسے جنت میں داخل کروں گا۔)

(ردالمحتار ۱/۳۷۰ مطبوعہ عثمانیہ استنبول)

بعض لوگ اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی اسانید صحیح نہیں ہیں: یعنی ضعیف ہیں، ملا علی بن سلطان محمد القاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

وكل ما يروى فی هذا فلا يصح رفعه البتة قلت واذاثبت عن الصديق فيكفی العمل به لقوله عليه السلام عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين (موضوعات کبیر ۶۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

(جب صحیح سند سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ عمل ہمارے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو)

نوٹ

انگوٹھے چومنا بدعت نہیں بلکہ سنت آدم علیہ السلام اور سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے۔
علاوہ ازیں بڑے بڑے صلحائے امت آئمہ کبار اور محدثین کا یہ معمول رہا ہے۔

فائدہ عظیمہ

بزرگان دین کا یہ مجرب نسخہ ہے کہ جو شخص سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے گا وہ کبھی بھی آشوب چشم یعنی آنکھوں کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا۔

جب مؤذن:

حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح

کہے تو اس کے جواب میں

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یا

ماشاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن کے کلمات کہے جائیں

(درالمختار)

الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں

صدقت و بررت وبالحق نطقت کہے (درالمختار)

قدقامت الصلوٰۃ کے جواب میں مندرجہ ذیل کلمات کہے

اقامھا اللہ وادامھا مادامت السموات والارض کہے یا

اقامھا اللہ و ادا مھا وجعلنا من صالحی اھلھا احیاءً و امواتاً کہے۔

(بہار شریعت)

چند اہم مسائل

1- حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والے افراد، نماز جنازہ پڑھنے والوں، جماع میں مشغول اور قضائے حاجت میں مصروف اذان کا جواب نہ دے۔

2- جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس کا معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

3- اگر چند اذانیں سنے تو پہلی اذان کا جواب دینا ہی کافی ہے۔ اگر سب کا دے تو بہتر ہے۔

4- اگر بوقت اذان جواب نہ دے سکا اور زیادہ دیر نہ گزری ہو تو جواب دے سکتا ہے۔

5- اذان ہو رہی ہو تو کلام، سلام اور تمام مشاغل موقوف کر دے یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت بھی موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے۔

6- اقامت کا بھی یہی حکم ہے۔ اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔

7- جب اذان ختم ہو جائے تو موذن اور سامعین درود شریف پڑھیں اور اسکے بعد دعا مانگیں۔

کلمات اذان

بعض لوگ اذان کے کلمات میں اضافہ کر کے پڑھتے ہیں۔ مختلف جملے شامل کر دیتے ہیں، ایسا کرنا بالکل جائز نہیں۔ اصل اذان وہی ہے جس کی تعلیم رسول اللہ

ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو دی۔ اس سے نہ کم کیا جا سکتا ہے اور نہ بڑھایا جا سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

کان اذان رسول اللہ ﷺ شفعا شفعا فی الاذان والاقامۃ (جامع ترمذی حدیث رقم ۱۸۵)	(حضور اقدس ﷺ کی اذان اور اقامت دو دو مرتبہ تھی (یعنی کلمات دو دو مرتبہ کہے جاتے تھے۔)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اعمش نے بواسطہ عمرو بن مرہ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان سنی اور یہی حدیث اس دوسری سند کے ساتھ بھی مروی ہے۔ شعبہ نے بواسطہ عمرو بن مرہ اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہما صحابہ کرام سے روایت کی ہے یہ حدیث اس حدیث کی نسبت صحیح ہے جس میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سماع حاصل نہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں: اذان اور اقامت دونوں کے کلمات دو دو مرتبہ ہیں۔ سفیان ثوری ابن مبارک اور اہل کوفہ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپکے متبعین) کا یہی مسلک ہے۔ (جامع ترمذی: ۱/۱۶۳،۱۶۲)

سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ حنین کے سفر پر روانہ ہوئے تو مکہ مکرمہ سے ہم دس افراد آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے ہم نے آپ ﷺ کے ہمراہ لوگوں کو دیکھا وہ اذان دے رہے تھے۔ ہم نے بھی کھڑے ہو کر اذان کہنا شروع کی اور ہم ان لوگوں سے مذاق کر رہے تھے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ان میں سے میں نے ایک شخص کو اذان کہتے ہوئے سنا ہے اس کی آواز اچھی ہے آپ ﷺ نے ہمیں بلا بھیجا تو ہر شخص نے باری باری اذان کہی میں سب سے آخر میں تھا۔ جب میں اذان پڑھ چکا تو آپ ﷺ نے مجھے یاد فرمایا میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور تین مرتبہ میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا: جاؤ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر اذان کہو میں نے عرض کی حضور اقدس ﷺ کس طرح اذان دوں؟ آپ ﷺ نے مجھے اس طرح اذان سکھائی جیسے تم اب اذان کہتے ہو۔ (سنن نسائی حدیث رقم: ۶۳۶، سنن ابوداؤد، حدیث رقم ۴۹۹)

کلمات اذان

اللہ اکبر اللہ اکبر — اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھد ان لا الہ الا اللہ — اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

اشھد ان محمداً رسول اللہ

حی علی الصلوۃ — حی علی الصلوۃ

حی علی الفلاح — حی علی الفلاح

اللہ اکبر اللہ اکبر

لا الہ الا اللہ

اور نماز فجر کی اذان میں آپ ﷺ نے ان الفاظ کا اضافہ فرمایا:

الصلوۃ خیر من النوم

الصلوۃ خیر من النوم

اور آپ ﷺ نے مجھے تکبیر دو دفعہ بتائی۔

کلمات تکبیر

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر　　اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ

اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ

اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ

حی علی الصلوٰۃ　　حی علی الصلوٰۃ

حی علی الفلاح　　حی علی الفلاح

قدقامت الصلوٰۃ　　قدقامت الصلوٰۃ

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

لا الٰہ الا اللّٰہ

(سنن نسائی حدیث: رقم: ۶۳۶۔ ابوداؤد، حدیث: رقم: ۴۹۹)

اذان میں ترجیع

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اذان میں ترجیع کے قائل ہیں اور ترجیع یہ ہے کہ شہادت کے کلمات کو ایک بار آہستہ کہے اور پھر دوبارہ بلند آواز سے کہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ترجیع کرنے یا نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اذان میں ترجیع نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ جس میں ترجیع ہے۔ احناف اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

۱۔ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شھادتین کو پڑھوایا۔

۲۔ ابو محذورہ رحمۃ اللہ علیہ چونکہ پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے اس لئے انہوں نے شہادتین کو آہستہ پڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پڑھوایا، لہٰذا اس حدیث سے ترجیع کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

۳۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (حدیث رقم ۴۹۷) روایت کیا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اس حدیث کی سند میں ایک راوی حارث بن عبد ہے۔ ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ دوسرا راوی محمد بن عبد الملک ہے۔ اس کے بارے میں ابن یقظان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اس کے بعد ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا ذکر ہے۔ ان کے بارے میں علی ابن مدینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔
(شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی صاحب: ۱/ ۱۰۸۵)

خلاصہ یہ کہ جس حدیث میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیع کا ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیع کا حکم ہے وہ ضعیف السند ہے۔ اور بر تقدیر تنزل اس کا معارض طبرانی میں مذکور ہے۔ دریں حالات اذان میں ترجیع کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی۔ اگر شافعی و مالکی یا غیر مقلد حضرات کو اس ضعیف السند حدیث سے ہی استدلال پر اصرار ہو تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالے سے اسی قسم کی سند سے ایک روایت اور ذکر کی ہے جس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے پوتے کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبد الملک بن ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف اذان القاء کی اور اس اذان میں انہوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔ (فتح القدیر: ۱/ ۲۱۴)

احناف کے نزدیک ترجیع کیوں نہیں؟

۱۔ اس کی دلیل عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے۔

۲۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان میں بھی ترجیع نہیں تھی۔

۴۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حدیث ابی محذورہ رضی اللہ عنہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بعد ہے کیوں کہ حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

۵۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان آخری اذان ہے اور آپ سے ترجیع ثابت نہیں ہوتی علامہ احمد قسطلانی نے لکھا کہ **بلال لا یرجع** بلال اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ (شرح المواہب الدنیہ للزرقانی: ۱/۳۷۱)

علامہ زیلعی فرماتے ہیں: اول تو اذان میں ترجیع ثابت نہیں۔ اگر بالفرض ثابت ہو بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے جب مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان و اقامت پر مقرر رکھا۔

(حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی/نصب الرایہ ص: ۲۷۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اذان کے کلمات دو دو بار ہیں۔ (صحیح بخاری، حدیث رقم: ۵۸۳)

ائمہ اہل بیت کی سکھائی ہوئی اذان

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضور اقدس ﷺ کو جس رات معراج کرایا گیا تو حضور اقدس ﷺ بیت المعمور پر تھے تو نماز کا وقت ہو گیا جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی۔ کسی نے پوچھا امام: وہ کون سی اذان تھی؟ تو فرمایا:

اللہ اکبر اللہ اکبر　　اللہ اکبر اللہ اکبر

اشہدان لاالٰہ الا اللہ　　اشہدان لاالٰہ الا اللہ

اشہدان محمداً رسول اللہ

اشہدان محمداً رسول اللہ

حی علی الصلوٰۃ　　حی علی الصلوٰۃ

حی علی الفلاح　　حی علی الفلاح

اللہ اکبر　　اللہ اکبر

لاالٰہ الااللہ

(تہذیب الاحکام: ۲/۶۰)

دو آدمی حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام کے پاس حاضر ہوئے تو پوچھا اے امام: ہمیں اذان سکھاؤ آپ نے یہی اذان سکھائی۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

اس کتاب کے مصنف کا بیان ہے کہ جس شیعہ کے پاس کوئی فقیہ نہ ہو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

کتاب کے مصنف نے کہا: یہی اذان صحیح ہے۔ نہ اس میں کوئی کمی کی جا سکتی ہے نہ بڑھایا جاسکتا ہے۔ جو بڑھائے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نہ ترجیع ہے نہ اضافی کلمات ہیں

احناف اسی اذان پر قائم ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سکھائی۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اذان کے متعلق فرمایا:

هذا هوالاذان لایزاد فیها ولا ینقص منها (یہی اذان صحیح ہے، نہ اس میں کمی کی جا سکتی ہے اور نہ اضافہ۔)

(من لا یحضرہ الفقیہ)

فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم پر اعتراض

بعض لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم کے کلمات بڑھائے۔ یہ الزام سراسر باطل ہے۔ یہ اضافہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبی کی شریعت میں رد و بدل کی ہرگز اجازت نہیں۔ یہود و نصاریٰ نے اپنی شریعتوں میں ہوائے نفس کے مطابق تحریف و تبدل کو اپنا شعار بنایا اور قرآن نے اسی وجہ سے ان کی جا بجا مذمت کی۔

جب پہلے انبیائے کرام کی شریعتوں میں کسی قسم کی تبدیلی نا قابل برداشت اور لائق صد مذمت ہے تو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں جو آخری نبی کی شریعت ہے تغیر تبدل کی کیسے اجازت دی جا سکتی ہے۔ فقہ حنفی کی مستند کتاب ''البدایہ'' میں اسی طرح متعدد کتب احادیث میں یہ موجود ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور الصلوۃ خیر من النوم کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا۔ حضور علیہ السلام کو یہ کلمات بہت پسند آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما احسن هذا یا بلال اجعله فی اذانك (هدایه) (اے بلال رضی اللہ عنہ یہ کتنا پیارا جملہ ہے اسے اذان میں شامل کر لو)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ آپ کے حکم

سے اسے اذان کا جزو بنایا گیا، یہ قطعاً درست نہیں۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ موذن بسا اوقات اذان کے بعد امیر المومنین کو بیدار کرنے کے لئے ان کے پاس آتا تو جگانے کے لیے **الصلوٰۃ خیر من النوم** کا جملہ دہراتا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا کہ یہ جملہ اذان کا جزو ہے اور اذان میں ہی اس کا اعادہ مناسب ہے۔ کسی کے دروازے پر جا کر ان الفاظ سے اسے جگانا مناسب نہیں۔

تعجب اس بات پر ہے کہ اذان میں اس کا غلط الزام وہ لگا رہے ہیں جو بڑے دھڑلے سے اذان میں اضافہ کرتے ہیں اور اتنا طویل اضافہ وہ کلمات اذان سے بھی وہ طویل ہے اور یہ ایسا طویل اضافہ ہے جس کی مثال نہ عہد رسالت میں ہے نہ عہد خلفائے راشدین میں نہ آئمہ اہلبیت کے زمانہ مبارک میں ہے۔ لیکن وہ لوگ اس اضافہ پر مصر ہیں اوران کی ہٹ دھرمی کا یہ حال ہے کہ ان کے اکابر علماء ان کی اس زیادتی کے باعث انہیں لائق ملامت قرار نہیں دیتے۔ جس طرح ہماری کتب احادیث میں صحاح ستہ ہیں اسی طرح شیعہ حضرات کی سنن اربع میں سے ایک کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا بعض لوگ اذان میں **اشھدان محمداً رسول اللہ** کے بعد **اشھدان علیا ولی اللہ** کہتے اور بعض **اشھدان علیا امیرالمومنین حقا** دوبار کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا **ولکن ذالك لیس فی اصل الاذان۔**

(اصل اذان میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔) مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

والمعوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخبار اوزادوا فی الاذان محمد وال محمد وفی بعض روایاتھم اشھدان علیا ولی اللہ ومنھم من روی 'بدل ذالك ان علیا امیر المومنین .ولکن ذالك لیس فی اصل الاذان (من لا یحضرہ الفقیہ ۱/۸۷)

اور معوضہ پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے کئی ... شیعہ ... گھڑ ...

نئے نئے اضافے کر لیے ہیں۔ بعض اشھدان محمداً رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیاولی اللہ کہتے ہیں اور بعض اشھدان علیا امیر المومنین حقاً دوبار کہتے ہیں۔ فرمایا: اصل اذان میں یہ الفاظ قطعاً نہیں۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ جو بارہ اماموں کا فتویٰ ہے وہی امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

"لا باس فیه" اس میں کوئی حرج نہیں۔

پتا یہ چلا کہ اذان میں کوئی اضافہ نہیں اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اذان میں داخل کیا ہے بلکہ یہ حضور علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شامل کیا تھا۔

کلمات اقامت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

بعض احادیث کے پیش نظر کلمات اقامت کی تعداد میں فقہا کا اختلاف ہے۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر . اشھدان لا الہ الا اللہ . اشھدان محمد رسول اللہ . حی علی الصلوۃ . حی علی الفلاح، قدقامت الصلوۃ، قدقامت الصلوۃ . اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے کلمات دس ہیں۔ وہ قدقامت الصلوۃ کو دو بار نہیں کہتے۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول ہے اور ہمارا ایک

شاذ قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں۔اس میں کوئی کلمہ دوبارہ نہیں بولا جاتا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں وہ اذان کی طرح ہر کلمہ کا تکرار کرتے ہیں اور یہ مذہب شاذ ہے۔(درست نہیں ہے)

(شرح صحیح مسلم:۱/۱۶۴)

سوال یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی کیا دلیل ہے؟

بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے۔یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رحمۃ اللہ علیہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان و اقامت کہتے ہوئے سنا اور پھر یہ خواب دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

"**الاقامة سبع عشرة كلمة**" اقامت کے کلمات سترہ ہیں۔(سنن ترمذی حدیث رقم:۱۸۳اور سنن ابوداؤد حدیث رقم:۴۹۹)اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کلمات اقامت کو اذان کی طرح دو دو بار پڑھا جائے۔

حافظ ابن شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

كان عبدالله بن زيد الانصاری يوذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم يشفع الاذان والا قامة (مصنف ابن ابی شیبہ ا/ ۱۳۸)

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

نیز امام طحاوی اور حافظ ابن ابی شیبہ اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن بلال انه كان يشفع الاذان والاقامة حضرت بلال اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۱۳۷، شرح معانی الآثار: ۱/۹۴)

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق اور سنن دار قطنی میں بھی مذکور ہے۔ ابن خزیمہ او ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے اذان و اقامت دو دو بار کہنے کی تعلیم فرمائی۔

حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ایک موذن کے پاس سے گزرے۔ اس نے اقامت ایک بار کہی تو آپ نے فرمایا: تیری ماں نہ رہے دو دو بار کہو۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کے زمانے میں اقامت دو دو بار کہی جاتی تھی۔ (عینی۔ طحاوی)

ایک اعتراض اور اس کا ازالہ

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث نے منسوخ کر دیا۔

عن انس قال امر بلال ان يشفع الاذان وان يوتر الاقامة قال اسمعيل فذكرته لايوب فقال الا الاقامة (صحیح بخاری حدیث رقم: ۵۸۲، مطبوعہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار ہیں۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ میں نے ایوب سے ذکر کیا تو فرمایا سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث اذان کے مشروع ہونے کے وقت کی ہے اور ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث غزوہ حنین کے سال کی ہے اور ان دونوں اوقات میں لمبی مدت ہے تو مقدم موخر کو کیسے منسوخ کر سکتا ہے؟

امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت سکھلائی اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں۔(والاقامة سبع عشرة كلمة)

الله اكبر الله اكبر　　الله اكبر الله اكبر

اشهدان لااله الا الله　　اشهدان لااله الا الله

اشهدان محمداً رسول الله　　اشهدان محمداً رسول الله

حی علی الصلوة　　حی علی الصلوة

حی علی الفلاح　　حی علی الفلاح

قد قامت الصلوة　　قد قامت الصلوة

الله اكبر الله اكبر

لااله الاالله

(سنن ابوداود:۱/ ۲۲۸،سنن ابن ماجہ ۱/۲۲۳/۲۲۲)

اس حدیث میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ اقامت کے کلمات دو دو بار ہیں اور احناف کا مسلک ان احادیث کے مطابق ہے اس لئے اقامت کے بارے میں احناف کے مسلک کو شاذ قرار دینا درست نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ ان لوگوں کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذنین اور عہد صحابہ کے موذنین کے طریقہ کے مخالف ہے۔

علامہ ابو بکر مسعود کاسانی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: کہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے صادق القول نے فرمایا:

كان الناس يشفعون الاقامة حتى خرج هؤلاء يعنى بنى امية فافردوا الاقامة ومثله لا يكذب واشار الى كون الاقامة بدعة	(ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے آئے ہیں یہاں تک کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا اور یہ عمل بدعت ہے۔)

(بدائع الصنا:۱/ ۱۴۸، شرح صحیح مسلم:۱/۱۰۸۲)

الحمد للہ ان تمام حوالوں سے احناف کے مسلک کے حقانیت روز روشن سے بھی زیادہ ظاہر اور واضح ہوگئی۔

اذان سے قبل یا بعد صلوٰۃ وسلام

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہر نیک عمل کے ساتھ درود پاک پڑھنا مستحب ہے۔ باعث برکت ہے۔ قبول ودوام کا پیش خیمہ ہے۔ اس مسئلہ پر ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں لیکن غیر مقلدین و دیوبندی حضرات نے ہمارے اس جذبہ محبت کو بدعت و ضلالت کا نام دے کر ہمارے دلوں کو ہمیشہ مجروح کیا ہے۔ بالخصوص اذان کے اوّل و آخر درود کو یہ لوگ قطعاً برداشت نہیں کرتے بلکہ الزام لگاتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت نے اذان میں اضافہ کردیا ہے۔

استغفر اللہ! ایسی کوئی بات نہیں۔ درود پاک ہرگز اذان کا حصہ نہیں اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ اس کی حرمت وممانعت کے لئے کوئی دلیل قطعی پیش کرنے کی بجائے الٹا ہمیں کوستے ہیں۔

بیچارے اتنا بھی نہیں جانتے کہ دلیل جواز کیلئے نہیں، حرمت کے لئے مطلوب ہوتی ہے کیونکہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے **الاصل فی الاشیاء الاباحۃ**، ہر چیز کی اصل اباحت ہے۔ اسے حرام قرار دینے کے لئے کسی نص کی ضرورت ہوتی ہے تو لائیں کوئی نص، قرآن کی کوئی آیت پیش کریں یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پیش کریں جس میں وارد ہو کہ اذان کے اوّل و آخر درود حرام ہے، بدعت ہے۔ ممنوع ہے۔ چلو صحابہ کرام کا قول پیش کردیں۔ جب کوئی دلیل نہیں تو کیوں دین کو اپنے فکر پریشان کا تختہ مشق بنانے پر تلے ہوئے ہیں؟ کیا یوم قیامت یاد نہیں؟

ہمارے پاس تو جواز کی بہترین دلیل ہے۔

اوّلاً: قرآن پاک نے وقت کی کوئی قید نہیں لگائی۔

ثانیاً: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر نیک کام سے پہلے مجھ پر درود پڑھو"۔
یاد رہے کہ اس حدیث کو غیر مقلدین کے امام حافظ ابن القیم الجوزی نے بھی اپنی کتاب جلاء الافہام میں نقل کیا ہے۔
ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اذان نیک کام نہیں ہے؟

ثالثاً: اذان کے بعد درود پاک پڑھنے کی واضح حدیث صحیح مسلم جلد اوّل میں موجود ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیه بها عشراً ثم سلوا اللہ لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوان اکون انا هو فمن سأل اللہ لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة

(صحیح مسلم، حدیث رقم: ۷۵۳۔ جلاء الافہام: ۳۵)

(جب تم موذن سے اذان سنو تو اس کے مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے جنت میں "وسیلہ" کی دعا مانگو کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا اور جو شخص میرے لئے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔)

یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چودھویں صدی کی بدعت ہے۔ حالانکہ ۳۶۴ھ میں وصال فرمانے والے امت کے بلند پایہ محدث امام ابوبکر السنی رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے۔ باب **الصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم عند الاذان** یعنی اذان کے وقت نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا باب۔اسی طرح صدیوں پہلے قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عنداالاذان کے الفاظ اپنی کتاب الشفاء جلد دوم میں تحریر فرمائے ہیں۔

اذان کے ساتھ درود وسلام کی شرعی حیثیت

صحیح مسلم کی اس حدیث میں یہ ظاہراذان سننے والے کے لئے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے۔اوراس حدیث پاک میں درود شریف پڑھنے کوسر یا جہر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا۔ اس لئے اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا ہر طرح سے جائز ہے۔بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ ہر چند کے اذان سے الگ پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے۔تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہوگا۔

علامہ شمس الدین سخاوی نے القول البدیع (ص: ۱۹۳-۱۹۲) میں علامہ ابن عابدین شامی نے (ردالمحتار ۱/۳۶۲) میں علامہ سید احمد طحطاوی نے حاشیہ اپنے علی مراقی (الفلاح ص:۱۱۴) میں علامہ ابن حجر مکی نے فتاوی کبری میں اسے بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

علامہ عثمان بن محمد مکی نے اسے مسنون لکھا ہے۔ **(اعانۃ الطالبین ۲۲۳)**

مفتی عبدالعزیز ابن باز نجدی نے اسے سنت موکدہ لکھا ہے۔

(حکم الاحتفال بالمولد النبوی ص:۷)

جولوگ بدعت سیئہ کہتے ہیں یہ حد اعتدال سے تجاوز کرتے کرتے ہیں۔ہم ان کے اکابر کی تحریروں کا آئینہ پیش کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اب مفتیان کرام کا کیا فتویٰ ہے؟

نواب صدیق حسن بھوپالی کا فیصلہ:

امام الوہابیہ نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب کا ارشاد ہے۔

بہت سے اوقات میں آں حضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بارے میں امر وارد ہے۔ سوان میں سے بعض وقت میں درود پڑھنا واجب ہے اور بعض میں مستحب ہے۔ جسے ہم بیان کرتے ہیں۔ پس ان میں سے ایک اذان کے بعد اس حدیث کی وجہ سے امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی موذن کو تم اذان دیتے سنو تو جیسے وہ کہتا ہے۔ اسی طرح کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود پڑھتا ہے۔ (تفسیر ترجمان القرآن ۱/۴۰۱)

شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا سہارنپوری کا فیصلہ

تبلیغی جماعت کے نصاب ساز مولوی محمد زکریا سہارنپوری نے درود پاک کے اوقات رقم فرمائے ہیں۔ مثلاً نماز سے فراغ ہونے پر، نماز قائم ہونے کے وقت، صبح اور مغرب کی نماز کے بعد، تاکیداً تہجد کے لئے کھڑے ہونے کے وقت اور تہجد کے بعد، مساجد میں داخل ہونے اور باہر آنے کے وقت اور اذان کے جواب کے بعد اور جمعہ کے دن۔ (فضائل درود شریف۔ ص:٦)

علامہ ابن قیم کا فیصلہ

علامہ ابن تیمیہ کے منظور نظر شاگرد اور غیر مقلدین کے روحانی پیشوا علامہ ابن قیم الجوزیہ نے بھی درود پاک پڑھنے کے اوقات تحریر فرمائے ہیں۔ چھٹا موقع ہے موذن کی اذان کے بعد اور اقامت سے پہلے۔ (جلاالافہام، ص:۳۵)

مفتی عبدالعزیز بن باز نجدی کا فیصلہ

غیر مقلدین کے ہر دلعزیز مفتی عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم سعودی عرب نے بھی درود پاک کے اوقات کا ذکر فرمایا ہے: لکھتے ہیں۔

درود و سلام پڑھنا تمام اوقات میں جائز ہے۔ نماز کے بعد پڑھنے کی بالخصوص تلقین ہے۔ نماز کے آخری تشہد میں درود پڑھنا واجب ہے۔ اذان کے بعد رسول اللہ کا نام لیتے وقت، جمعہ کے دن اور رات کو درود پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ (حکم الاحتفال بالمولد النبوی، ص: ۷)

مولوی سید حسن دیو بندی کا فیصلہ

دارالعلوم دیو بند کے شعبہ تفسیر کے استاد سید حسن دیو بندی کا ارشاد ہے۔
اذان کے بعد درود شریف پڑھنا افضل ہے۔ (فضائل درود سلام، ص: ۸۸)

کیا اذان کے ساتھ درود و سلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پڑھا؟

رہا یہ سوال کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اذان کے ساتھ درود و سلام پڑھا۔ یہ سوال ہم سے نہ کریں بلکہ اپنے مفتی عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم سعودی عرب سے کریں کہ انہوں نے اسے سنت مؤکدہ لکھا ہے۔ ان سے پوچھیں کہ کیا تعریف ہے سنت موکدہ کی ہمارے ساتھ الجھنے کا کیا فائدہ:

نیز ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ کے پاس کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی ایسی ہے جس میں وارد ہو کہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے درود شریف نہیں پڑھا یا۔ انہوں نے انکار کیا یا انہیں صحابہ کرام نے روکا۔ جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ہر نیک کام سے پہلے مجھ پر درود پاک پڑھا کرو۔ نیکی روک لی جاتی ہے جب تک مجھ پر درود شریف نہ پڑھا جائے۔

تو کیا کسی صحابی رسول یا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ گمان کرنا صحیح ہے کہ ان ارشادات نبویہ کے ہوتے ہوئے وہ اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنے سے انکار کرتے ہوں گے۔ باقی رہ گیا اسپیکر پر بلند آواز سے درود پاک پڑھنا تو کیا اس دور میں سپیکر پر اذان ہوتی تھی اگر اذان جائز ہے تو درود وسلام بھی جائز ہے۔

کیا مکہ مکرمہ میں اذان کے ساتھ کبھی درود پڑھا گیا؟

جب کوئی بات نہیں بنتی تو کہہ دیتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں کبھی درود وسلام اذان کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔

مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی لکھتے ہیں کہ سید احمد شہید جب مکہ مکرمہ پہنچے تو وہاں موذن صبح کی اذان سے پہلے اطراف کے میناروں پر چڑھ کر بلند آواز سے درود وسلام پڑھتے تھے اور سید صاحب کے مرید عبدالحق ان کو رجیم یعنی مردود کہتے تھے۔ (تحفہ محمدیہ، ص:۱۱۸)

معلوم ہوا کہ حرم مکہ میں اذان سے قبل درود وسلام پڑھا جاتا تھا، نجدی حکومت کے آنے سے یہ سلسلہ ختم ہوا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ پڑھنا

اذان کے ساتھ درود وسلام پڑھنے کی حرمت وممانعت پر کوئی نص قطعی موجود نہیں۔ ہمارے خیال میں ان حضرات کے لئے مسئلہ **الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله** پڑھنا ہے۔ یہ یارسول اللہ ﷺ کہنا نہیں چاہتے۔ حالانکہ نماز میں **السلام علیك ایھا النبی** کے کلمات ادا کرتے ہیں۔

جو چیز نماز میں شرک نہیں وہ باہر کیسے ہو سکتی ہے۔

حالانکہ ان کے اکابر کی تحریروں سے ثابت ہے کہ وہ لوگ اپنے بزرگوں کو پورے جذبے کے ساتھ پکارتے ہیں اور مشکل کے وقت میں حضور ﷺ کو بھی یارسول اللہ ﷺ

کے کلمات سے پکارتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ ﷺ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈوباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

(گلزار معرفت ص:۴)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اہلحدیث لکھتے ہیں۔

اے کالی کملی والے آقا ﷺ ذرا خبر لے
منجدھار میں ہے بیڑا خیر الانام اپنا

(رسالہ اہلحدیث امرتسر، ص ۶، ۱۹۱۶/ ۷/ ۷)

مولوی وحید الزماں اہل حدیث لکھتے ہیں۔

قبلہ دیں مد دے کعبہ ایماں مددے
ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

(ہدیۃ المہدی، ص:۵۰)

مولانا محمد زکریا سہارنپوری نے لکھا ہے کہ **الصلوۃ والسلام علیك یارسول الله** بہتر درود ہے۔ (فضائل درود شریف، ص:۲۴)

حرف آخر: اس تمام تر بحث کے بعد یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ درود و سلام اذان کا حصہ نہیں اور نہ یہ اذان میں اضافہ ہے۔ اس لئے درود شریف کو اذان کی طرز پر نہ پڑھا جاتا ہے اور نہ پڑھا جائے۔ اذان اور درود پاک میں مناسب وقفہ رکھا جائے تاکہ یہ اذان کا حصہ معلوم نہ ہو۔ درود پاک محبت رسول اللہ ﷺ کا ذریعہ ہے۔ اس پر تنقید نہ کی جائے۔ محبت کی بنا پر اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ ایک صحابی کو سورہ اخلاص سے محبت تھی اور وہ ہر رکعت میں اسے پڑھا کرتے تھے۔

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی اوست

انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

اس مسئلہ میں اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک سن کر اظہارِ محبت اور اظہارِ تعظیم کے لئے انگوٹھے چومنا مستحب ہے۔ جو لوگ چومنا ضروری سمجھتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو چومنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ بھی نادان ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ جس عمل کو شریعت نے حرام یا مکروہ قرار نہیں دیا اسے ناجائز، مکروہ، یا بدعت قرار دینا دین میں زیادتی کے مترادف ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے اسم گرامی کو سن کر محبت اور تعظیم سے چومنا بلا شک وشبہ جائز اور مستحب ہے کیونکہ یہ عمل نہ تو کسی مسنون عمل میں رکاوٹ بنتا ہے اور نہ ہی شریعت نے اسے منع کیا ہے۔ نیز یہ عمل احادیث سے ثابت ہے اگر چہ وہ احادیث کمزور درجہ کی ہیں لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ ضعیف حدیث فضائل میں قبول ہوتی ہیں اور یہ تفاسیر اور کتب فقہ سے بھی ثابت ہے۔ چند حوالے رقم کیے جا رہے ہیں تاکہ کوئی مخالف یا معاند اہل اسلام کو نبی اکرم ﷺ کے نام مقدس سے دور کرنے کی ناپاک سازش نہ کر سکے۔

انگوٹھے چومنا محدثین کی نظر میں

نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک سن کر اہل محبت انگوٹھوں کے ناخنوں کو آپس میں ملا کر چومتے ہیں اسے بدعت کہہ دیا جاتا ہے۔ سید احمد طحطاوی نے اپنے حاشیۃ علی مراقی الفلاح میں اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے رد المحتار ۱/۳۷۰ میں فقیہ کبیر علامہ قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے:

اذان میں پہلی مرتبہ اشهد ان محمداً رسول الله سن کر انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلی الله علیك یا رسول الله کہنا اور دوسری مرتبہ اشهد ان محمداً رسول الله سن کر قرة عینی بك یا رسول الله کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے دیلمی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قبل ظفری ابھامیه عند سماع اشھد ان محمداً رسول اللہ فی اذان انا قائدہ و مدخلہ فی صفوف الجنة (ردالمحتار:۱/۳۷۰)

(جس شخص نے اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے (آنکھوں پر) رکھ کر چومے میں اس کی قیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا)

علامہ شامی فرماتے ہیں مستحب یہ ہے کہ موذن کے کلمہ شہادت اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے وقت صلی اللہ علیك یا رسول اللہ اور دوسرے کلمہ شہادت کے وقت کہے قرۃ عینی بك یارسول اللہ ﷺ کہا جائے اور پھر کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر دونوں آنکھوں پر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو رکھنے کے بعد اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جنت کی طرف اس کے قائد ہوں گے۔

(ردالمحتار:۳۷۰/۱)

ملا علی بن سلطان محمد القاری فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ عمل جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک مرفوع ثابت ہے۔ تو اس کے ساتھ عمل (انگوٹھے چومنے کا) کافی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق کہ تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت لازمی ہے۔ (موضوعات کبیر، ص:۲۴)

اسم محمد ﷺ پر انگوٹھے چومنے کے فوائد

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان سنی اور دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور دو انگوٹھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر ملا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لای شئی فعلت هذا قال نیمنا باسمك الكريم قال عليه السلام حسنة فمن عمل به فقد امن من الرمد (ردعلی الفرر ۵۰/ مقیاس الصلوٰۃ ۵۲)

(اے ابو بکر! رضی اللہ عنہ تم نے یہ کیوں کیا عرض کی حضور! آپ ﷺ کے اسم کریم کی برکت حاصل کرنے کیلئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اچھا کام ہے پھر جس شخص نے اس پر عمل کیا تو ضرور آنکھ کی تکلیف سے وہ بے خوف ہوگا۔)

جس شخص نے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا اور آپ ﷺ کا ذکر اس۔ نے اذان میں سنا اور اپنی دونوں مسبحہ انگلیوں کو اور انگوٹھے کو اکٹھا کیا اور ان کو اپنی دونوں آنکھوں پر ملا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

ابن صالح نے کہا: بعض بزرگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ اپنی دونوں آنکھوں کو ملتے وقت کہے **صلی الله علیك یا سیدی یا رسول الله یا حبیب الله قلبی یا نور بصری و یا قرة عینی** ۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب سے میں نے یہ عمل کیا ہے میری آنکھیں نہیں دکھیں۔ (تذکرۃ الموضوعات تکلان، ص:۳۴)

مولانا اشرف علی تھانوی دیو بندی لکھتے ہیں: انگوٹھے چومنے سے ثواب تو نہیں ہوتا لیکن آنکھیں نہیں دکھتیں۔ (بوادر النوادر، مولانا اشرف علی تھانوی)

انجیل برنباس

انجیل برنباس میں ہے: مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم! اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اب سے بہت سال بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ رسول جب آئے گا تو دنیا کو ایک روشنی بخشے گا یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی

گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔ چنانچہ آدم علیہ السلام نے بمنت یہ کہا: اے میرے پروردگار: یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما تب اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی۔ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لاالہ اللہ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر محمد رسول اللہ ﷺ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو بڑی محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا۔

(انجیل برنباس، ص: ٦٠)

معلوم ہوا کہ اسم مبارک کی برکت حاصل کرنے کی غرض سے اگر انگوٹھے چومے جائیں تو آدم علیہ السلام کی سنت ادا ہوتی ہے، صحابہ کی سنت ادا ہوتی ہے۔ آنکھیں تکلیفوں سے محفوظ رہتی ہیں۔

انشاء اللہ حضور اقدس صلی اللہ الیہ وسلم قیامت کے دن ہمارے قائد ہوں گے اور آپ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ (انشاء اللہ)

قبر پر اذان کا مسئلہ

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے۔ بعض نے اسے مسنون اور بعض نے مستحب لکھا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ فرض اور واجب جیسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں: علامہ خیرالدین رملی نے البحرالرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نومولود، غمزدہ، مرگی میں مبتلا غصہ سے مدہوش اور بدخلق شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں گھمسان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا سنت ہے۔ اسی طرح میت کو قبر میں اتارتے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے۔ تاکہ میت کی انتہا ابتداء یعنی موت پیدائش کے موافق ہو جائے یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر جائے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کے مسنون ہونے کو مسترد کیا ہے۔ لیکن علامہ خیرالدین رملی حنفی فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ (ردالمحتار: ۱/ ۳۵۷)

یاد رہے کہ ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے۔ لیکن دفنانے کے وقت اذان کے مستحب ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

درمختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے:

۱- نماز پنجگانہ کے لئے۔ ۲- بچہ کے کان میں۔

۳- آگ لگنے کے وقت۔ ۴- جب جنگ واقع ہو۔

۵- مسافر کے پیچھے۔ ۶- جنات کے ظاہر ہونے پر۔

۷- غصہ والے پر۔ ۸- جو مسافر راستہ بھول جائے۔

۹- مرگی والے کے لئے۔ ۱۰۔ تدفین کے بعد قبر پر

قبر پر اذان دینے کے فوائد

قبر پر اذان دینے کے مندرجہ ذیل فوائد ہیں:

۱- نکیرین کے سوالات کے جواب دینے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز باب **مایقال عند من حضرہ الموت** میں ہے:

لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ۔ اپنے مردوں کو **لا الہ الا اللہ** کی تلقین کرو۔ دنیاوی زندگی ختم ہونے پر دو بڑے خطرات ہیں: ایک جاں کنی کا دوسرا قبر میں دفن ہونے کے بعد سوالوں کا۔ اگر جاں کنی کے وقت خاتمہ بالخیر نہ ہوا تو تمام اعمال غارت گئے اور اگر قبر کے امتحان میں ناکامی ہوئی تو آئندہ کی زندگی برباد ہوگی۔ تدفین میت کے وقت اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین مستحب ہے تاکہ مردہ نکیرین کے سوالوں کا جواب دینے میں کامیاب ہو۔ چونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔ اسی لئے یہ تلقین میت کا بھی درجہ رکھتی ہے اور مستحب ہے اور اذان میں سوالوں کے جواب بھی ہیں۔ مثلاً پہلا سوال کہ تیرا رب کون ہے۔ جواب ہے: **اشھد ان لا الہ الا اللہ**۔ تیرا دین کیا ہے؟ حی علی الصلوٰۃ جس دین میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ سوائے اسلام میں کسی مذہب میں پانچ نمازیں فرض نہیں۔ تیسرا سوال ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا تو اس کا جواب ہے: **اشھد ان محمداً رسول اللہ**۔

اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے

۲- جس طرح شیطان مرتے وقت بہکاتا ہے تاکہ ایمان چھین لے اسی طرح قبر میں بہکاتا ہے کہ مجھے خدا کہہ دے تاکہ میت اس آخری امتحان میں ناکام ہو جائے۔
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب نماز کے لئے اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سن سکتا۔ (مشکوۃ، باب الاذان)
پس ثابت ہوا کہ شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے اور میت کو شیطان کے بہکاوے سے نجات مل جاتی ہے۔

اذان دل کی وحشت دور کرتی ہے

۳- قبر وحشت کا ایک مقام ہے۔ عزیز و اقارب چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ میت تنہا قبر میں ہوتی ہے تو وحشت محسوس کرتی ہے اور یہ امکان موجود ہے کہ وہ وحشت سے حواس باختہ ہو کر قبر کے امتحان میں ناکام نہ ہو جائے۔

اذان سے دل کو اطمینان ہوتا ہے

۴- ابو نعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے تو آپ کو سخت وحشت ہوئی تو جبرائیل امین نے آ کر اذان دی۔ پتا چلا کہ اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے اور دل کو سرور ملتا ہے۔

مسند الفردوس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم رنجیدہ ہو تم کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے کیونکہ اذان غم دور کرنے والی ہے۔
(مسند الفردوس)

بزرگان دین حتیٰ کہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ میں نے اسے آزمایا اور مفید پایا۔

اب مردے کے دل پر جو صدمہ ہوتا ہے۔ اذان کی برکت سے دور ہوگا اور اسکا دل مسرور ہوگا۔

اذان کی برکت سے لگی آگ بجھ جاتی ہے

۵۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اگر میت عذاب نار میں مبتلا ہو تو اذان اس کو فائدہ دے گی۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لگی ہوئی آگ کو تکبیر سے بجھاؤ اور جب کہ تم کوئی آگ لگی ہوئی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ یہ آگ بجھاتی ہے۔ اور اذان میں اللہ اکبر تکبیر ہے۔

(مرقاۃ باب الاذان)

اذان اللہ کا ذکر ہے۔

۶۔ اذان اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے ذکر کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے، قبر فراخ ہوتی ہے اور اس کی تنگی قبر سے نجات ملتی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ طبرانی و بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سعد ابن معاذ کی تدفین کا واقعہ نقل کر کے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے سبحان اللہ فرمایا پھر اللہ اکبر فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی ایسا کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی؟ فرمایا: اس صالح بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی اللہ نے قبر کو کشادہ کر دیا ہے۔

اذان رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے

۷۔ اذان میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔ حضرت ابن عیینہ فرماتے ہیں **ذکر الصالحین تنزیل الرحمۃ**۔ پس اذان سے بھی میت پر رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اس وقت اسے رحمت و مغفرت کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

حرف آخر

چونکہ اذان اللہ کی رحمت و مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزدہ، بیمار آگ میں جلنے والے یا جس شخص کو جن تنگ کر رہا ہو ان سب کے لئے اذان دینا مستحب ہے تو جو شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جا رہا ہو اس کے لئے اذان دینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا۔ کیونکہ ایک مغموم، غضب ناک اور مرگی زدہ شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے اس جگہ اگر آسانی ہوگئی تو باقی منازل زیادہ آسان ہوں گی۔

خلاصہ کلام

جس عمل کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے "ما راٰہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن" ان عبارات سے ثابت ہوا کہ چونکہ قبر پر اذان شریعت میں منع نہیں لہٰذا جائز ہے اور چونکہ مسلمان اس عمل کو بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے فائدہ کے لئے کرتے ہیں۔ لہٰذا مستحب ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

کسی نے سوال کیا کہ تلقین بعد تدفین ثابت ہے یا نہیں؟

تو جواب دیا: یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے اسکا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن اس پر مبنی ہے۔ جس پر عمل کرے درست ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۱۴ کتاب العقائد)

تثویب کیا ہے؟

تثویب کسی اعلان کے دوبارہ کرنے کو کہتے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں تثویب کا معنی ہے اذان اور اقامت کے درمیان نماز با جماعت کا دوبارہ اعلان کرنا۔ ویسے تو اذان بھی ایک اعلان ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے کہ مغرب کے سوا باقی تمام نمازوں کے لئے تثویب جائز ہے کیونکہ دینی امور میں لوگوں میں سستی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ قامت قامت (نماز کھڑی ہو رہی ہے) یا **الصلوٰۃ الصلوٰۃ** یا جو بھی لوگوں کے ہاں اس مقصد کے لئے کلمات متعارف ہوں جائز ہیں۔ جیسے آج کل مساجد میں ایک دو دفعہ درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ یا جماعت ہونے میں جتنی دیر ہو وقت بتایا جاتا ہے۔

علامہ شامی عنایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں اصلاً تو تثویب نماز فجر کے لئے شروع ہوئی تھی لیکن بعد میں متاخرین فقہاء نے اسے مغرب کے علاوہ باقی نمازوں کے لئے جاری کر دیا اور جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کو بھی پسند ہوتی ہے۔ (ردالمحتار ۱/۲۶۴) فتاویٰ عالمگیری ۱/۵۶ پر ہے تثویب فجر کے سوا ہر نماز میں متاخرین کے نزدیک مستحسن ہے۔ یعنی اگرچہ یہ طریقہ ضروری نہیں لیکن اچھا ہے۔

دعا بعد اذان و دعا کے کلمات

ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر اذان نشر ہونے کے بعد دعا مسنون مع ترجمہ پڑھی جاتی ہے اس کے بارے میں وقتاً فوقتاً بعض حضرات کی جانب سے یہ اعتراضات کیے جاتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ "الدرجة الرفیعة" اور "انك لا تخلف المیعاد" کے کلمات اضافی ہیں کیونکہ یہ صحیحین میں مذکور نہیں۔

۲۔ اس دعا میں رسول اللہ ﷺ کے لئے جن مقامات رفیعہ کی دعا کی جاتی ہے وہ تو آپ ﷺ کو پہلے ہی سے حاصل ہیں جبکہ دعا سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا آپ ﷺ ابھی ان مراتب پر فائز نہیں ہوئے اور ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے۔اس دعا سے معترضین کی سوچ کے مطابق توہین کا پہلو نکلتا ہے۔

۳۔ **وارزقنا شفاعته یوم القیمة** کے کلمات بصورت دعا احادیث میں مذکور نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے

۱) دعا بعد اذان متعدد احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے اور یہ اپنی اصل کے اعتبار سے سنت ہے۔

۲) اہل سنت کے کسی بھی مکتبہ فکر کے نزدیک یہ قطعی اور طے شدہ اصول نہیں ہے کہ صرف "صحیحین یا صحاح ستہ" میں درج احادیث ہی لائق استناد ہیں اور ان کتب سے باہر کوئی بھی حدیث لائق استناد اور حجت نہیں۔ ورنہ احادیث کی بقیہ تمام کتب بیک جنبش قلم ساقط الاعتبار اور قابل تنسیخ قرار پائیں گی اور صحاح، سنن، مسانید، معاجم اور مصنفات پر مشتمل مآخذ حدیث ہمارے قابل فخر سرمایہ حدیث سے حذف اور کالعدم ہو جائیں گے۔ حدیث کو "صرف معیار صحت" پر پرکھا

جاتا ہے اور یہ بھی مسلم امر ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث بھی معتبر ہوتی ہیں اور یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ حدیث ضعیف اور حدیث موضوع میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

۴) ٹیلی ویژن پر جو ''دعاء بعد اذان'' نشر کی جاتی ہے اس کے بیشتر الفاظ ''صحیح بخاری'' اور ''صحاح ستہ'' میں موجود ہیں۔ دراصل متعدد کتب احادیث اور روایات میں منقول الفاظ مبارکہ کو نہایت کمال اور شان جامعیت کے ساتھ اس دعا میں جمع کر دیا گیا ہے اور اس دعا میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو **بلفظه** یا قریب المعنیٰ الفاظ کے ساتھ کسی نہ کسی حدیث میں مذکور نہ ہو۔ معترضین نے جن کلمات کو اضافی قرار دیا ہے، وہ مندرجہ ذیل احادیث سے ماخوذ ہیں:

وعن ایوب وعن جابر الجعفی قالا: من قال عند الاقامة اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة اعط سیدنا محمد ن الوسیلة وارفع له الدرجات حقت له الشفاعة علی النبی صلی الله علیه وسلم

(المصنف للحافظ عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۹۹۱: ۴۹۶=۴۹۵ باب الدعا بین الاذان والاقامة مطبوعہ: المجلس العلمی پاکستان)

(حضرت ایوب اور جابر جعفی روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے اقامت کے وقت (یعنی اذان کے بعد) یہ دعا مانگی ''اے اللہ! اس دعوت کامل اور (تا قیامت) قائم ہونے والی نماز کے رب! تو ہمارے آقا محمد ﷺ کو (مقام) وسیلہ عطا فرما اور ان کے درجات کو بلند فرما، تو (قیامت میں) نبی ﷺ پر اس کی شفاعت واجب ہے۔)

دعا بعد الاذان میں ''الدرجة الرفيعة'' کے کلمات مندرجہ بالا حدیث پاک کے خط کشیدہ الفاظ سے ماخوذ ومفہوم ہیں۔

عن جابر بن عبدالله قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال حين سمع النداء:
اللهم اني اسئلك بحق هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة ات محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه المقام المحمودن الذى وعدته انك لا تخلف الميعاد حلت له شفاعتي .

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص:۴۱۰ مطبوعہ ملتان)

(حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے ''اے اللہ! میں اس دعوت کامل اور (تا قیامت) قائم ہونے والی نماز کے وسیلے سے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو محمد ﷺ کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، بلاشبہ تو وعدے کے خلاف نہیں فرماتا'' تو اس کیلئے (قیامت کے دن) میری شفاعت جائز ہو جائے گی)

دعا بعد الاذان میں ''انك لا تخلف الميعاد'' کا جملہ بعینہ اور بلفظہ مندرجہ بالا حدیث مبارک سے لفظاً ماخوذ ہے۔

۴) رہا معترضین کا یہ سوال کہ اس دعا سے توہین رسالت کا پہلو نکلتا ہے اور حضور اقدس ﷺ کو تو چودہ سو سال قبل ہی اللہ تعالیٰ نے یہ مقامات رفیعہ عطا فرما دیئے تھے، ہماری دعاؤں کی ان کو کیا احتیاج ہے؟ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ یہ کتاب وسنت اور دین کے مزاج سے ناواقفی کی بنا پر ہے ورنہ معمولی تامل بھی فرماتے تو یہ اشکال رفع ہو جاتا۔ تاہم اس کی چند توجیہات درج ذیل ہیں:

(الف) نبی کریم ﷺ کیلئے مقام وسیلہ، فضیلت، درجہ رفیعہ اور مقام محمود کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو ہماری دعاؤں کی احتیاج ہے۔ بلکہ اس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی ذات سے اپنی محبت، عقیدت اور اخلاص کا اظہار مقصود ہے جو بلاشبہ ہمارے لئے دنیا وآخرت میں فلاح ونجات کا باعث ہے۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت، تسبیح اور تحمید اس لئے کرتے ہیں کہ معاذ

اللہ! اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ہماری زندگی کا تقاضا ہے اور اس کا فائدہ خود ہماری ہی ذات کو پہنچتا ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **"یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً"**

یعنی اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو" نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان پر نزول رحمت کی دعا مانگنا ہے حالانکہ وہ تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں، برکتوں اور انوار و تجلیات کا مہبط و منبع ہیں۔ بلکہ "رحمۃ للعالمین" ہیں تو پھر یہ حکم کیوں؟ اس کی حکمت تک ہم پہنچ سکیں یا نہ پہنچ سکیں، تاہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہم پر واجب ہے۔ اسی طرح دعا بعد الاذان میں بھی ارشاد رسول ﷺ کی تعمیل ضروری ہے اور ہم اس پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یقیناً ماجور ہوں گے۔

(ج) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجات و مراتب کی کوئی انتہا نہیں بلکہ یہ لامتناہی ہیں۔ اس لئے ایک درجے کے بعد دوسرے درجے اور ایک مرتبے کے بعد دوسرے مرتبے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ بالکل ممکن ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کیلئے ارشاد فرمایا:

وعلمك مالم تكن تعلم ط وكان فضل الله عليك عظيماً (النساء:۱۱۳)	(اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے' وہ (سب کچھ) اس (اللہ) نے آپ کو سکھا دیا اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے سب کچھ اور کائنات میں سب سے زیادہ علم عطا کرنے کے باوجود اپنے حبیب کریم ﷺ کو یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی۔ **"وقل رب زدنی علماً"** "اور کہہ دیجئے! اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما" (طٰہٰ:۱۱۴)

ایسا کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات علم کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے اس کی بارگاہ سے زیادہ اور مزید زیادتی کی دعا علم یا مراتب علم کی کمی کی طرف اشارہ نہیں کرتی بلکہ ان میں اضافے کی دلیل ہے۔

(د) اگر یہ کہا جائے کہ جو مقام رفعت و فضیلت پہلے سے حاصل ہو، اس کیلئے دعا

کرنے کا کیا جواز ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ روزِ اول سے مہدی یعنی ہدایت یافتہ تھے بلکہ ساری اُمت کیلئے ہادی و مرشد بن کر تشریف لائے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قد جاء کم من اللہ نورٌ وکتب مبین o یهدی به اللہ من اتبع رضوانه سبل السلم ویخرجهم من الظلمت الی النور باذنه o

(سورۃ المائدہ آیت: ۱۵، ۱۶)

(بے شک جلوہ گر ہوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب' اللہ اس کے ذریعے سلامتی کی راہوں پر لاتا ہے، ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں اور اپنے ارادہ سے انہیں تاریکیوں سے نکالتا ہے نور کی طرف)

اس کے باوجود آپ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ میں اپنے رب ذوالجلال سے دعا مانگتے تھے۔ "**اهدنا الصراط المستقیم**" یعنی (اے اللہ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطائے نعمت اور بندے کی طرف سے حصولِ نعمت کے باوجود بقاء و دوامِ نعمت کیلئے مسلسل بارگاہِ الوہیت میں رجوع کی ضرورت رہتی ہے اور یہ تشکرِ نعمت کی ایک بہترین صورت بھی ہے۔

۵) "دعا بعد الاذان" پر ایک اور اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ احادیث میں "**حلت له شفاعتی**"، "**حلت علیه شفاعتی**"، "**حلت علیه الشفاعة**"، "**حقت له الشفاعة**"، **وجبت له الشفاعة** اور **جعله اللہ فی شفاعتی یوم القیامۃ**" کے الفاظ تو آتے ہیں لیکن "**وارزقنا شفاعته یوم القیمة**" یہ انداز دعا کے الفاظ نہیں آئے، مذکورہ بالا الفاظ بطور وعدہ اور بشارت کے ہیں، یعنی جو صاحب ایمان اذان کے بعد یہ دعا مانگے وہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا آخرت میں حقدار قرار پائے گا، اسی وعدہ اور بشارت کے کلمات سے اکتساب فیض کرتے ہوئے دعا کے آخر میں دعا شفاعت کے کلمات شامل کر دیئے گئے ہیں جو معنی حدیث کے عین مطابق ہے۔ لیکن معترض کی تسلی کیلئے یہ عرض ہے کہ ایک اور روایت میں یہ دعائیہ کلمات لفظاً بھی مذکور ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

عن ابن عباس ان نبی الله صلی الله علیه وسلم قال: من سمع النداء فقال اشهدان لا اله الا الله وحده لا شریك له وان محمداً عبده ورسوله، اللهم صل وبلغه درجة الوسیلة عندك واجعلنا فی شفاعته یوم القیمة وجبت له الشفاعة

(المعجم الکبیر، ۲:۶۶، حدیث: ۱۲۵۵۴)

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ جناب محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اے اللہ! ان پر اپنی رحمت نازل فرما اور انہیں اپنے پاس ''درجہ وسیلہ'' پر پہنچا اور ہمیں روزِ قیامت ان کی شفاعت نصیب فرما، تو اس کیلئے شفاعت (نبی کریم ﷺ کے ذمہ کرم پر) واجب ہے۔

اس حدیث پاک میں ''دعا شفاعت'' کے کلمات بھی صراحتہً مذکور ہیں۔ (یہ حدیث مجمع الزوائد: ۱/۳۳۳ پر بھی درج ہے)

۶) رہا یہ سوال کہ متفرق احادیث میں روایت کئے گئے کلمات کو یکجا کرنے کا کیا جواز ہے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، مثلاً کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کلمہ اسلام کہلاتا ہے۔ لیکن یہ قرآن مجید میں یکجا کسی ایک مقام پر مذکور نہیں ہے بلکہ ''لا اله الا الله'' سورہ محمد کی آیت نمبر ۱۹ اور ''محمد رسول اللہ'' سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ سے ماخوذ ہے اور یوں دونوں متفرق کلمات کو یکجا کر کے ''کلمہ طیبہ'' کی تکمیل ہوتی ہے۔ اسی طرح ''نمازِ جمعہ'' کی پہلی چار سنتیں اور فرض جمعہ کے بعد کی چھ سنتیں کسی ایک حدیث میں یکجا مروی نہیں بلکہ متفرق احادیث کو یکجا کر کے ان پر عمل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ارکانِ صلوٰۃ کسی ایک مقام پر ترتیب کے ساتھ ذکر نہیں کئے گئے بلکہ متعدد متفرق آیات میں وہ الگ الگ مذکور ہیں۔ لیکن چونکہ سارا قرآن باہم مربوط ہے اور اس کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق و تکمیل کرتی ہیں، اس لئے

متفرق آیات میں الگ الگ مذکور ارکانِ صلوٰۃ کو ایک ترتیب سے مرتب انداز میں بیان کیا جاتا ہے اور ان پر عمل کیا جاتا ہے۔

۷) ''دعا بعد الاذان'' کے بارے مروی احادیث کے چند حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

۱۔ صحیح البخاری الجزالاول ص:۱۰۹ حدیث نمبر ۲۱۴۔

۲۔ صحیح مسلم: ص:۱/۲۸۹ حدیث، رقم: ۷۵۳،۔

۳۔ سنن ترمذی، ص:۱/۲۵۳ حدیث رقم: ۲۲۱۔

۴۔ سنن ابی داؤد، ص:۱/۱۸۴-۱۸۵، حدیث رقم: ۵۲۳،۔

۵۔ سنن ابی داؤد، ص:۱/۱۸۴-۱۸۵ حدیث رقم: ۵۲۳،۔

۶۔ سنن النسائی، ص:۱/۳۵۵-۳۵۲ حدیث، رقم: ۶۷۹۔

۷۔ سنن ابن ماجہ، ص:۱/۳۹۹ حدیث رقم: ۶۲۲۔

۸۔ السنن الکبریٰ، ص: ۴۱۰۔

۹۔ المصنف للحافظ عبدالرزاق، ص:۱/۴۹۵-۴۹۶ حدیث رقم ۱۹۱۱۔

۱۰۔ المعجم الکبیر: ۲/۶۶ حدیث رقم: ۱۲۵۵۴۔

۱۱۔ **المعجم الاوسط** الجزالرابع ص: ۳۹۷ حدیث رقم: ۳۶۷۵۔

۸) محولہ بالا احادیث میں سے حدیث: ۲ اور حدیث: ۵ میں رسول اللہ ﷺ نے موذن کے ساتھ کلمات اذان دہرانے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ اس کے بعد مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو صاحب ایمان مجھ پر درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ لہٰذا افضل اور مسنون امر یہ ہے کہ اذان کے بعد اولاً

درود شریف پڑھا جائے اور اس کے بعد مسنون دعا پڑھی جائے۔ اس سے انشاء اللہ اجر وثواب میں بے پایاں اضافہ ہوگا اور فرمان رسول ﷺ کی کما حقہ تعمیل بھی ہوگی۔

۹) میرے نزدیک زیر بحث دعا مسنون بعد الاذان کا موزوں ترجمہ یہ ہے:

''اے اللہ! اس دعوت کامل اور تا قیامت قائم ہونے والی نماز کے رب: تو محمد ﷺ کو جنت میں نمایاں مقام، فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور قیامت کے دن ہمیں ان کی شفاعت نصیب فرما، بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں فرماتا''۔

محولہ بالا حدیث ۲ اور ۵ میں نبی کریم ﷺ نے اذان کے بعد درود بھیجنے کا حکم فرمایا اور اس کے بعد فرمایا ''پھر اللہ عزوجل سے میرے لئے ''الوسیلہ'' کی دعا مانگو کیونکہ یہ جنت میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام ہے، جو اللہ تعالیٰ کے صرف ایک بندہ خاص ہی کے شایانِ شان ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ بندہ خاص میں ہی ہوں گا'' ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں میں نے ''الوسیلہ'' کا ترجمہ ''جنت میں نمایاں مقام'' کیا ہے۔ اس طرح حدیث کی صحیح ترجمانی ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کی منشاء بھی واضح ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے، اسے قبول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

(دعا بعد اذان و دعا کے کلمات حضرت علامہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی کتاب تفہیم المسائل سے نقل کئے گئے ہیں)

اقامت کے وقت مقتدی و امام کب کھڑے ہوں؟

ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث کی جاتی ہے کہ جب موذن اقامت کہے تو امام اور مقتدی اقامت کی ابتداء سے کھڑے ہوں یا جب موذن حی علی الفلاح

کہے تو اس وقت کھڑے ہوں۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ کسی حدیث میں نہیں بریلوی علماء کی ایجاد ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ میں سوال ہے کہ امام اور مقتدی شروع تکبیر سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہوں یا جب مکبر حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے تو اس وقت؟

جواب: کسی حدیث میں، میں نے یہ ترتیب نہیں دیکھی۔ علماء کی ذہنیت ہے جس پر عمل کرنا نہ واجب ہے نہ حرام۔ (۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء)

تشریح: یہ بریلوی علماء کی ایجاد ہے جو صحیح نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۴۸۶)

اصل میں یہ بحث اس صورت میں ہے جب امام محراب یا مصلائے امامت پر موجود ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی قتادہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتیٰ ترونی
(صحیح بخاری ۱/ ۳۲۴)

(حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔)

عن ابی قتادہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی و علیکم السکینۃ (صحیح بخاری: ۱/ ۳۲۵)

(ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو کھڑے نہ ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھ لو اور تم پر اطمینان لازم ہے۔)

ان دونوں حدیثوں کے مطابق جب اقامت شروع ہو جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ بیٹھے رہیں۔ یہاں تک کہ امام کو دیکھ لیں۔ اگر امام مسجد میں موجود ہو تو احناف کے نزدیک امام اور مقتدی اقامت بیٹھ کر سنیں اور انہیں **حی علی الفلاح** پر کھڑے ہونا چاہیے۔

علمائے احناف کا طریقہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کس وقت کھڑے ہوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں۔لیکن عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب موذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب موذن **قد قامت الصلوٰۃ** کہتا تھا اور پھر امام **اللہ اکبر** کہتا تھا۔ اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے۔سعید ابن مسیب اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ جب موذن **اللہ اکبر** کہے تو کھڑا ہونا واجب ہے اور جب وہ **حی علی الصلوٰۃ** کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ **لا الہ الا اللہ** کہے تو امام **اللہ اکبر** کہے۔

عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک موذن اقامت سے فارغ نہ ہو امام اللہ اکبر نہ کہے۔مصنف میں ہے کہ ہشام نے موذن کے **قد قامت الصلوٰۃ** کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک موذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک موذن **قد قامت الصلوٰۃ** نہ کہے اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ جب موذن **حی علی الصلوٰۃ** کہے تو لوگ کھڑے ہوں اور جب موذن **قد قامت الصلوٰۃ** کہے تو امام اللہ اکبر کہے

کیونکہ موذن شرعاً امین ہے۔ اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے اور اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک امام کو دیکھ نہ لیں۔ (عمدۃ القاری:۵/۱۵۴ مطبوعہ مصر)

ایک اعتراض اور اس کا رد

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

''نماز کی اقامت ہوگئی سو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کر لیں''

اور ایک روایت میں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے۔''

ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکورہ بالا احادیث سے تعارض ہے۔ اسکا جواب دیتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان میں تطبیق اس طرح سے ہوگی:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے صفیں درست کرنے کے واقعات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لئے یا یہ پہلے کے واقعات ہیں'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔ (عمدۃ القاری:۵/۱۵۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی جوابات تحریر کیے ہیں۔ (فتح الباری،۲/۲۳۰)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اگر امام کے علاوہ کوئی شخص اذان دے اور نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب موذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں۔ تینوں ائمہ کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نماز کے مستحبات میں سے ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بشرطیکہ امام محراب کے نزدیک ہو۔ کیونکہ موذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے اس پر عمل کیا جائے اور اگر امام حاضر نہ ہو تو جس صف کے پاس سے گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (مراقی الفلاح:۱۶۶)

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب موذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

مندرجہ بالا گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ بریلوی علماء کی ایجاد نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور صحابہ واسلاف کا طریقہ ہے۔

نوٹ: حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس لئے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے۔ حاشیہ طحطاوی اور عالمگیری میں اسے جو مکروہ لکھا ہے۔ اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی۔ اس لئے جو لوگ اقامت سے پہلے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے اور اگر کچھ لوگ حی علی الفلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتدا میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے۔

پنجگانہ نمازوں کے اوقات

اس کائنات ارضی میں اسلام ہی ایک واحد دین ہے جس نے اپنے ماننے والوں کو سماجی زندگی بھرپور طریقے سے گزارنے کیلئے پابندی وقت کا درس دیا ہے چنانچہ اس کی جملہ عبادات کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ وقت مقررہ پر اس کی عبادت کو بجالایا جائے تو وہ "ادا" کہلاتی ہے اور وقت گزر جانے کے بعد کی جائے تو اسے "قضاء" کہتے ہیں۔ جبکہ دیگر مذاہب میں اس طرح کی پابندی وقت کا کوئی تصور موجود نہیں اس لیے اسلام نے اپنی سب سے عظیم الشان عبادت یعنی نماز کو وقت پر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا (بے شک نماز مومنوں پر وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے) (النساء:۱۰۳)

حضور نبی کریم ﷺ نے بھی احادیث میں اس امر کی تاکید کی ہے اور بلا عذر شرعی تاخیر نماز کو ناپسند فرمایا ہے۔ اوّل وقت میں نماز ادا کرنیکی تاکید کے پیش نظر ذیل میں تمام نمازوں کے مستحب اوقات آئمہ احناف کی تحقیق کے مطابق رقم کرتے ہیں۔ یاد رکھیں ان اوقات کے گزر جانے کے بعد نماز قضا ہو جاتی ہے۔

نماز فجر کا وقت

نماز فجر کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر آفتاب کی کرن چمکنے سے پہلے تک ہے اور یہ تقریباً ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس (۳۵) منٹ تک ہے نہ اس سے کم ہوگا، نہ زیادہ۔

فجر میں تاخیر مستحب ہے یعنی اسفار کرنا جب خوب اجالا ہو جائے اور زمین روشن ہو جائے تو ایسے وقت میں نماز شروع کرے کہ سنت کے مطابق چالیس سے ساٹھ آیات

کی تلاوت کر سکے پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی بچے کہ اگر نماز دوبارہ پڑھنی پڑھے تو دوبارہ سنت کے مطابق پڑھ سکے۔ عورتوں کے لیے اندھیرے میں نماز فجر ادا کرنا مستحب ہے۔

صبح صادق کی وضاحت

صبح صادق ایک روشنی ہے جو پچھلی رات میں صبح ہوتے وقت سورج نکلنے کی جگہ سے ستون کی طرح بلند ہوتی ہے۔ پھر یہ روشنی اوپر سے نیچے اترنے لگتی ہے اور نیچے شمالاً جنوباً پھیلنے لگتی ہے اور سرعت بڑھتی جاتی ہے تو جب یہ روشنی شمالاً جنوباً پھیلنے لگتی ہے تو صبح صادق شروع ہو جاتی ہے اور اس کے پھیل جانے پر فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (درمختار، نورالایضاح)

نماز ظہر کا وقت

نماز ظہر کا وقت زوال آفتاب یعنی سورج کے ڈھلنے سے لے کر اصلی سائے کے علاوہ دو گناہ سایہ ہونے تک ہے۔ جب ہر چیز کا سایہ دو مثل (دوگنا) ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ (نورالایضاح)

نماز عصر کا وقت

نماز عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جانے سے لے کر غروب آفتاب کے کچھ پہلے تک رہتا ہے، دھوپ کا رنگ زرد ہونے سے پہلے نماز عصر ادا کرنا مستحب ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے۔ سورج کے غروب ہونے سے بیس منٹ پہلے زردی چھا جاتی ہے۔

نماز مغرب کا وقت

مغرب کا وقت غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے اور یہ وقت کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہے، یعنی ہر روز صبح اور مغرب کے وقت برابر ہوتے ہیں۔

شفق کی وضاحت

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام ہے جو مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد صبح صادق کی طرح پھیلتی ہے۔

نماز عشاء کا وقت

نماز عشاء کا وقت سفید شفق کے غروب ہو جانے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہے۔ نماز عشاء کو تہائی رات تک موخر کرنا مستحب۔ آدھی رات تک مباح اور اس کے بعد مکروہ ہے۔ وتروں کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک ہے۔ وتر کو آخر رات تک موخر کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جسے یقین ہو کہ وہ صبح صادق سے پہلے بیدار ہو سکتا ہے بصورت دیگر رات کو عشاء کے ساتھ ہی ادا کرنا بہتر ہے۔

پنجگانہ نمازوں کے مستحب اوقات

نماز فجر کا مستحب وقت:

رسول اللہ ﷺ نے بیان جواز کے کے لئے فجر کے اول وقت میں بھی نماز پڑھائی ہے۔ تاہم افضل یہ ہے کہ صبح روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھی جائے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وکان یقرأ فی الصلوٰۃ الفجر من المائۃ الی الستین وکان ینصرف حین یعرف بعضنا وجہ بعض (صبح کی نماز میں سو سے لے کر ساٹھ آیتوں تک پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوتے تھے کہ (اجالے کی وجہ سے) ہم میں ہر ایک شخص دوسرے کو پہچان لیتا تھا)

(صحیح مسلم، رقم: ۱۴۶۲)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ یقول اسفروا بالفجر فانہ اعظم الاجر (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کیونکہ اس میں اجر زیادہ ہے)

(جامع ترمذی، رقم: ۱۴۶)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اصبحوا بالصبح فانہ اعظم لا جورکم او اعظم للاجر (فجر کی نماز صبح کے وقت پڑھو کیونکہ اس میں اجر زیادہ ہے)

(سنن ابوداؤد، رقم: ۴۲۴)

محمود بن لبید اپنی قوم کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال ما اسفرتم بالصبح فانہ اعظم للاجر (بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے میں زیادہ اجر ملتا ہے۔)

(سنن نسائی، رقم: ۵۵۲)

ان احادیث سے احناف کے مذہب کی صاف وضاحت اور تائید ہوتی ہے کہ نماز فجر جتنی اجالے میں پڑھی جائے گی اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔ باقی رہی ضد، ہٹ دھرمی اور اپنی بات کو بزور بازو منوانا تو اس مرض کا علاج دنیا میں کس کے پاس ہے؟ اس سستی اور کاہلی کے زمانے میں تو ہر سمجھ دار کو اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ آدمی نماز فجر میں شامل ہو سکیں۔

نماز ظہر کا مستحب وقت:

شدت کی گرمی ہو تو ظہر کی نماز از روئے حدیث ایسے وقت پڑھنا بہتر ہے کہ گرمی میں تھوڑی سی کمی آ جائے تاکہ نماز اطمینان سے پڑھی جا سکے۔

حضرت سعید بن مسیب اور ابو سلمیٰ رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ قال ابن موھب بالصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم

(جب گرمی کی شدت ہو تو وقت ٹھنڈا کر کے نماز (ظہر) پڑھا کرو۔ ابن موہب نے فرمایا کہ نماز کے ساتھ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔)

(صحیح مسلم، رقم: ۱۳۹۵، صحیح بخاری، رقم: ۵۰۷، سنن ابوداود، رقم: ۴۰۱)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک سفر مین حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (ابردتم) ظہر کو ٹھنڈا کرو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثم اراد ان یقیم فقال رسول اللہ ﷺ ابرد فی الظھر قال حتی راینا فی التلول ثم اقام فصلی رسول اللہ ﷺ ان شدۃ الحر فیح جھنم فابردو عن الصلوٰۃ

(جامع ترمذی، رقم: ۱۵۰)

(پھر ارادہ کیا اقامت کا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈا کرو۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہاں تک ٹھنڈا کیا کہ ہم نے ٹیلوں کے سایہ کو دیکھا پھر حضرت بلال نے تکبیر کہی اور حضور ﷺ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی حرارت سے ہے۔ پس نماز کو ٹھنڈا کیا کرو)

دو مثل سایہ تک ظہر کے وقت کا ثبوت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے پھر اذان دینے کا رادہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے تیسری

باراذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈا وقت ہونے دو۔

حتی ساوی الظل التلول فقال النبی ﷺ ان شدۃ الحر من فیح جھنم (صحیح بخاری، رقم: ۵۰۹)

(حتیٰ کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے)

یہ احادیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر دو وجہوں سے دلالت کرتی ہے۔

اولاً: آپ نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت عطا فرمائی اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی۔ جس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد رہتا ہے۔

ثانیاً: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے۔ اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا گرمیوں میں نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

نماز عصر کا مستحب وقت:

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ عصر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا جائے۔ جب تک سورج متغیر نہ ہو، تاکہ نماز سے پہلے نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقعہ مل جائے۔ کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہیں عصر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

فکان یوخر العصر مادامت الشمس بیضا نقیۃ (سنن ابوداؤد، رقم: ۴۰۷)

(آپ ﷺ اس وقت تک عصر کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے۔ جب تک سورج سفید چمکدار رہتا تھا۔

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری نسبت ظہر بہت جلد پڑھا کرتے تھے۔

وانتم اشد تعجیلا للعصر منه (اور تم عصر کی نماز میں آپ ﷺ سے جلدی کرتے ہو)

(جامع ترمذی، رقم: ۱۵۴)

نماز مغرب کا مستحب وقت

نماز مغرب میں ہمیشہ جلدی کرنا مستحب ہے۔ لیکن جس دن موسم ابر آلود ہو آسمان پر بادل وغیرہ چھائے ہوئے ہوں۔ اس دن کچھ تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی المغرب اذا غربت الشمس و توارت بالحجاب (رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز مغرب ادا فرماتے۔ جب آفتاب غروب ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔)

(صحیح مسلم، رقم: ۱۴۳۸)

حضرت مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جہاد کے ارادے سے ہمارے پاس تشریف لائے اور ان دنوں حضرات عقبہ بن عامر حاکم مصر تھے تو انہوں نماز مغرب میں تاخیر کردی، پس حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا:

لا یزال امتی بخیر او قال علی الفطرۃ مالم یوخروا المغرب الی ان تشتبك النجوم (کہ میری اُمت ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہے گی یا فرمایا کہ فطرت پر رہے گی، جب تک نماز مغرب میں اتنی دیر نہیں کرے گی کہ ستارے چمکنے لگیں۔)

(سنن ابوداؤد، رقم ۴۱۷)

حضرت سلمیٰ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کان النبی ﷺ یصلی المغرب ساعۃ تغرب الشمس اذا غاب حاجبھا (نبی اکرم ﷺ اس وقت نماز مغرب پڑھ لیتے تھے، جب سورج کا اوپر والا کنارہ غائب (غروب) ہو جاتا۔)
(سنن ابوداؤد، رقم:۴۱۶)

نماز عشاء کا مستحب وقت:

عشاء کی نماز بھی تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے۔ تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے بشرطیکہ نمازی تنگ نہ ہو۔ آج کل عموماً لوگ تاخیر سے تنگ ہوتے ہیں اور جلدی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اول وقت ہی جماعت کا اہتمام ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم ان یوخرو العشاء الیٰ ثلث اللیل او نصفہ (اگر میں اپنی امت پر گراں نہ سمجھتا تو انہیں عشاء کی نماز تہائی رات یا نصف رات تک دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔)
(جامع ترمذی، رقم:۱۵۷)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

انا اعلم الناس بوقت ھذہ الصلوٰۃ کان رسول اللہ ﷺ یصلیھا لسقوط القمر لثالثۃ (میں اس نماز کے وقت کا تم سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ یہ نماز اس وقت پڑھتے جس وقت تیسری رات کا چاند غروب ہوتا ہے۔)
(جامع ترمذی، رقم:۱۵۵)

نوٹ: تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غروب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ نیز کسی حدیث سے یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے سفیدی میں نماز عشاء پڑھی ہو۔ (واللہ اعلم الصواب)

ممنوعہ اوقات

مندرجہ ذیل تین اوقات میں کوئی نماز جائز نہیں، نہ فرض نہ واجب، نہ نفل سنت نہ ادا، نہ قضا، نہ سجدہ تلاوت، نہ جنازہ۔

نوٹ: اگر ان اوقات میں تلاوت کے دوران سجدہ آیا یا جنازہ حاضر ہوگیا اور اس کو ادا کر

لیا تو یہ عمل بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ وجوب کا تعلق (تلاوت) اور جنازہ کے حاضر ہونے سے ہے۔ مگر تاخیر کرنا افضل ہے۔ جبکہ تحفہ میں ہے کہ ان تین اوقات میں جنازہ آ جائے تو اس کا پڑھنا افضل ہے۔ اس میں تاخیر نہ کی جائے (البحر الرائق: ۱/۲۵۰، منہاج الفتاویٰ: ۲/۹۰) سجدہ تلاوت میں تاخیر افضل ہے اور نماز جنازہ میں تاخیر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۵۲)

-1 طلوع آفتاب کے وقت کی مقدار بیس منٹ ہے۔
-2 غروب آفتاب کے وقت کی مقدار بھی بیس منٹ ہے۔
-3 نصف النہار کے وقت کی مقدار پینتالیس منٹ ہے (یہ سورج کے قائم ہونے سے زوال تک ہے)۔

ان اوقات میں نوافل پڑھنا منع ہیں

-1 طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک سوائے دو رکعت سنت فجر کے۔
-2 جب جماعت کے لئے اقامت کہی جائے۔
-3 نماز عصر کے بعد۔ 4- نماز عیدین سے پہلے۔ 5- خطبہ کے دوران۔
-6 غروب آفتاب سے مغرب کے فرض ادا کرنے تک۔
-7 جب امام اپنی جگہ پر خطبہ کے لئے کھڑا ہو۔
-8 نماز عید جبکہ عیدگاہ یا مسجد میں پڑھے مگر گھر میں پڑھے تو مکروہ نہیں۔
-9 عرفات میں ظہر و عصر کے درمیان۔
-10 جب فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ سنت فجر و ظہر بھی مکروہ ہے۔
-11 جس وقت کسی کام سے دل کی توجہ کسی اور جانب مبذول ہوتی ہو۔ مثلاً پیشاب کی سختی۔

نوٹ

ا- عیدین کے دن نماز عید سے پہلے قضا نماز پڑھی جا سکتی ہے۔
ب- عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں البتہ قضا نماز پڑھ سکتے ہیں۔

نماز کے صحیح ہونے کیلئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

۱۔ جگہ کا پاک ہونا۔

۲۔ ستر عورت یعنی جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے۔ یہ مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کے لیے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ تمام بدن کا چھپانا ہے۔

۳۔ طہارت یعنی نمازی کے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا، نماز کے لیے یہ شرط اتنی کڑی ہے کہ یہ کسی حال میں بھی معاف نہیں۔ یاد رکھیں طہارت کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

۴۔ استقبال قبلہ یعنی منہ اور سینہ قبلہ کی طرف ہو۔

۵۔ نیت کرنا: دل کے پکے ارادہ کا نام نیت ہے، زبان سے کہنا تاکہ ظاہر و باطن میں مطابقت پیدا ہو مستحب ہے۔

۶۔ نماز کا وقت ہونا یعنی نماز کا جو وقت ہے۔ اس نماز کو اسی وقت میں پڑھنا اگر وقت سے پہلے پڑھی جائے گی تو درست نہیں ہوگی اور اگر وقت مقررہ کے بعد پڑھی جائے گی تو وہ قضا ہوگی ادا نہیں ہوگی۔

استقبال قبلہ

استقبال قبلہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، قبلہ کی طرف منہ کرنے کو استقبال قبلہ کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ نمازی کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔

برصغیر اور بہت سے ملکوں میں قبلہ مغرب کی طرف ہے مکہ والوں کے لئے عین کعبہ شریف کی طرف سیدھ میں منہ کرنا اور مکہ والوں کے علاوہ کعبہ کی سمت کی طرف منہ کرنا نماز ہے استقبال قبلہ کی فرضیت اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتی ہے۔

وحیث ماکنتم فولو وجوھکم شطرہ (جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنا منہ اس (مسجد حرام) کی طرف) (البقرہ:۱۴۴)

قبلہ کی شناخت کا طریقہ

۱۔ شہروں اور دیہاتوں میں تو عموماً ہر جگہ مسجدیں ہوتی ہیں۔ وہاں کے لوگ ان مساجد کے مطابق نماز ادا کریں انہیں شناخت کی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۔ جو لوگ جنگلوں اور دریاؤں میں ہوں، وہ ستاروں سے قبلہ کی شناخت کر سکتے ہیں

۳۔ جہاں ستاروں سے شناخت نہ ہوتی ہو قبلہ نما سے کریں یا کسی شخص سے پوچھ لیں۔

۴۔ شناخت نہ ہونے کی صورت میں وہ قیاس کریں جدھر غالب گمان ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں۔ اس کو تحری کہتے ہیں یعنی قیاس کرنا۔ اگر بغیر قیاس کے نماز پڑھے گا تو نہیں ہوگی۔

۵۔ ایسا مریض جو خود قبلہ کی طرف منہ نہیں کرسکتا اور کوئی ایسا شخص بھی نہیں جو اس کا رخ درست کرے تو وہ جدھر بھی ہو نماز پڑھ لے کیونکہ یہ شخص صاحب عذر ہے اور معذور ہے اس سے استقبال قبلہ کا حکم ساقط ہے (فتاویٰ عالمگیری)

۶۔ ایک اندھا شخص ہے اسے کوئی ایسا فرد نہ ملے جس سے وہ قبلہ کی سمت معلوم

کر سکے۔ چنانچہ اس نے خود ہی ایک طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی لیکن یہ سمت درست نہ تھی۔ اتنے میں ایک شخص نے آ کر اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیا تو اس اندھے کی نماز درست ہو گی۔

یاد رکھیئے!

استقبال قبلہ نماز کے لئے ایک شرط زائد ہے۔ مقصود بالذات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عذر اور بلا عذر کے ساقط ہو جاتی ہے۔ مقصود عبادت قبلہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے کی ذات۔ قبلہ تو صرف مسجود الیہ ہے۔ مسجود الیہ وہ ہوتا ہے جس کی طرف سجدہ کیا جائے۔ سو مسجود الیہ مقصود عبادت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کعبہ معذور کے حق میں ساقط ہو جاتا ہے۔ معذور جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے، اس کی نماز ہو جائے گی۔

نماز کے فرائض

نماز کے فرائض سات ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی رہ جائے تو نماز نہیں ہوگی، اگر چہ سجدہ سہو کیا جائے بلکہ نماز لوٹانا ہوگی:

۱- تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا۔

۲- قیام: یعنی سیدھا کھڑا ہونا، فرض، وتر، سنت فجر، عیدین کی نماز میں قیام فرض ہے۔ بلا عذر صحیح اگر کوئی یہ نمازیں بیٹھ کر پڑھے گا تو نہیں ہوں گی۔ نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں لیکن بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

۳- قرأت: مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر، سنت، نوافل کی ہر رکعت میں فرض ہے۔ اگر مقتدی ہے تو اس کے لئے کسی نماز میں قرأت جائز نہیں۔

۴- رکوع کرنا۔

۵- سجدہ کرنا۔

۶- قعدہ اخیرہ (نماز پوری کر کے آخری التحیات میں بیٹھنا)

۷- دونوں طرف سلام پھیرنا۔

نماز کے واجبات

نماز کے واجبات میں سے اگر کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی سجدہ سہو نہ کرنے اور قصداً نہ کرنے سے نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ نماز کے واجبات درج ذیل ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا۔

۲۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی ہر رکعت میں ایک بار پوری سورۃ فاتحہ کا پڑھنا۔

۳۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر، سنت، نفل کی ہر رکعت میں چھوٹی سورت یا

تین چھوٹی آیات یا وہ ایک آیت جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا۔

۴۔ سورۃ فاتحہ کا سورۃ سے پہلے پڑھنا۔

۵۔ قومہ یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

۶۔ قرأت سے فارغ ہوتے ہی رکوع کرنا۔

۷۔ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔

۸۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع، سجود اور قومہ۔

۹۔ قعدہ اولیٰ یعنی تین یا چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا۔

۱۰۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ نہ پڑھنا

۱۱۔ امام کی قرأت کے وقت چاہے وہ بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو یا آہستہ، مقتدی کا چپ رہنا۔

۱۲۔ سوائے قرأت کے تمام واجبات میں امام کی متابعت کرنا۔

۱۳۔ ترتیب قائم رکھنا۔

۱۴۔ تمام ارکان سکون واطمینان سے ادا کرنا۔

۱۵۔ امام کا فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان کے وتروں میں بلند آواز سے قرأت کرنا۔

۱۶۔ ظہر اور عصر میں آہستہ قرأت کرنا۔

۱۷۔ عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں زائد کہنا۔

۱۸۔ وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت اور تکبیر قنوت کا کہنا۔

۱۹۔ آیت سجدہ پڑھنی ہو تو سجدہ تلاوت کرنا۔

۲۰۔ نماز میں سہو ہوا ہو تو سجدہ سہو کرنا۔

۲۱۔ قومہ اور جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا۔

۲۲۔ ایک سجدہ کے بعد دوسرا سجدہ کرنا۔

۲۳۔ لفظ سلام دو بار کہنا۔

۲۴۔ دو سجدوں کے درمیان ایک تسبیح کے برابر بیٹھنا۔

نماز کی سنتیں

نماز کی سنتیں وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ ان کی تاکید فرض اور واجب کے برابر تو نہیں۔ اسی لئے اگر نماز میں کوئی سنت چھوٹ جائے تو نماز ہو جاتی ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ مگر جان بوجھ کر کسی سنت کو چھوڑ دینا بہت بری بات ہے اور کسی سنت کی توہین کرنا سخت گناہ بلکہ کفر ہے۔

نماز کی سنتیں

نماز کی سنتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانا، مرد کا نوں کی لو تک اور عورت کا کندھوں کے برابر۔

۲۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر کشادہ اور قبلہ رخ رکھنا۔

۳۔ بوقت تکبیر سر نہ جھکانا۔

۴۔ تکبیر سے پہلے ہاتھ کا اٹھانا، اسی طرح تکبیر قنوت اور تکبیرات عیدین میں کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہنا اور ان کے علاوہ نماز میں کسی اور جگہ اٹھانا سنت نہیں۔

۵۔ امام کا بقدر ضرورت بلند آواز سے تکبیرات "سمع اللہ لمن حمدہ" اور سلام کا کہنا۔

۶۔ بعد تکبیر فوراً مرد کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور عورت کا سینے پر ہاتھ باندھنا،

۷۔ ثناء یعنی "سبحانك اللهم" پڑھنا۔

۸۔ تعوذ پڑھنا۔

۹۔ تسمیہ پڑھنا۔

۱۰۔ سورۃ فاتحہ کے ختم ہونے پر آمین کہنا۔

۱۱- ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین کا آہستہ پڑھنا اور کہنا۔

۱۲- فرض کی آخری رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔

۱۳- رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا۔

۱۴- رکوع میں کم از کم تین بار تسبیح یعنی **سبحان ربی العظیم** پڑھنا۔

۱۵- رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی رکھنا مگر عورتیں رکوع ہاتھوں پہ سہارا نہ دیں۔ انگلیاں ملا کر رکھیں، گھٹنوں کو جھکا لیں۔ گھٹنوں پر ص ہاتھ رکھیں۔

۱۶- رکوع سے اُٹھنے میں امام کا **سمع اللہ لمن حمدہ** کہنا اور مقتدی کا **ربنا** **الحمد** کہنا اور اکیلا ہو تو دونوں کلاموں کا کہنا۔

۱۷- رکوع میں سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں رکھنا۔

۱۸- سجدہ کے لئے اور سجدہ سے اٹھنے کے لیے اللہ اکبر کا کہنا۔

۱۹- سجدہ میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے رکھنا، پھر ہاتھ پھر ناک اور پھر پیشانی جب سجدہ سے اٹھے تو پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اور پھر گھٹنوں کا اٹھانا۔

۲۰- سجدہ میں کم از کم تین بار **سبحان ربی الاعلیٰ** کہنا۔

۲۱- سجدہ اس طرح کرنا کہ بازو پہلوؤں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے کلائیاں زمین سے مگر جب صف میں ہو تو بازو پہلوؤں سے جدا نہ ہوں، عورتیں سجدہ میں بغلیں سمیٹ کر رکھیں اور پاؤں باہر نکال کر بازو پہلوؤں سے ا پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملا کر رکھیں۔

۲۲- سجدوں کے درمیان تشہد کی طرح بیٹھنا یعنی بایاں قدم بچھانا اور داہنا کھڑا ک اور ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا، مگر عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر سرین بیٹھیں۔

۲۳- سجدوں میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوں اور قبلہ رخ ہوں اور دونوں پاؤ کی انگلیاں قبلہ رو ہوں اور یہ تب ممکن ہے جب انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگے ہوں۔

۲۴ دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد دایاں پاؤں کھڑا رکھنا او

بایاں پاؤں بچھا کر اس کے اوپر بیٹھنا اور ہاتھ کی انگلیوں کو ان کی حالت پر چھوڑنا کہ ان کے کنارے گھٹنوں کے پاس رہیں اور رخ قبلہ کی طرف رہے۔

۲۵- کلمہ شہادت پر اشارہ اس طرح کرنا کہ انگوٹھے اور درمیان والی انگلی کا حلقہ بنائے اور **لا** پر کلمہ شہادت کی انگلی اٹھائے اور **الا** پر گرادے اور سب انگلیاں سیدھی کرلے۔

۲۶- بعد تشہد دوسرے قعدہ میں درود شریف پڑھنا اور غیر موکدہ سنتوں اور نوافل میں قعدہ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنا مسنون ہے۔

۲۷- درود شریف کے بعد اپنے والدین اور مسلمانوں کے لیے دعا کرنا۔

۲۸- پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

۲۹- السلام علیکم ورحمتہ اللہ دو بار کہنا۔

۳۰- ہر طرف کے سلام میں اس طرف کے مقتدیوں اور کراماً کاتبین اور ان فرشتوں کی جو اس کی حفاظت پر مقرر ہیں نیت کرنا۔

نماز کے مستحبات

وہ باتیں جن کے بجالانے سے نماز میں حسن وخوبی آجاتی ہے، مستحبات نماز کہلاتی ہیں۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنا اور سجدہ میں ناک کی طرف اور سلام کے وقت اپنے کندھوں پر نظر رکھنا۔

۲- جماہی آئے تو اسے روکنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ منہ بند رکھے۔ نہ رکے تو ہونٹ دانتوں کے نیچے دبائے اور اس سے بھی نہ رکے تو قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کی پشت سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے جماہی کو روکے۔

۳- کھانسی کو حتی المقدور نہ آنے دینا۔

۴- مرد کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت چادر سے ہاتھ باہر رکھنا۔

۵- جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو امام ومقتدی کا کھڑا ہونا۔

۶- دونوں پاؤں کے درمیان حالت قیام میں چار انگلیوں کا فاصلہ رکھنا۔

۷- مقتدی کا امام کے ساتھ نماز شروع کرنا۔

مکروہات نماز

مکروہات نماز کی دو قسمیں ہیں (۱) مکروہ تحریمی (۲) مکروہ تنزیہی

مکروہ تحریمی حرام کے قریب تر ہوتا ہے۔ پہلے ہم نماز کے مکروہات تحریمی کو بیان کرتے ہیں اور بعد میں مکروہات تنزیہی بیان کریں گے۔

کراہت تحریمی پیدا کرنے والے امور

۱۔ کپڑا اسمیٹنا، بار بار درست کرتے رہنا۔ سجدے میں جاتے ہوئے آگے پیچھے اُٹھالینا یا رکوع کی حالت میں کپڑے درست کرتے رہنا۔

۲۔ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا کندھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹک رہے ہوں۔

۳۔ آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھالینا۔

۴۔ شدت کے پاخانہ یا پیشاب یا ریاح کے غلبہ کے وقت نماز پڑھنا۔

۵۔ انگلیاں چٹخانا، انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

۶۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا، ادھر ادھر دیکھنا، کسی کے منہ کی طرف ہو کر نماز پڑھنا۔

۷۔ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا۔

۸۔ نمازی کے آگے دائیں بائیں یا سر پر تصویر کا ہونا۔

۹۔ الٹا قرآن مجید پڑھنا۔

۱۰۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع سجود وغیرہ میں جانا۔

۱۱۔ قبر کے سامنے نماز پڑھنا، اس طرح کے اس کے درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ اگر سترہ ہو یعنی کوئی چیز حائل ہو تو مکروہ نہیں اگر قبر کے دائیں یا بائیں ہو تو مکروہ نہیں۔

۱۲۔ داڑھی سے یا سر کے بالوں سے کھیلتے رہنا۔

۱۳۔ ہاتھ کو لہے پر رکھنا۔

۱۴۔ نماز میں کتے کی طرح بیٹھنا۔

۱۵۔ خود بخود جمائیاں لینا۔

۱۶۔ امام کا، بلا عذر محراب میں کھڑا ہونا۔ ہاں اگر محراب سے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں ہو تو مکروہ نہیں۔

۱۷۔ امام کا ایک ہاتھ اونچے چبوترہ یا کسی اور اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا۔ یا مقتدی بلا وجہ کسی اونچی جگہ ہوں اور امام نیچے ہو۔

۱۸۔ چادر وغیرہ کے اندر ہاتھ رکھنا۔

۱۹۔ عمامہ یا پگڑی یا صافہ اس طرح باندھنا کہ درمیان سے سر کھلا رہے۔

۲۰۔ عمامہ کی کور پر سجدہ کرنا بشرطیکہ زمین کی سختی معلوم ہو۔ یعنی زمین پر پیشانی لگ جائے اور درمیان میں عمامہ کی کور ہو اگر زمین کی سختی معلوم نہ ہو تو نماز فاسد ہو گی۔

۲۱۔ قمیض ہوتے ہوئے صرف پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا۔

۲۲۔ اکثر عورتیں جوڑا باندھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ جوڑا باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۲۳۔ نماز کی حالت میں کنکریاں وغیرہ ہٹانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر سجدے کرنے میں دشواری ہو تو جائز ہے۔

۲۴۔ سجدے میں مرد کا زمین پر کلائیاں بچھا کر سجدہ کرنا۔

کراہت تنزیہی پیدا کرنے والے امور

۱۔ بلا عذر چار زانو یا یا پالتی مار کر بیٹھ جانا۔

۲۔ جماہی کے وقت منہ کھلا رکھنا۔

۳۔ آنکھیں بند کر لینا۔ اگر خشوع وخضوع کے لئے ہو تو جائز ہے۔

۴۔ اگلی صف میں گنجائش کے باوجود مقتدی کا پچھلی صف میں اکیلا کھڑا ہونا۔

۵۔ کوئی عمل قلیل بغیر عذر کے کرنا۔

۶۔ بلا عذر ننگے سر نماز پڑھنا۔

۷۔ سجدے میں پاؤں کا ڈھانپنا۔

۸۔ دائیں بائیں جھکنا۔ یا دائیں بائیں بلا عذر پاؤں پر زور ڈالنا۔

۹۔ مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے کوئی مخصوص جگہ مقرر کر لینا۔

۱۰۔ خوشبو سونگھنا۔

۱۱۔ سجدہ میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں کو قبلہ سے پھیر لینا،

۱۲۔ امام کا کسی مقتدی کو شامل کرنے کی غرض سے رکوع یا سجدہ میں دیر کرنا۔

۱۳۔ دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں سے اوپر اٹھانا یا کندھوں سے نیچے رکھنا۔

۱۴۔ سجدہ میں مرد کا پیٹ سے رانیں ملانا۔

۱۵۔ بلا ضرورت مکھی یا مچھر کا اڑانا۔

۱۶۔ امام کا اذکار مسنونہ میں جلدی کرنا۔

۱۷۔ میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔

۱۸۔ عمل قلیل کے ساتھ آستین یا پنکھے سے ہوا کرنا۔

نماز کے توڑنے کے اعذار

نماز دو صورتوں میں توڑی جا سکتی ہے، ایک صورت میں واجب ہے اور دوسری صورت میں جائز ہے۔

وہ عذر جن میں نماز توڑنا واجب ہے

وہ عذر جن میں نماز توڑنا واجب ہے، چھ ہیں۔

۱۔ مظلوم کی فریادرسی کیلئے یعنی اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر ظلم کر رہا ہو اور مظلوم اسے اپنی مدد کے لیے بلائے تو نماز توڑ دیں۔

۲۔ پیشاب یا پاخانہ اور انتہائی ضرورت کے وقت

۳۔ جلتے ہوئے یا ڈوبتے ہوئے کو بچانے کیلئے۔

۴۔ اندھے کو کنویں میں گرنے سے بچانے کیلئے۔

۵۔ حاکم سے فریاد خواہی کے لیے۔

۶۔ مسافر کے لئے سواری کے چلے جانے یا جانور کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو۔

وہ عذر جن میں نماز توڑ دینا جائز ہے

۱۔ سانپ، بچھو، یا کسی موذی جانور کو مارنے کیلئے۔

۲۔ مسافر کے لئے سواری کے چلے جانے یا بھاگ جانے کے وقت۔

۳۔ کسی قیمتی چیز کے ضائع ہو جانے کے خوف سے خواہ وہ نمازی کی ہو یا کسی اور کی۔

یاد رہے کہ

اگر جان و مال کے خوف کی کوئی اور صورت بھی ہو تو نماز توڑ دے کیونکہ اسلام اپنے ماننے والوں کو سختی میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ آسانی چاہتا ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اشد ضرورت کے پیش نظر کسی نازک موقع پر اپنے جان و مال کو بچانے کیلئے نماز توڑنے کا حکم ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر قسم کی حاجت کو مقدم رکھ کر نماز کی پروا نہ کی جائے اور اسے بازیچہ اطفال بنا لیا جائے، بلکہ حتی الامکان حد تک حاجات پر نماز کو مقدم رکھا جائے۔

ایک اہم مسئلہ

والدین اگر فرض نماز کی حالت میں اولاد کو آواز دیں تو اولاد جواب نہ دے۔ اگر باپ کو معلوم ہو کہ بیٹا نفل نماز پڑھ رہا ہے اور بیٹے کو بھی معلوم ہو کہ والدین کو معلوم ہے پھر بھی جواب نہ دے۔ اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ نفل نماز پڑھ رہا ہے تو جواب دینا چاہیے۔

نماز کے مفسدات

درج ذیل امور میں سے کوئی کام بھی کیا جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے:

۱۔ گفتگو کرنا، خواہ قصداً ہو یا سہوا۔

۲۔ کسی کو سلام کرنا یا اس کا جواب دینا۔

۳۔ کسی سے ہاتھ ملانا یعنی مصافحہ کرنا۔

۴۔ کوئی ایسا کام کرنا کہ دیکھنے والا سمجھے شاید نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ (اسے عمل کثیر کہتے ہیں)

۵۔ کوئی چیز کھانا پینا بھی نماز کو توڑ دیتا ہے۔ اگر کوئی چیز دانتوں میں پھنسی ہو، اسے نگل لیا، اگر وہ چنے کے برابر ہوگی تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

۶۔ کسی عذر کے بغیر کھانسی کرنا۔

۷۔ اُف اُف کرنا، آہیں بھرنا اور کراہنا۔

۸۔ کسی تکلیف کی وجہ سے رونا۔ اگر خوف خدا کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔

۹۔ کسی کی چھینک پر یرحمك الله کہنا یا اپنی چھینک پر الحمدللہ کہنا۔

۱۰۔ بے وضو ہو جانا۔

۱۱۔ ایسی دعا کرنا جو قرآن و سنت میں سے نہ ہو، سینہ کا قبلہ سے پھر جانا۔

۱۲۔ کسی کے سوال کا جواب دینا خواہ اللہ کی توحید کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔

۱۳۔ کوئی بری خبر سن کر نماز میں **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھنا یا کوئی عجیب بات سن

کر سبحان اللہ کہنا وغیرہ۔

۱۴۔ اگر کوئی تیمّم کر کے نماز پڑھ رہا تھا۔ دوران نماز تیمّم کی مدت پوری ہوگئی، تو نماز ٹوٹ جائیگی۔

۱۵۔ حالت نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا کہ سامنے کے دانت نظر آنے لگیں تو اس سے نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جائیں گے۔

۱۶۔ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے اسم جلالت اللہ کے پہلے ہمزہ کو زیادہ کھینچ کر آللہ اکبر یا اللہ آکبر کہنے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

۱۷۔ دیکھ کر قرأت کرنا۔ یا قرأت میں سخت غلطی کرنا کہ قرآن کے معانی بدل جائیں۔

۱۸۔ حالت نماز میں اگر سامنے کوئی تحریر لکھی ہو تو زبان سے پڑھ لینے سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

۱۹۔ ایک رکن ادا کرنے کے برابر شرم گاہ کا کھلا رہنا۔

۲۰۔ عورت حالت نماز میں تھی کہ بچے نے آکر دودھ پی لیا۔

۲۱۔ عورت حالت نماز میں تھی کہ مرد نے شہوت کے ساتھ اسے چھولیا۔

۲۲۔ سینہ کا قبلہ سے پھر جانا۔

ان تمام باتوں کا خیال رکھیں تاکہ نماز اچھی طرح ادا کی جاسکے۔

﴿سترہ اور نمازی کے آگے سے گذرنا﴾

حضرت بسر بن سعید سے روایت ہے کہ خالد جہنی نے ایک شخص کو ابوجہیم کے پاس یہ بات پوچھنے کیلئے بھیجا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نمازی کے آگے گذرنے والے کے بارے میں کیا سنا ہے؟

ابوجہیم نے فرمایا، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو پتا ہو کہ اس کی سزا کیا ہے تو وہ چالیس (سال یا مہینہ یا دن) انتظار کرتا اور یہ اس کے لیے گذرنے سے بہتر ہو۔ ابونضر فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال'' (ترمذی: ۱/۲۲۶)

لہٰذا نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو چاہیے کہ اگر کوئی اشد ضروری کام نہ ہو تو نماز کے ختم ہونے تک کھڑا رہے اور نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

نمازی کے لیے حکم

اگر نمازی سرِراہ بغیر سترہ کے نماز پڑھنے کھڑا ہوا اور لوگوں کو اس راہ سے گزرے بغیر چارہ نہیں تو گذرنے والے پر گناہ نہیں بلکہ نمازی پر گناہ ہے، لہٰذا نمازی کو چاہیے سترہ کھڑا کرے۔

سترہ کیا ہے

سترہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو نمازی کے لیے آڑ کا کام دیتا ہے۔ سترہ کھڑا کرنے کے بعد اگر لوگ آگے سے گذر جائیں تو ان کے گزرنے سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں

ابرو کے مقابل سترہ کو کھڑا کرے۔ (غایۃ الاوطار)

سترہ ایک ہاتھ لمبا اور انگلی برابر موٹی لکڑی کا ہونا چاہیے۔ اسے ا بنے سامنے گاڑے یا لمبا ڈال دے اور چوڑائی میں نہ ڈالے یہی مسنون ہے۔ اگر جنگل میں جماعت ہو تو امام کے سامنے سترہ کافی ہے۔ مقتدیوں کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کے مسائل

۱۔ بڑی مسجدوں اور جنگل میں اتنے فاصلے تک نمازی کے سامنے سے نہیں گزرنا چاہیے جہاں تک سجدہ گاہ پر نظر رکھتے ہوئے نمازی کی نظر پہنچے یعنی اندازاً سجدہ گاہ سے ڈھائی گز آگے تک نمازی کے سامنے سے نہیں گذرنا چاہیے۔ اگر گزرے گا تو نمازی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا مگر گزرنے والا گنہگار ہوگا۔

۲۔ اگر نمازی کسی اونچی جگہ نماز پڑھ رہا ہے اور سامنے سے گزرنے والے کا سر نمازی کے پاؤں سے نیچے ہے تو گزر سکتا ہے۔ ہاں اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے اعضاء نمازی کے اعضاء کے مقابل ہو جائیں تو گزرنے والا گنہگار ہوگا۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

نمازی کو چاہیے کہ پاک صاف ہوکر تمام تر شرائط و تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ،اچھی طرح وضو کر کے جائے نماز پر کھڑا ہو اور پھر نماز کی نیت کر کے نماز کی ابتداء کرے۔

نیت کا طریقہ

مثلاً ظہر کی نماز پڑھنے لگیں تو یوں کہیں چار رکعت نماز فرض ظہر یا سنت ظہر بندگی اللہ تعالیٰ کی ،منہ طرف قبلہ شریف کے (اگر جماعت میں شریک ہو تو پیچھے اس امام کے) اللہ اکبر۔

نیت دل کے ارادہ کا نام ہے اگر زباں سے بھی کلمات کہہ دیئے جائیں تو یہ افضل ہے۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما الاعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

تکبیر تحریمہ

نیت کرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ رکھے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لوؤں سے اس طرح لگائے کہ ہاتھ کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور انگلیاں معمولی طور پر پچھلی جانب ہوں گویا زبان حال سے کہہ رہا ہو کہ اے اللہ! میں تیری خاطر ہر غیر کو پیچھے چھوڑ کر تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔

عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد محترم حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا، جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہوتے اور جب انگوٹھے کانوں سے لگ جاتے تو تکبیر کہتے۔ (ابوداؤد ۲۹۴/۱)

قیام

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ بایاں ہاتھ نیچے اور دایاں اوپر ہو اور اس طرح پکڑے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی کے ساتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کے اردگرد حلقہ بنائے۔ ہاتھ باندھنے کا یہ مسنون طریقہ ہے۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(ابوداؤد ۳۰۵/۱ بیہقی ۲/۳۱، دار قطنی ۱/۱۰۷)

قیام کے فوراً بعد ثناء پڑھیں اس کے بعد تعوذ تسمیہ اور پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ کوئی سورت ملائے۔ قیام میں نگاہ سجدے کے مقام پر رکھے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ کھڑا ہو۔ ٹانگوں کو زیادہ چوڑا نہ کرے، بلکہ چار انگلیوں کے برابر کھلا رکھے اور نماز میں آرام سے کھڑا رہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسکنوا فی الصلوٰۃ (نماز میں سکون کرو) (صحیح مسلم)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قوموا للہ قانتین (اللہ کے لیے عاجزی سے کھڑے ہو)

رکوع کا طریقہ

سورۃ فاتحہ اور سورت کے بعد تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے اپنے سر کو جھکا کر گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑے اور اس طرح کہ بغیر عذر شرعی کے ٹانگوں میں خم نہ رہے اور تین مرتبہ رکوع کی تسبیح پڑھے: **سبحان ربی العظیم**

قومہ

پھر سیدھا کھڑا ہو جائے اور تسمیع وتحمید **(سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد)** کہہ کر **اللہ اکبر** کہتا ہوا سجدہ میں جائے۔

سجدہ کا طریقہ

سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ زمین پر رکھے پھر ناک اور پیشانی زمین پر رکھے اور خوب جمائے۔ چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے اس طرح کہ مرد دونوں بازوؤں کو کروٹوں سے اور پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور اس کے پاؤں کی انگلیاں قبلہ کے رخ زمین پر لگی ہوں جبکہ کہنیاں زمین پر نہ لگی ہوئی ہوں اور کم از کم تین بار یہ تسبیح پڑھے۔

سبحان ربی الا علی.

جلسہ

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اس طرح اٹھے کہ پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ زمین پر سے اٹھائے اور دایاں قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر اس طرح بیٹھے کہ دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر گھٹنوں کے قریب اس طرح رکھے کہ ان انگلیوں کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو۔

اور دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھے۔

اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وار فعنی واجبرنی (اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے باعزت کردے اور میری شکستگی کو دور کردے۔)

یہ دعا پڑھ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں چلا جائے۔ سجدہ مکمل کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح مکمل کرے اور اس میں ثنا اور تعوذ نہ پڑھے بلکہ بسم اللہ پڑھ کر قراءت کرے۔

قعدہ اولیٰ

دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہوکر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائے جس طرح جلسہ میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھے:

التحیات للّٰہ والصلوٰۃ سے عبدہ ورسولہ تک۔

شہادت کی انگلی اٹھانا

جب تشہد میں کلمہ ''لا'' پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی بڑی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور باقی انگلیوں کو ہتھیلی کے ساتھ ملائے اور پھر شہادت توحید دیتے ہوئے ''لا'' پر شہادت کی انگلی اٹھائے اور ''الا'' پر گرادے اور سب انگلیاں کھول کر قبلہ کی طرف سیدھی کردے۔

اگر دو رکعتوں والی نماز ہوتو اسی تشہد کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر تین یا چار رکعت والی فرض نماز ہوتو بسم اللہ اور فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت نہ ملائے اور اس طرح فوراً بلا تاخیر تیسری رکعت مکمل کرے پھر چوتھی مکمل کرے اور قعدہ اخیرہ کے لیے بیٹھ جائے۔

قعدہ اخیرہ

قعدہ اخیرہ میں سکون اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر التحیات مکمل کرنے کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں نیاز مندانہ درود شریف پڑھے۔

اللھم صل علی محمد...... انک حمید مجید

(درود ابراہیمی)

پھر دعائے ماثورہ پڑھے:

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ.... یوم یقوم الحساب (ابراہیم: ۴۰_۴۱)

ربنا اٰتنا فی الدنیا..... وقنا عذاب النار (البقرہ: ۲۰۱)

سلام

اس کے بعد پہلے دائیں طرف سلام کہے پھر بائیں طرف اور نگاہ کندھے تک رہے۔

چند احتیاطی تدابیر

نماز پڑھتے ہوئے مختلف مقامات پر درج ذیل باتوں کا خیال رکھیں تاکہ نماز سنت کے مطابق ادا ہو۔

قیام

۱۔ قیام میں قرات کے لیے ضروری ہے کہ زبان اور ہونٹوں کو حرکت دے کر قرات اس طرح کی جائے کہ پڑھنے والا اسے سن سکے۔ بعض لوگ اس طرح قرات کرتے ہیں کہ زبان اور ہونٹ حرکت نہیں کرتے یہ طریقہ درست نہیں۔
بعض لوگ قرات زبان اور ہونٹوں سے کرنے کی بجائے دل ہی دل میں الفاظ ادا کرنے کا تصور کر لیتے ہیں اس طرح نماز نہیں ہوتی۔

۲۔ جب قرات کر رہے ہوں تو سورۃ فاتحہ میں بہتر ہے کہ ہر آیت پر سانس توڑیں اور پھر دوسری آیت پڑھیں۔ مثلاً الحمد للہ رب العلمین پر سانس توڑ دیں اور پھر الرحمن الرحیم پھر مالك یوم الدین پر۔

۳۔ بغیر کسی ضرورت کے جسم کے کسی حصے کو حرکت نہ دیں۔

۴۔ کھجلی وغیرہ کی صورت میں صرف ایک ہاتھ استعمال کریں اور وہ بھی صرف سخت ضرورت کے وقت اور کم سے کم یعنی تین بار سبحان ربی العظیم کہنے کے برابر۔

۵۔ جسم کا سارا زور ایک پاؤں پر دے کر دوسرے کو اس طرح ڈھیلا چھوڑ دینا کہ اس

میں خم آجائے نماز کے آداب کے خلاف ہے۔اس سے پرہیز کریں۔

۶۔ جمائی آنے لگے تو اسے روکنے کی کوشش کریں۔اگر نہ رُکے تو بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھیں۔

۷۔ ڈکار آئے تو ہوا کو پہلے منہ میں جمع کرلیا جائے پھر آہستہ سے بغیر آواز کے اس کو خارج کیا جائے۔زور سے ڈکار لینا نماز کے آداب کے خلاف ہے۔

۸۔ ادھر اُدھر دیکھنے سے پرہیز کریں۔

رکوع

رکوع میں جاتے وقت ان باتوں کا خاص خیال رکھیں:

۱۔ اپنے اوپر کے دھڑ کو اس حد تک جھکائیں کہ گردن اور پُشت تقریباً ایک سطح پر آجائیں نہ اس سے زیادہ جھکیں نہ کم۔

۲۔ رکوع کی حالت میں گردن کو اتنا نہ جھکائیں کہ ٹھوڑی سینے سے لگنے لگے اور نہ اتنا اوپر رکھیں کہ گردن کمر سے بلند ہو جائے بلکہ گردن اور کمر ایک سطح پر ہونی چاہئے۔

۳۔ رکوع میں پاؤں سیدھے رکھیں ان میں خم نہ ہو۔

۴۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اس طرح رکھیں کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ دائیں ہاتھ سے دائیں گھٹنے کو اور بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے کو پکڑ لیں۔

۵۔ رکوع کی حالت میں کلائیاں اور بازو سیدھے تنے ہوئے ہوں ان میں خم نہ ہو۔

۶۔ رکوع کی حالت میں نظر پاؤں کی طرف ہو۔

قومہ

۱۔ رکوع سے کھڑے ہوتے وقت اتنا سیدھا ہو جائیں کہ جسم میں کوئی خم نہ رہے۔

۲۔ نظر سجدے کے مقام پر ہو۔

نوٹ

بعض لوگ کھڑا ہونے کی بجائے صرف کھڑا ہونے کا اشارہ کرتے ہیں اور جسم کے جھکاؤ کی حالت میں ہی سجدے چلے جاتے ہیں۔ ان کے ذمہ نماز لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے سختی کے ساتھ پرہیز کریں۔

سجدہ

۱۔ سب سے پہلے گھٹنے زمین پر رکھیں، پھر ہاتھ، پھر ناک اور اس کے بعد پیشانی زمین پر رکھیں۔

۲۔ سجدے میں سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھیں کہ دونوں انگوٹھوں کے سرے کانوں کی لو کے سامنے ہو جائیں۔

۳۔ سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں میں فاصلہ نہ ہو بلکہ ملی ہوئی ہوں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔

۴۔ کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی ہوں زمین پر رکھنا درست نہیں۔

۵۔ دونوں بازو پہلوؤں سے جدا ہوں۔ ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں۔

۶۔ کہنیوں کو اتنا نہ پھیلایا جائے کہ ساتھ والے نمازی کو تکلیف ہو۔

۷۔ پیٹ رانوں سے ملا ہوا نہ ہو۔

۸۔ پورے سجدے میں ناک زمین پر لگی رہے، زمین سے اٹھی ہوئی نہ ہو۔

۹۔ دونوں پاؤں اس طرح کھڑے رکھے جائیں کہ ایڑھیاں اوپر ہوں۔ تمام انگلیاں اچھی طرح مڑ کر قبلہ رخ ہو جائیں۔ (جو لوگ اپنے پاؤں موڑنے پر قادر نہ ہوں وہ جتنے موڑ سکیں اتنا موڑنے کا اہتمام کریں) بلاوجہ انگلیوں کو سیدھا رکھنا درست نہیں۔

۱۰۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ سجدے کے دوران پاؤں زمین سے اٹھنے نہ پائیں۔ بعض لوگ اس طرح سجدہ کرتے ہیں کہ پاؤں کی کوئی انگلی ایک لمحہ کے لیے

بھی زمین پر نہیں لگتی اس طرح سجدہ ادا نہیں ہوتا اور سجدہ نہ ہو تو نماز بھی نہیں ہوتی۔

۱۱۔ پیشانی کو دبا کر سجدہ کریں۔

جلسہ

۱۔ ایک سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے دو زانو سیدھے بیٹھ جائیں پھر دوسرا سجدہ کریں۔ ذرا سا سر اٹھا کر سیدھے ہوئے بغیر دوسرا سجدہ کرنا گناہ ہے اور اس طرح نماز کا لوٹانا واجب ہو جاتا ہے۔

۲۔ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا کر لیں۔ کہ اس کی انگلیاں مڑ کر قبلہ رخ ہو جائیں۔ بعض لوگ دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایڑیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ بلا عذر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

۳۔ بیٹھتے وقت دونوں ہاتھ رانوں پر رکھیں مگر اس طرح کہ انگلیاں گھٹنوں کی طرف لٹکی ہوئی نہ ہوں بلکہ انگلیوں کے آخری کنارے گھٹنے کے ابتدائی کنارے تک ہوں۔

۴۔ نظر سینے پر ہو۔

سجدے سے اٹھتے وقت

۱۔ بلا عذر زمین کا سہارا لے کر نہ اٹھیں۔

۲۔ سجدے سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے زمین پر سے اٹھائیں۔

۳۔ اٹھنے کے بعد ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں۔

قعدہ اور سلام

۱۔ قعدے میں بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے جو دو سجدوں کے درمیان بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ سلام پھیرتے وقت نظر کندھوں سے پار نہ جائے۔

سلام کے بعد اذکار مسنونہ پڑھیں اور حضور اقدس ﷺ پر درود سلام پڑھیں

مسنون نماز

نیت نماز

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ط

تحقیق میں نے متوجہ کیا منہ اپنے کو واسطے اس کے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمینوں کو
توحید کرنے والا ہو کر اور نہیں میں شریک لانے والوں میں سے۔

تکبیر: اَللّٰهُ اَكْبَرُ — اللہ بہت بڑا ہے۔

ثناء:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ ط

اے اللہ! تیری ذات پاک ہے خوبیوں والی اور تیرا نام برکت والا ہے
اور تیری شان اونچی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تعوذ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں شیطان مردود سے۔

تسمیہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سورۃ فاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ آمِيْنَ.

سب تعریفیں اللہ کے لئے جو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے سارے جہانوں کا۔ بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا۔ مالک ہے روز جزاء کا۔ تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ چلا ہم کو سیدھے راستہ پر راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا، الٰہی قبول فرما۔

سورۃ الکافرون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے: اے کافرو! میں پرستش نہیں کیا کرتا (ان بتوں کی) جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور نہ ہی تم عبادت کرنے والے ہو اس (خدا) کی جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں اور نہ ہی میں کبھی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم پوجا کیا کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کیا کرتا ہوں۔ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔

سورۃ النصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○

جب اللہ کی مدد آ پہنچے اور فتح (نصیب ہو جائے) اور آپ دیکھ لیں لوگوں کو کہ وہ داخل ہو رہے ہیں اللہ کے دین میں فوج در فوج تو (اس وقت) اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کیجئے اور (اپنی امت کے لئے) اس سے مغفرت طلب کیجئے بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سورۃ اللھب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○

ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے جو اس نے کمایا۔ عنقریب وہ جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں۔ اور اس کی جورو بھی بد بخت جہنم کا ایندھن اٹھانے والی۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی۔

سورۃ الاخلاص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) فرما دیجئے وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ صمد ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔

سورۃ الفلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) عرض کیجئے میں پناہ لیتا ہوں صبح کے رب کی پروردگار کی ہر اس چیز سے جس کو اس نے پیدا کیا۔ اور (خصوصا) رات کی تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ اور ان کے شر سے جو پھونکیں مارتی ہیں گرہوں میں۔ اور (میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

سورۃ الناس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

(اے حبیب ﷺ!) عرض کیجئے میں پناہ لیتا ہوں سب انسانوں کے پروردگار کی، سب انسانوں کے بادشاہ کی، سب انسانوں کے معبود کی، بار بار وسوسہ ڈالنے والے، بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے۔ جو وسوسہ ڈالتا رہتا ہے لوگوں کے دلوں میں، خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں سے۔

تکبیر: اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اللہ بہت بڑا ہے۔

رکوع: تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ط پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا۔

تسمیع: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ . اللہ نے اس بندے کی (بات) سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

تحمید: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ط اے ہمارے پروردگار تمام تعریف تیرے لئے ہے۔

تکبیر: اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اللہ بہت بڑا ہے۔

سجدہ: تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پاک ہے میرا پروردگار بڑی شان والا۔

تکبیر: اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اللہ بہت بڑا ہے۔

تشہد:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ o اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

تمام زبان کی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی سلام ہو تم پر اے نبی ﷺ! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

درود شریف:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰۤى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰۤى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰۤى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰۤى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ o

الٰہی! حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر رحمت بھیج جس طرح تو نے رحمت بھیجی حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔

الٰہی برکت دے حضرت محمد ﷺ کو اور حضرت محمد ﷺ کی آل کو جیسے برکت دی تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کو۔ بے شک! تو تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔

درود کے بعد کی دعا:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

اے میرے پروردگار! مجھ کو نماز کا پابند بنادے اور میری اولاد کو بھی اور اے ہمارے پروردگار! میری دعا قبول فرما:

اے ہمارے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سارے مسلمانوں کو بخش دے اس روز جب کہ (عملوں کا) حساب ہونے لگے۔

یہ دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

(۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○

الٰہی! میں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہے اور صرف تو ہی گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ پس اپنی خاص بخشش کے ساتھ مجھ کو بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ بیشک تو بخشنے والا رحم والا ہے۔

(۲) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

اے رب ہمارے! دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے۔

دونوں طرف منہ پھیر کر کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ط

سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمت۔

نماز کے بعد اوراد و وظائف

سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار — اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار — اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار

پاک ہے اللہ — تمام تعریفیں اللہ کے لئے — اللہ بہت بڑا ہے

آیت الکرسی

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ o

اللہ (وہ ہے کہ) کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے (کارخانہ عالم کو) قائم رکھنے والا ہے نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں (کسی کی) سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کو پیش آرہا ہے۔ اور جو کچھ ان کے بعد (ہونے والا) ہے وہ سب جانتا ہے اور لوگ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنی وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے اور ان کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں اور وہ عالیشان عظمت والا ہے۔

دعا بعد از نماز

اول وآخر درود پاک پڑھ کر خشوع وخضوع سے دعا مانگے

(۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا مُّسْتَقِیْمًا وَّفَضْلًا دَآئِمًا وَّنَظَرًا رَّحْمَةً وَّعَقْلًا کَامِلًا وَّعِلْمًا نَّافِعًا وَّقَلْبًا مُّنَوَّرًا وَّتَوْفِیْقًا اِحْسَانًا وَّصَبْرًا جَمِیْلًا وَّاَجْرًا عَظِیْمًا وَّلِسَانًا ذَاکِرًا وَّبَدَنًا صَابِرًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا مَّقْبُوْلًا وَّدُعَآءً مُّسْتَجَابًا وَّلِقَآءَ اللّٰهِ نَصِیْبًا وَّجَنَّةً فِرْدَوْسًا وَّنَعِیْمًا مُّقِیْمًا ط وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایمان مستقیم کا اور فضل دائم کا اور نظر رحمت کا۔ اور عقل کامل کا اور علم نافع کا اور دل روشن کا اور احسان کی توفیق کا اور عمدہ صبر کا۔ اور بڑے اجر کا اور فکر کرنے والی زبان کا اور بدن صبر کرنے والے کا اور رزق فراخ کا اور کوشش مشکور کا اور گناہ مغفور کا اور عمل مقبول کا اور دعا منظور کا اور دیدار اللہ کے حصے کا اور جنت فردوس کا اور ہمیشہ کی نعمت کا اور خدا کی رحمت اس کی تمام خلقت کے بہترین محمد ﷺ پر اور ان کی آل اور اصحاب سب پر تیری رحمت کے ساتھ اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے!

(۲) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَیْكَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔

الٰہی تو سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری طرف سلامتی رجوع کرتی ہے اے ہمارے پروردگار! ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور سلامتی کے گھر میں ہم کو داخل کر۔ اے ہمارے پرودگار! تو برکت والا ہے اور بلند ہے اے صاحب عظمت اور بزرگی والے۔

چند اعتراضات اور ان کا رد

دور حاضر کا المیہ یہ ہے کہ ملت اسلامیہ جو اتحاد انسانیت کی علمبردار ہے، خود انتشار کا شکار ہے۔ پھر یہ بات اور بھی افسوسناک ہے کہ جو چیزیں بالخصوص اتحاد کا سبق سکھاتی ہیں ان کے نام پر انتشار پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔ نماز ملت اسلامیہ میں اتحاد کا عظیم مظاہرہ ہے۔ مگر ہمارے ہاں جن فروعی معاملات میں جھگڑے، مناظرے، تصادم، مناقشات ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں فاتحہ خلف الامام۔ رفع یدین۔ آمین بالجہر جنازوں کی دعاؤں جیسے موضاعات زیر بحث رہتے ہیں۔

ان غیر ضروری تنازعات نے ملکی سرحدیں پھلانگ کر یورپ وافریقہ کے اسلامی مراکز کو براہ راست متاثر کیا ہے۔ لوگ ایمان وکفر کا مسئلہ بنا کر ان مسائل میں الجھتے ہیں اور اپنی ساری توانائیاں فروعی معاملات میں کھپا کر مقصود اصلی سے لاتعلق رہتے ہیں۔

یاد رکھیں! نماز کے بارے میں موجودہ اختلافات محض علم وتحقیق کی بنا پر نہیں (جیسے قرون اولیٰ میں تھے) بلکہ اس میں غیروں کا ہاتھ ہے۔ علم وتحقیق کی بنا پر جو اختلاف کرتے تھے ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوتے تو آپ اپنی تحقیق کی بجائے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق پر عمل کرتے۔

برصغیر پاک وہند میں موجودہ دور میں اختلافات کا آغاز انگریزوں کی آمد کے بعد ہوا اور انگریزوں کی اُشیر باد سے ہوا۔ اصل میں جن باتوں میں مسلمانوں میں اتفاق تھا اُنہی کو نشانہ بنایا گیا تاکہ مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے اور ملت اسلامیہ کسی طاغوتی طاقت کا مقابلہ نہ کر سکے۔

کون نہیں جانتا کہ صحیح بخاری اس خطے میں اسی وقت آئی جب اسلام آیا مگر بخاری شریف کے نام پر لڑائی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے تیس یا چالیس سال قبل شروع ہوئی۔ انگریزوں سے پہلے بڑے بڑے صوفیاء علماء ہر دور میں موجود رہے۔ مگر سب نے کتاب وسنت کی اسی تعبیر پر عمل کیا جسے فقہ حنفی کہا جاتا ہے۔ انگریز تماشا لگا کر چلا گیا۔ مگر جن کے ذریعے مسلمانوں میں انتشار پھیلایا گیا تھا وہ یہیں رہ گئے اور اب تک

حق نمک ادا کر رہے ہیں۔

پھر کس قدر دکھ اور کرب کی بات ہے کہ انہی فروعی معاملات کو زیر بحث لا کر مناظروں کے چیلنج کیئے جا رہے ہیں۔ بڑے بڑے پوسٹر لکھ کر شہروں کی مساجد اور چوکوں میں چسپاں کیئے جاتے ہیں جن میں لاکھوں روپے کے انعامات کے چیلنج دیئے جاتے ہیں اور ایسی مباحث پر زور دیا جاتا ہے اور پھر ایسے حالات میں جو بالعموم ملت اسلامیہ اور بالخصوص اہل پاکستان کے لئے نازک ہیں۔ اسلام دشمن قوتوں کا ناپاک ترین منصوبہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے الجھا ہوا رکھا جائے۔

ہمیں ایسے لوگوں کا آلہ کار بن کران کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بننے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

میرا اس کتاب کے لکھنے کا مقصد اوّلین یہ ہے کہ عام پڑھنے والوں کو نماز کا طریقہ آ جائے اور دوسرا یہ کہ اولیائے کرام جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام و قرآن کے انوار پھیلائے ان کے نماز پڑھنے کے طریقہ کے بارے میں جو شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی ہیں ان کو رفع کیا جا سکے۔ اس باب میں اس صورت حال کے پیش نظر قرآن و سنت کی روشنی میں ان مسائل کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری صراط مستقیم کی جانب رہنمائی فرمائے۔ (آمین)

امید ہے کہ برادران احناف اپنے مذہب کے دلائل سے واقف ہو کر کسی مخالف کے دھوکا میں نہ آسکیں گے۔

جو حدیث صحیح بخاری میں نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں

وسیع پیمانے پر نوجوانوں کو یہ بات ذہن نشین کرائی جا رہی ہے کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی محدثانہ عظمت کے باوجود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے اور شافعیت کی طرف مائل تھے۔ لہٰذا انہوں نے خلوص و دیانت کے باوجود اس باب میں جو احادیث جمع فرمائیں اپنے مخصوص علمی ذوق و تحقیق کے مطابق جمع فرمائی۔

مگر ہمارے نزدیک ان کی تحقیق سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق زیادہ معتبر و

مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت المعروف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش ۸۰ھ ہے گو بعض محققین کے مطابق آپ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ (کتاب الجرح والتعدیل)

یہ دور تابعین کا دور تھا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ خود بھی تابعی تھے۔ آپ نے بیس کے قریب صحابہ کی زیارت کی۔ اسی نسبت سے آپ تابعی ہیں۔ آپ نے براہ راست صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے تقریباً پچاس کے قریب حدیثیں صحابہ سے روایت کی ہیں یہ مقام ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

جن صحابہ کی زیارت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کی ان میں حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعد، حضرت ابو طفیل، عبداللہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور حضرت واثلہ بن اسقع لیثی ہیں۔

آپ کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم اور سنن ترمذی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی بشارت ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

لوکان الایمان عندالثریا لناله رجل من ھولاء وضع یدہ علی کتف سلمان فارسی (اگر ایمان کہکشاں پر ہوگا تو بھی فارس والوں میں ایک آدمی اسے ضرور پالے گا۔ یہ بات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمائی)

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: **لوکان العلم بالثریا لناوله رجل من ابنائفارس.** (اگر علم کہکشاں پر بھی ہوگا تو بھی فارس والوں سے ایک آدمی پالے گا)

علامہ جلال الدین سیوطی اور ابن حجر نے بڑی شد و مد کے ساتھ لکھا اس سے مراد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ علامہ حنفی اور علامہ عزیزی کے علاوہ شاہ ولی اللہ نے بھی یہی یقین کیا کہ اس سے مراد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ مصداق حدیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے اتحاف النبلاء المتقین میں یہی کچھ تسلیم کیا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی رقم فرماتے ہیں **فیه معجزة النبی صلی الله علیه وسلم**

اخزعاسقیع جو کچھ ہونے والا تھا نبی کریم ﷺ نے معجزۃً پہلے بتادیا۔ ہمارے لئے کیا کچھ کم ہے کہ ہمارے امام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں۔ اس سے بڑا شرف بھلا کیا ہوسکتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے زمانے میں بلکہ بعد میں بھی فارس والوں میں سے کوئی شخص بھی امام صاحب کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا آپ رحمۃ اللہ علیہ تو رہے ایک طرف آپ کے شاگردوں کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکا۔

امام الائمہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا لقب امام اعظم ہے۔ حدیث شریف میں آیا کہ اتبعوا السواد الاعظم (سواد اعظم کی پیروی کرو) اور کون ہے جو اس حقیقت کا انکار کرے کہ احناف امت مسلمہ میں سواد اعظم ہیں اور سواد اعظم کے امام، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حضرت عمر فاروق نے افقہ الناس سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں علوم نبوت کی تدریس کے لئے مقرر فرمایا اور پھر یہ انہی کی فیض رسانیاں کہ کوفہ علم وفن کا مرکز بن گیا پھر امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسے اپنا دار الخلافہ بنا کر جو شرف بخشا وہ اظہر من الشمس ہے اور آپ کی فقاہت محتاج بیان نہیں۔

آپ کے علاوہ پندرہ سو صحابہ کرام (جن میں ستر بدری صحابہ اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے) نے کوفہ میں قیام فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوفہ بہت بڑا علمی مرکز بن گیا۔ کوفہ کی مٹی کی یہی تاثیر تھی اور صحابہ کرام کے فیض کا یہی اثر تھا کہ ریشم کے ایک تاجر کے گھر پیدا ہونے والا نعمان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بن گیا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صحابہ کرام میں چھ قاضی تھے۔ تین مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ابن کعب اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اور باقی تین کوفے میں تھے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ یہ تھا وہ شہر جس میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی آپ نے تین سو تابعین سے علم فقہ اور چار ہزار شیوخ سے حدیث حاصل کی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت یزید بن ہارون امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو

اعظم الناس یعنی اپنے دور کا سب سے بڑا انسان کہتے تھے اور دوسرے استاد مکی بن ابراہیم آپ کو اعلم العلماء یعنی سب سے بڑا عالم کہا کرتے تھے۔

امام بخاری کے استادوں کے استاد حضرت عبداللہ بن مبارک امام اعظم کے منکروں کو چیلنج کیا کرتے تھے کہ کوئی ان کے مثل تو دکھاؤ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۴۲ برس بعد یعنی ۱۹۴ھ (صحیح: ۱۹۴) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے احادیث جمع کر کے ملت اسلامیہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پہلے کتاب و سنت میں اپنے بہترین تلامذہ کے ساتھ اجتماعی تدبر فرما کر علم فقہ کو مرتب کیا جو جمع حدیث سے بھی یقیناً اگلا قدم ہے اور احسان عظیم ہے۔

اس لئے ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے اعلیٰ وارفع ہے اور اقدم و احفظ ہے۔

لیکن بعض لوگ صحیح بخاری کے حق میں اس طرح پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ گویا وہ بالکل قرآن پاک کی طرح ہر اعتبار سے جامع و کامل ہو بلکہ بعض تو عملاً قرآنی نصوص سے بھی اسے بڑھا دیتے ہیں یعنی کسی نہ کسی بہانے سے آیت کا حوالہ بھی قبول نہیں کرتے۔

حدیث کے بارے میں یہ ان کا جاہلانہ تعصب ہے کہ کوئی حدیث اگر بخاری میں نہ ہو تو سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔

انصاف کیجئے!

یہ نقطہ نظر کس حدیث سے اخذ کیا گیا ہے؟ کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی وضاحت فرمائی ہے کہ دوسرے محدثین کی جمع کردہ احادیث قابل اعتماد نہیں۔

اصل چیز کسی حدیث کا بخاری یا مسلم میں شامل ہونا نہیں بلکہ وہ اصول وضوابط ہیں جن سے محدثین کرام نے راویوں پر بحث کی ہے، مثلاً اگر راوی ضعیف ہے تو صحیح بخاری میں ہونے کے باوجود حدیث ضعیف ہوگی۔ راوی قوی ہے تو بخاری شریف کی بجائے کسی بھی حدیث کی کتاب میں درج ہونے سے ضعیف نہیں ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ نظریہ غلط ہے کہ جو حدیث صحیح بخاری میں نہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

ننگے سر نماز پڑھنا

سرکار دو عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسلم و غیر مسلم سبھی عمامے پہنا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے مشرکین اور مسلمانوں میں بقدر ضرورت یہ امتیاز فرمایا کہ مشرک اپنے عماموں کے نیچے ٹوپی نہیں تم ان کی مخالفت کرتے ہوئے عماموں کے نیچے ٹوپی پہنا کرو۔ (کنز العمال: ۱۸/۸)

قرآن کریم نے لباس کے تین مقاصد بتائے ہیں۔

۱- زینت (خوبصورتی) ۲- ستر (پردہ)

۳- گرمی یا سردی سے بچاؤ۔

جو لباس ان تین مقاصد کو پورا کرے وہ اسلامی ہے۔ اسلام میں خاص تراش خراش کی اہمیت نہیں، صرف مقاصد کی اہمیت ہے۔

حدیث پاک میں ٹوپی، عمامہ پہن کر نماز پڑھنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ خالی ٹوپی پہننا بھی سنت ہے اور نماز ہو جاتی ہے۔ مگر ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھ کر اگر نماز پڑھی جائے تو ثواب میں اضافہ ہوگا۔

عمامہ کی فضیلت

نماز کی حقیقت بارگاہ خداوندی میں حاضری ہے۔ لہٰذا پورے ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کے دن بہترین کپڑے پہنے جاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہترین جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ ﷺ اسے خرید لیں اور جمعہ کے روز پہنا کریں۔ (سنن ابو داؤد، باب اللبس للجمعه)

عمامہ فرشتوں کی نشانی ہے

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سر پر عمامہ باندھا کرو اس لئے کہ یہ عمامے فرشتوں کی نشانی ہے اور عمامے کا شملہ اپنی پشتوں کے پیچھے لٹکاؤ۔ (مشکوٰۃ ۲/۳۳۹، کنز العمال: ۸/۱۸، بیہقی شعب الایمان)

نماز میں عمامے کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

رکعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة (جامع صغیر ۲/۲۰)

(پگڑی باندھ کر دو رکعت نماز ادا کرنا بلا عمامہ ستر رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے۔)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

صلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوة بلا عمامة و جمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة (کنز العمال ۲/۲۰)

عمامے پہن کر نفل یا فرض نماز پڑھنا بغیر عمامہ کے پچیس نمازوں کے برابر ہے اور ایک جمعہ ستر جمعوں کے برابر ہے۔)

عمامہ اور ٹوپی پہننا فطرت انسانی ہے

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تزال امتی علی الفطرة مالبس العمائم علی القلانس (کنز العمال ۸/۱۸)

(میری امت تب تک فطرت انسانی پر قائم رہے گی جب تک ٹوپیوں پر عمامے باندھے رہے گی۔)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

آپ لوگوں میں ننگے سر ہونے کو مکروہ فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے۔
ویکرہ کشف راسہ بین (مکروہ ہے لوگوں میں ننگے سر ہونا۔)
الناس (غنیۃ الطالبین)

ننگے سر نماز کی عادت خلاف سنت اور بدعت ہے

یہ مرض غیر مقلدوں میں عام ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی احناف بھی اس کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔ جبکہ غیر مقلدین کے اکابر علماء بھی ایسے لوگوں سے بےزار ہیں اور ان کے اس فعل کو خلاف سنت اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ بعض غیر مقلد علماء ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سمجھ کر اس کی خوب اشاعت کرتے ہیں اور لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ اگر نماز پڑھو گے تو مردہ سنت کو زندہ کرکے سو شہیدوں کا ثواب پاؤ گے۔

اس لئے اکابر علمائے اہل حدیث (غیر مقلدین) کے چند فتاوٰی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ حق واضح ہو جائے۔

مشہور اہل حدیث عالم ابوسعید شرف الدین دھلوی صاحب لکھتے ہیں۔

سترِ سر (سر ڈھانپنا) مرد کو واجب نہ سہی مگر بحکم خداوندی خذو زینتکم عند کل مسجد اور رسول اللہ ﷺ کا سر پر عمامہ سے عمامہ سنت ہے اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شکار بنانا بھی ایجاد بندہ ہے اور خلاف سنت ہے۔ (فتاوٰی ثنائیہ: ۱/۵۹۲)

جناب محمد اسماعیل سلفی اہل حدیث لکھتے ہیں

سر چونکہ بالاتفاق اعضائے ستر میں نہیں۔ اس لئے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو بالاتفاق جائز ہوگی۔ اس کے لئے نہ بحث کی ضرورت ہے نہ احادیث کی ٹٹول کی ضرورت۔ جس طرح کوئی پنڈلی، پیٹ، پشت وغیرہ ننگے ہوں تو نماز جائز ہے۔ سر ننگے

بھی درست ہے۔لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔

امام اگر نماز کے بعد پاؤں آسمان کی طرف کرے یا مقتدی کوئی ایسی حرکت کریں حدیث میں اس کی رکاوٹ ثابت نہیں ہوگی لیکن عقل مند ایسا کرنے سے پرہیز کرے گا۔ ننگے سر عادت بھی اسی نوعیت کی ہے۔جواز کے باوجود ایسی عادات عقل وفہم کے خلاف ہیں عقلمند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث باب جامع الصلوٰۃ ۲۸۶/۴ مکتبہ سعیدیہ خانیوال)

مزید لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام اور اہل علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری۔جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو۔خصوصاً باجماعت نماز فرائض میں بلکہ عادت مبارک یہی تھی کہ پورے لباس سے نماز ادا فرماتے تھے۔(فتاویٰ علمائے حدیث:۲/۸۶-۲۸۷)

بعض لوگوں کی غلطی

صحیح بخاری کی روایت سے بعض عام ذہن کے لوگوں کو غلطی لگی کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے سر ننگا رہتا ہے۔جناب محمد اسماعیل سلفی اہلحدیث لکھتے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔

باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب وقول اللہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد ومن صلی ملتحفاً فی ثوب واحدٍ (صحیح بخاری مع فتح الباری)

امام بخاری کا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ زینت کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اعضائے ستر ڈھانپنے کے علاوہ اچھے کپڑوں میں نماز ادا کی جائے۔عام ذہن کے لوگوں

کو اس قسم کی احادیث سے غلطی لگی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کی جائے تو سر ننگا رہے گا۔ حالانکہ ایک کپڑے کو اگر پوری طرح لپیٹ لیا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔
اس مضمون کی احادیث ام ہانی، ابو ہریرہ، جابر بن عبداللہ، سلمہ ابن اکوع، عمر بن ابی سلمہ، طلق بن علی رضوان اللہ عنہم وغیرہ سے صحیح بخاری، سنن ابی داؤد وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن کسی میں سر ننگا رکھنے کا ذکر نہیں۔ خصوصاً جس میں عادت اور کثرت عمل ثابت ہو۔ پھر احادیث میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صورت (سر ننگا رکھنے والی) یا تو صرف اظہار جواز کے لئے ہے یا کپڑوں کی کم یابی کی وجہ سے۔ ایسے حالات سے جواز یا اباحت تو ثابت ہو سکتی ہے۔ سنت یا استحباب ظاہر نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

اولکلکم ثوبان (ابوداؤد: ۱/۲۴۰)

طلق کی روایت میں ہے۔

او کلکم یجد ثوبین (ابوداؤد مع عون المعبود: ۱/۲۴۱)

کیا سب کو دو کپڑے میسر آ سکتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں مزید تفصیل ملتی ہے۔

عن ابی هریرة قال قام رجل الی النبی ﷺ فسئاله عن الصلوة فی الثوب الواحد فقال او کلکم یجد ثوبین ثم سال رجل عمر فقال اذا وسع الله فاوسعوا اجمع رجل علیه ثیابه صلی رجل فی ازار و رداءٍ فی ازار و قمیص فی ازار و قباء فی سراویل وردا فی سراویل و قمیص فی سراویل و قبا فی تبان و قباء فی تبان و قمیص قال وفی احسبه قال فی تبان ورداء. (صحیح بخاری: ۱/۲۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا کہ کیا تم میں سب کو دو کپڑے میسر ہیں۔ پھر ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ وسعت دے تو وسعت سے کام لو۔ آدمی اپنے اوپر کپڑے جمع کرے کہ نماز پڑھے

تو ازار اور چادر میں یا شلوار اور قمیض میں یا شلوار اور قباء میں پاجامہ اور قباء میں یا پاجامہ اور قمیض میں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں نے پاجامہ اور چادر بھی کہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد حکم یا صرف خبر اس میں کپڑوں کی قلت اور عدم استطاعت صراحتاً سمجھ میں آتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کپڑے پورے میسر ہو سکیں اور کوئی مانع نہ ہو تو تکلف اور مسکنت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔

ابن منیر فرماتے ہیں:

الصحیح انه کلام فی معنی الشرط کانه قال ان جمع رجل علیه ثیابه فحسن الخ (فتح الباری: ۱/۳۲۴)

(اگر ایک سے زائد کپڑے نماز میں استعمال کرے تو بہتر ہے۔)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی هذا الحدیث دلیل علی وجوب الصلوٰة فی الثیاب لمافیه من ان الاقتصار علی الثوب الواحد کان لضیق الحال وفیه ان الصلوٰة فی الثوبین افضل من الثوب الواحد و صرح القاضی عیاض بنفی الخلاف فی ذالك الخ
(فتح الباری: ۱/۳۲۴، بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث)

(اس حدیث سے ثابت ہوا کہ (صاحب استطاعت کے لیے) زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ ایک کپڑے کی اجازت صرف ضیق (تنگی) کی وجہ سے تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نماز میں دو کپڑے استعمال کرنا افضل ہے۔ غرض کسی حدیث سے بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں محض بے عملی یا بدعملی کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلا تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ۴/ ۸۹ـ ۲۸۷)

کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے مولانا سلفی صاحب مزید لکھتے ہیں۔

اس کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرماتے ہیں۔ اذا صلی احدکم فلیأتزر ولیرتد الخ (سنن کبریٰ ۲۳۵/۲، بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث)

نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً فرمایا دو کپڑوں میں نماز پڑھو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔ نافع فرماتے ہیں میں ایک دن اونٹوں کی گھاس کی وجہ سے مسجد میں نماز سے پیچھے رہ گیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آئے تو میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ؟ تو میں نے عرض کیا دو ہی موجود ہیں آپ نے فرمایا۔

اریت لو بعثتك الی بعض اهل المدینة اکنت تذهب فی ثوب واحد قلت لاقال فالله احق ان یتجمل له (سنن بیہقی ۱/۱۷۶، بحوالہ علمائے حدیث)

(اگر میں مدینہ میں کسی کے پاس تمہیں بھیجتا تو تم ایک کپڑے میں جاتے ؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اللہ کی بارگاہ میں زینت سے حاضر ہونا زیادہ مناسب ہے۔)

ان احادیث میں سر ڈھانپنے کی صراحت نہیں لیکن دو کپڑوں سے سر ڈھانپنے کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے۔ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے نیز یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے کپڑوں کے تجمل سے نماز پڑھنا مستحب اور مسنون ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ۴/ ۲۸۹)

ننگے سر نماز مکروہ ہے

مولانا داؤد غزنوی غیر مقلد کہتے ہیں:

ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے: رسم بد ہے نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے نیز لکھتے ہیں۔ منافق کے ساتھ مشابہت ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ۲/۲۹۱)

ننگے سر نماز بدعت ہے۔

مولوی عبداللہ صاحب خطیب مسجد اہلحدیث ڈیرہ غازی خاں کا فتویٰ ہے بدن پر قیمتی کپڑے موجود ہیں ہاتھ پر گھڑی باندھ رکھی ہے لیکن سر سے ٹوپی یا پگڑی اتار کر نماز ادا کرنا من گھڑت مسئلہ ہے بلکہ بدعت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یا کسی صحابی نے سر پر ٹوپی یا پگڑی اتار کر نماز ادا کی ہو کسی صحیح حدیث میں ہرگز نہیں ہے۔

(رسالہ ضرب الفاس کا جواب ص ۲)

عمامہ کے ساتھ نماز افضل ہے

صحیفہ اہلحدیث کراچی (یکم محرم ۱۳۷۱ھ) کے صفحہ ۲۹ پر یہ فتویٰ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

خذوا زینتکم عند کل مسجد ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل واعلیٰ ہے۔ کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب وزینت ہے اور نمازی کو اچھی ہیئت میں کھڑا ہونا چاہیے۔

خلاصہ کلام:

ہم نے احادیث طیبات اور نماز ننگے سر نماز پڑھنے والوں کے اکابرین سے حوالہ جات سے ثابت کر دیا کہ نماز ننگے سر پڑھنا سنت نہیں بلکہ سر ڈھانپ کر پڑھنا سنت ہے اور فطرت کے مطابق ہے۔ اسی لیے حضرات فقہائے کرام نے تشریح کی ہے کہ تین کپڑوں میں نماز مستحب ہے۔

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار و عمامة	(اور مرد کے لیے مستحب ہے کہ قمیض تہبند (شلوار یا پاجامہ) اور عمامہ میں نماز پڑھے۔)
(کبیری ۲۱۴)	

کیونکہ ننگے سر حاکم کی عدالت یا دربار شاہی میں جانا عام حالات کے اندر خلاف ادب سمجھا جاتا ہے چہ جائیکہ بارگاہ خداوندی میں ننگے سر بے ادبی کی حالت میں کھڑا ہوا جائے۔

واللہ اعلم بالصواب

کانوں تک ہاتھ اٹھانا

سوال پیدا ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین یعنی ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اس سلسلے میں حق بات یہ ہے کہ مردوں کو کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانا مسنون ہے اور عورتوں کو کندھے تک ہاتھ اٹھانا مسنون ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔ اس مسئلہ کے اثبات میں کثیر دلائل ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ (صحیح مسلم ۱: ۱۶۷)

(بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے تھے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ کبر ثم رفع یدیہ حتی یحاذی بابھامیہ اذنیہ (دار قطنی ۱/۳۱۱)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کی لو تک بلند فرماتے۔)

عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد محترم حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی بابھامیہ اذنیہ ثم کبر (سنن ابی داود: ۱/۱۹۴، السنن الکبری بیہقی: ۲/۲۵)

(انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہوتے اور انگوٹھے کانوں کے برابر ہوتے تو تکبیر کہا کرتے۔)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

انه رای النبی ﷺ اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه حتی تکادا بھاماہ تحاذی شحمة اذنیه (سنن نسائی ۱/۲۷۷)

(آپ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو آپ دونوں ہاتھ اٹھائے حتی کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کی لوتک پہنچ گئے۔)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی رفع یدیه حتی یکون ابھاماہ حذاء اذنیه (مسند احمد ۱۲/۲۰۳، لمصنف ۲/۲۳۳، سنن کبری: ۲/۹۹)

(رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے حتی کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے برابر پہنچ جاتے۔)

تکبیر تحریمہ کے وقت سینہ تک ہاتھ اٹھانا عورتوں کے لیے ہے

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یا ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك والمراۃ تجعل یدیھا حذا ثدییھا. (مجمع الزوائد: ۱/۱۸۲، المعجم الکبیر طبرانی: ۲۲/۱۸)

(فرمایا رسول اکرم ﷺ نے اے حجر کے بیٹے جب نماز پڑھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر کرو (یعنی اٹھاؤ) اور عورت اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی چھاتی (سینے) کے برابر اٹھائے۔)

تمام متقدمین کا قول وفعل عورتوں کو سینے تک ہاتھ اٹھانا ثابت کرتا ہے حضرت ہشیم نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے ہمیں خبر دی کہ میں نے عطاء سے سنا عورت کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا کہ نماز میں کیسے ہاتھ اٹھائے؟

تو آپ نے فرمایا:

حذو ثدییھاo (اپنے دونوں پستانوں کے برابر) (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۲۱)

عن حماد انہ کان یقول فی المراۃ اذا فتتحت الصلوۃ ترفع یدیھا الیٰ ثدییھا

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ عورت کے متعلق فرماتے تھے کہ جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھ اپنے پستانوں تک اٹھائے۔

(مصنف بن شیبہ:۱/۱۶۱)

پس معلوم ہوا کہ مردوں کو ہاتھ کانوں کی لوتک اٹھانے چاہئیں اور عورتوں کو سینے تک جن احادیث میں کندھوں تک اٹھانے کا ذکر آیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب انگوٹھے کانوں کی لوتک پہنچ جائیں گے تو ہاتھوں کا نچلا حصہ بھی کندھوں تک پہنچ جائے گا اور اس طرح دونوں صورتوں پر عمل کے باعث یہ فعل جامع اور کامل ہوگا اور صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھانا ناقص رہے گا۔ (فتح القدیر:۱/ ۲۴۵)

حضرات احناف دونوں قسم کی احادیث پر اس طرح عمل کرتے ہیں کہ مردوں کو کانوں کی لوتک اور عورتوں کو سینے تک ہاتھ اٹھانے چاہیں۔ غائر نظر اور صائب فکر ہوتو یہی مذہب احادیث صحیحہ کے مفہوم کے قریب تر ہے۔

باقی رہی ان حضرات کی بات جن کا محبوب مشغلہ ہی یہ ہے کہ شجر اسلام میں کفریات کی قلمیں لگائیں اور فروعی مسائل میں اختلاف کر کے مسلمانوں کو ان میں الجھائیں۔ ان حضرات کا مقصد قرآن وحدیث پر عمل کرنا نہیں بلکہ ضروری مسائل کی آڑ میں اپنی اسلام دشمنی چھپانا اور بے خبر اور سادہ لوح مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مدعی اسلام کو سچی ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

غیر مقلدین نماز میں سینے پر یعنی ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سینے پر ہاتھ باندھنا سنت کے خلاف ہے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں کیونکہ بندہ کو اپنے مولا کے سامنے اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ عاجزی کا اظہار ہو۔ اس میں انتہائی ادب ہو، نماز میں چونکہ بندہ اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضری دیتا ہے لہٰذا ادب سے کھڑا ہونا چاہیے۔ پہلوانوں کی طرح تکبر سے اکڑ کر کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔ اس ضمن بہت سی احادیث وارد ہیں۔ جن میں سے چند احادیث پیش کرتے ہیں: جن سے معلوم ہوگا کہ زیر ناف ہاتھ باندھنا ہی سنت ہے۔

۱۔ امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی ﷺ انہ کان یقول ان من سنۃ الصلوٰۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ (سنن دارقطنی ۱/۲۸۶)	حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں: نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۲۔ امام احمد روایت فرماتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ (مسند احمد ۱/۱۱۰)	حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ جہہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو (ہتھیلیوں پر) ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۳۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں۔

عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی لکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ	(ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔)

(سنن ابوداؤد مع بذل المجہود: ۴/ ۷۷ ۴، سنن ابوداؤد ۱/ ۳۰۵)

نوٹ:

i- اس حدیث کو حدیث رسول ﷺ کے بدخواہوں نے اپنے مطبوعہ نسخوں سے خارج کیا۔ ہوا ہے۔

ii برصغیر کے ناشرین نے سنن ابوداؤد کے نسخوں کے متن میں اس حدیث کو شامل نہیں کیا البتہ حاشیہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف ابن الاعرابی کے نسخہ ابوداؤد میں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

٤. **عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رايت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة** (علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔)

(المصنف: ۱/۳۹۰)

۵۔ ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

انه كان يضع يده اليمنى على يده اليسرى تحت السره (نمازی، نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔ (المصنف ۱/۳۹۰

آثار السنن ۱/۴۹)

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومجلز سے سوال کیا (نماز میں) ہاتھ کیسے رکھے جائیں۔

قال یضع باطن کف یمینه علیٰ ظاهر کف شماله و یجعلها اسفل من السرة

(آپ نے فرمایا کہ اپنے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے ناف کے نیچے۔)

(المصنف ۱/۳۹۰)

۷۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتا بعین ومن بعد هم یرون ان یضع الرجل یمینه علی شماله فی الصلوة ورای بعضهما فوق السرة وکل ذالك واسع عندهم

(اہل علم صحابہ وتابعین کا عمل اسی پہ ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھے۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ ناف کے اوپر (نہ کہ سینے کے اوپر) رکھے اور بعض کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے رکھے اور محدثین کے نزدیک یہ سب جائز ہے۔)

(ترمذی:۱/۱۹۰)

نوٹ اگر امام ترمذی کو سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی حدیث ملتی تو ضرور نقل کرتے صرف اہل علم کی رائے کا ذکر نہ کرتے۔

۸۔ ابن حزم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:

ثلاث من اخلاق النبوة تعجیل الافطار و تا خیر السحور و وضع الیمنی علی الیسری فی الصلوة تحت السرة

فرمایا تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں افطاری میں جلدی کرنا، سحری میں تاخیر کرنا اور دوران نماز ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔

(بیہقی شریف ۲/۳۲)

۹۔ غیر مقلدین کے امام علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اور علامہ ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں (مسند احمد اور ابوداؤد کے حوالے سے) یہ حدیث روایت کی ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنة فی الصلوة وضع الکف علی الکف تحت السرة. (نیل الاوطار: ۳/۲۵)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔)

سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے مروی احادیث پر ایک نظر

امام بیہقی روایت کرتے ہیں۔

عن وائل انه رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینه علی شماله ثم وضعهما علی صدره (سنن کبری ۲/۳۰)

حضرت وائل بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔

جواب: علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی المعروف ابن الترکمانی (متوفی ۸۴۵) لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محمد بن حجر ہے۔ ذہبی کہتے ہیں وہ اپنے چچا سعید سے منکر روایات کرتا ہے اور ایک راوی ام جبار ہے یہ معروف ہے۔

نیز امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو مومل نے بھی روایت کیا ہے۔ صاحب الکمال نے کہا ہے، اس مومل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتابیں دفن کردی تھیں اور اپنے حافظہ سے احادیث بیان کرتا تھا اور اس سے بہت خطائیں ہوتی تھیں۔ میزان میں ہے کہ امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے۔ امام ابوحاتم نے کہا یہ کثیر الخطاء ہے۔ امام ابوزرعہ نے کہا اس کی حدیث میں بہت خطا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے۔ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے۔

پھر امام بیہقی نے روح بن المسیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سینہ پر ہاتھ باندھے۔ اس روح کے متعلق ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ

ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا: یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ ابن عدی عمرو فکری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الحدیث ہے۔ ابو موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو مجلز سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے۔ یہ صراحۃً غلط ہے ابو مجلز کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ جیسا کہ ابو عمر نے سند جید کے ساتھ تمہید میں اور امام ابن ابی تیمیہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے۔ ابن معین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف یہ کس طرح منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں جلدی افطار کرنا دیر سے سحری کرنا اور نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔ (الجواہر النقیہ ۳۲_۲/۳۰)

ایک اور روایت اور اسکا جواب:

سینے پر ہاتھ باندھنے والوں غیر مقلدین کی طرف سے ایک اور غیر مستند روایت پیش کی جاتی ہے۔ اسکا جواب بمع روایت دیا جاتا ہے تا کہ ہمارے سادہ لوح مسلمان بھائی ان کے جال میں پھنسنے کی بجائے اپنا دفاع کر سکیں۔

روایت یہ ہے:

قال رأیت علیا یمسك شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة (سنن ابوداؤد)

(حضرت ابن حزم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (دوران نماز) اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کو ناف کے اوپر پکڑا ہوا ہے۔)

جواب اس کا یہ ہے۔

یہ حدیث مکمل نہیں ہے اس کے آگے یہ ہے:

قال ابو داؤد روی عنه سعید ابن جبیر فوق السرة وقال ابو جلاد تحت السرة و روی عن ابی هریرة ولیس بالقوی (نسخہ ابن عرابی)

(ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور ا جلاد سے روایت ہے کہ ناف کے نیچے ہات باندھے جائیں اور ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے ک ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں مگر یہ کچھ قوی نہیں۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اعتراض میں مذکورہ حدیث اور جواب میں مذکو ہماری حدیث میں تعارض پیدا ہوگیا اور ابو داؤد نے خود اسے ضعیف کہا ہے۔ جس ث ثابت ہوا کہ آپکی پیش کردہ دلیل قابل قبول نہیں۔

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی سند کو امام بیہقی ۔ ضعیف کہا ہے۔ حالانکہ وہ مستند اسانید سے ثابت ہے۔ اس لیے یہ حدیث راجح ہے۔ نیز فقہائے احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے مردوں کے حق میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں ادب زیادہ ہے۔ تو اض اور تذلل زیادہ ہے۔ عورتوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا۔ کیونکہ عورتوں کے لئے اس میں ستر زیادہ ہے۔

ہم نے وضاحت سے لکھ دیا ہے تاکہ معترضین وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ ہمارے موقف کی تائید کریں اور اپنی نمازیں سنت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کریں

﴿تحقیق مسئلہ رفع یدین﴾

رفع یدین کا معنی ہے ''دونوں ہاتھوں کا اٹھانا''

نماز کے آغاز میں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا یعنی دونوں ہاتھوں کا اٹھانا سنت اور متفق علیہ مسئلہ ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ لیکن اس کے بعد رکوع میں جاتے، رکوع سے اٹھتے اور تشہد کے بعد تیسری رکعت کیلئے اٹھتے وقت بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھانا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو عرف عام میں رفع یدین کہا جاتا ہے۔

مسئلہ رفع یدین اور اہل سنت کا نظریہ

اہلسنت کا نظریہ یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کے بعد رکوع میں جاتے رکوع سے اٹھتے اور تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت یا سجدوں سے اٹھتے اور جاتے وقت رفع یدین منسوخ ہے۔

ابتدائے اسلام میں رسول اکرم ﷺ کا تکبیر اولیٰ سے پہلے، رکوع کے بعد نیز تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت رفع یدین معمول رہا۔ لیکن بعد میں تکبیر اولیٰ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ (نیت باندھتے وقت) ہی دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے جو کہ احادیث اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا رفع یدین تکبیر اولیٰ کے علاوہ باقی نماز میں ایک خلاف اولیٰ فعل ہے۔ جو نماز میں جائز نہیں۔ عدم جواز پر احادیث مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال اور پھر اعتراضات کے جوابات پیش خدمت ہیں۔ امید ہے رفع یدین کے قائلین وسعت نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمارے موقف کو تسلیم کر کے اپنی نمازوں کو سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔

ترک رفع یدین احادیث کی روشنی میں

صحاح ستہ میں رسول اللہ ﷺ سے نماز کے اندر رفع یدین نہ کرنے کے بار
میں ایک نہیں، حدیث پاک کی کئی روایات موجود ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة (صحیح مسلم حدیث رقم: ۸۷۱)

(حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو شر گھوڑوں کی دموں کی طرح (نماز ک اندر) رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہو نماز میں سکون اختیار کیا کرو)

نوٹ اس حدیث کی سندیں ڈنکے کی چوٹ پر صحیح ہیں، ان پر کوئی طعن یا اعتر
نہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں:

عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ و نحن يعني رافعو ايدينا في الصلوة فقال ما بالهم رافعين ايديهم في الصلوة؟ كانها اذناب الخيل شمس؟ اسكنوا في الصلوة (سنن نسائی)

(جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ ہم نماز میں ر یدین کر رہے تھے تو فرمایا کیا ہو گیا ان کو؟ کہ نماز میں اپنے ہاتھوں کو ا رہے ہوں جیسے کہ وہ سرکش گھوڑوں ک دمیں ہیں نماز میں سکون اختیار کرو)

نوٹ: اس حدیث کی سند کے بارے میں غیر مقلدین کے سب سے بڑ
محدث ناقد ناصر الدین البانی لکھتے ہیں "صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔
(صحیح سنن نسائی، کتاب السہو باب السلام بالایدی فی الصلوۃ حدی
۱۱۳۳-۱/۲۵۶)

امام ابوداؤد لکھتے ہیں:

عن جابر بن سمرة قال دخل علينا رسول الله ﷺ والناس رافعوا ايديهم قال زهيرا راه قال في الصلوة فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذناب خيل شمس؟ اسكنوا في الصلوة (ابوداؤد)

(جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ لوگ نماز میں رفع یدین کررہے تھے تو فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسے کہ تمہارے ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہوں؟ نماز کے اندر سکون اختیار کیا کرو۔

غیر مقلدین کے ناقد محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے ''صحیح'' کہ یہ صحیح ہے۔

(صحیح سنن ابی داؤد، ناصر الدین البانی، کتاب الصلوٰۃ باب السلام ۱/ ۱۸۷)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بار بار رفع یدین کرنے کو گھوڑوں کے دم ہلانے سے تشبیہ دی اور پھر اس کے بعد نماز میں سکون کرنے کا ارشاد فرمایا:

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے دوران رفع یدین نماز میں سکون اختیار کرنے کے منافی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ''اسكنوا في الصلوة'' (نماز میں سکون اختیار کرو) نماز کے دوران ہر قسم کے رفع یدین کے لئے ہے۔ البتہ تکبیر تحریمہ والا رفع یدین (دونوں ہاتھوں کا اٹھانا) اس سے خارج ہے کیونکہ وہ نماز کے شروع میں ہوتا ہے۔ نماز کے درمیان نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا احادیث رسول ﷺ نماز کے دوران ہر طرح کے رفع یدین کے منسوخ

ہونے میں صریح ہیں۔اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور رفع یدین سے منع کر دینے کے بعد **اسکنوا فی الصلوۃ** نے تمام قیاس آرائیوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

بلاشبہ آغاز اسلام میں رفع یدین نماز میں بہت سے مقامات پر تھا۔مگر آہستہ آہستہ منسوخ ہوتا چلا گیا اور صرف تکبیر تحریمہ والا رفع یدین باقی رہ گیا۔

قائلین رفع یدین کا ان روایات پر اعتراض اور اس کا جواب

پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ سلام کرنے کا واقعہ ہے۔اس کی دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنا اذا سلمنا قلنا با یدینا السلام علیکم . السلام علیکم فنظر الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ماشانکم تشیرون بایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اذا سلم احدکم فلیلتفت الیٰ صاحبه ولا یومی بیده

(صحیح مسلم، رقم الحدیث:۸۷۴)

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں کے اشارہ سے السلام علیکم، السلام علیکم کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو جب تم میں سے کسی شخص نے سلام کرنا ہو تو اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔)

پہلا جواب:

ان لوگوں کو اس روایت میں راوی ایک ہونے کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ دو حدیثیں ہیں اور واقعات بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اگر ایک راوی مختلف واقعات کی دو حدیثیں بیان کر دے تو وہ دو حدیثیں اور دو واقعات ایک نہیں ہو جاتے۔

صرف تشبیہ میں آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ ورنہ اگر آپ شروع حدیث سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ واقعات دو ہیں۔

جو احادیث ہم نے بیان کی ہیں ان میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کا واقعہ بیان کرتے وہ شروع حدیث میں فرماتے ہیں۔ **خرج علینا رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری حدیث جس سے آپ کو مغالطہ ہوا ہے اور اس سے اس واقعہ کو ملانا چاہتے ہو اس حدیث کی ابتداء یوں ہوتی ہے۔

عن جابر بن سمرہ قال کنا اذا صلینا مع رسول اللہ اور تیسرا واقعہ بھی اس دوسری حدیث کے ساتھ ہی ہے۔

عن جابر بن سمرہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلوم ہوا کہ دو حدیثوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کے وقت لوگ سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارے کرتے تھے اور جو حدیثیں ہم نے پیش کی ہیں ان میں واقعہ یوں **خرج علینا رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کا ذکر نہیں بلکہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

دوسرا جواب یہ ہے

جو عدم رفع یدین کے متعلق ہم نے حدیث بیان کی ہے اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ **مالی اراکم رافعی ایدیکم** صاف رفع یدین کا ذکر ہے۔

باقی دونوں حدیثیں جن میں تمہارا اشارہ ہے۔ ان میں سے ایک میں "**تؤمون بایدیکم**" (تم اشارہ کرتے ہو اپنے ہاتھوں سے) اور دوسری حدیث میں "**ماشانکم تشیرون بایدیکم**" (کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو)

تو صاف ثابت ہوا کہ سلام کے وقت اشارہ کرتے تھے۔ ہماری دلیل مضبوط ہے

کہ اس میں صاف رفع یدین کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا ان دونوں حدیثوں کا پہلی حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسرا جواب

آخر میں ارشاد فرمایا: اسکنوا فی الصلوٰۃ نماز میں سکون اختیار کرو۔ کے وقت ہاتھ کے اشارہ کرنے سے: اسکنوا فی الصلوٰۃ فرمان مصطفےٰ علیہ وسلم کے صادق ہی نہیں آتا کیونکہ وہ "فی الصلوٰۃ" کے مصداق ہی نہیں۔

معمولی سی سمجھ رکھنے والا انسان بھی دونوں حدیثوں کے آغاز پر نظر ڈالنے کے بعد سمجھ سکتا ہے کہ پہلی روایت میں کوئی اور واقعہ بیان کیا گیا اور دوسری روایات میں کوئی اور واقعہ بیان ہوا۔

چنانچہ ہمارے اکابر ائمہ محدثین نے بھی اس مغالطے کو دوٹوک الفاظ میں مسترد کر دیا ہے۔

امام محدث و ناقد کبیر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ظاهر انهما حديثان — ظاہر ہے کہ یہ دو حدیثیں ہیں۔

امام حافظ و ناقد حدیث محدث شہیر علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فالحديث الثاني غير الحديث الاول قطعاً

تو دوسری حدیث قطعاً پہلی حدیث کے علاوہ اور علیحدہ حدیث ہے۔

چوتھا جواب:

دونوں حدیثوں کا سلسلہ سند بھی الگ الگ ہے۔ پہلی حدیث کے راوی دوسری حدیث کے واقع کی طرف اشارہ نہیں کرتے اور دوسری حدیث کے راوی پہلی کی طرف اشارہ نہیں کرتے بلکہ خاموش ہیں۔ لہٰذا دونوں حدیثوں میں اتنا زبردست اختلاف ہونے کے باوجود دونوں کو ایک واقعہ قرار دینا دل کی تسلی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے دونوں کو ایک واقعہ تسلیم کر ہی لیا جائے تو بھی رفع یدین کو دیکھ کر حضور اقدس ﷺ کا ارشاد۔

اسکنوا فی الصلوۃ (نماز میں سکون اختیار کرو) ایک ایسا ضابطہ اور کلیہ ہے جو نماز کے دوران ہونے والے ہر قسم کے رفع یدین کو شامل ہوگا۔ خواہ وہ سلام کے وقت ہو یا رکوع وسجود کے وقت یا اسی طرح کسی اور موقع پر۔

سرکار دو عالم ﷺ کے اس ارشاد سے ہر صاحب بصیرت فوراً سمجھ لے گا کہ نماز میں رفع یدین نماز میں سکون اختیار کرنے کے منافی ہے۔

لان العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب

(اس لیے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ سبب کے خصوص کا۔)

جب سلام کے وقت جو کہ نماز سے خروج کا وقت ہے۔ رفع یدین سکون کے منافی ہوا تو نماز کے دوران رکوع وسجود وغیرہ میں رفع یدین اور بھی زیادہ سکون کے منافی ہوگا کیونکہ وسط صلوۃ میں سکون کی اور بھی زیادہ ضرورت ہوگی۔

ارشاد خداوندی ہے:

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خشعون (مومنون۔۲۔) (بے شک دونوں جہاں میں بامراد ہو گئے، وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔)

خشوع کا معنی سکون اختیار کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوران نماز رفع یدین نہ کرنا قرآنی حکم کے موافق ہے۔ کیونکہ نہ کرنے سے سکون وخشوع پیدا ہوتا ہے۔ دوسری

جگہ ارشاد فرمایا:

وقوموا لله قانتين (البقرة: ۲۳۸) (کھڑے ہو اللہ کے سامنے اطاعت و خاموشی سے۔)

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت بھی رفع یدین نہیں کرنا چاہیے تو یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں کیونکہ وہ اس سے خارج ہے۔ اس لئے کہ ابتدا میں ہوتا ہے نہ کہ دوران نماز۔

رفع یدین اور عمل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث قولی بھی ہوتی ہے اور فعلی بھی، جو کچھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے حدیث قولی کہتے ہیں اور جو کر کے دکھایا اس کو حدیث فعلی کہتے ہیں۔ جو روایات گذشتہ مضمون میں بیان کی گئیں یہ حدیث قولی تھیں۔ اب صحاح ستہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث فعلی کی روایات ملاحظہ ہوں:

حضرت امام نسائی نے ایک عنوان قائم کیا ہے: ترك ذالك (رفع یدین کا ترک) اس کے بعد لکھتے ہیں۔

عن علقمة عن عبدالله قال الاأخبركم بصلوة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال فقام فرفع يديه اوّل مرة ثم لا يعود. (سنن نسائی: ۱/ ۳۱۸)

(حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتلاؤں؟ علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز نبوی پڑھ کے دکھانے لگے تو آپ نے پہلی بار (تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ اٹھائے اور اسکے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا)

امام نسائی نے ایک اور باب قائم کیا۔ جس کا عنوان ہے: الرخصة في ترك ذالك (رکوع سے سر اُٹھاتے وقت ہاتھ نہ اُٹھانے کی رخصت) لکھتے ہیں:

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ انه قال الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ ﷺ؟ قال فصلی فلم یرفع یدیه الامرۃ واحدۃ.

(سنن نسائی: ۱/ ۳۲۶، مسند امام احمد: ۱/ ۱۲۴، سنن ابی داؤد: ۱/ ۳۰۲)

(عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں پس آپ نے نماز پڑھائی تو سوائے ایک پہلی مرتبہ کے کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا)

نوٹ: ان دونوں احادیث کو دور حاضر کے سب سے بڑے غیر مقلد ناقد محدث ناصر الدین البانی نے نقل کر کے دونوں کے بارے میں کہا "صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔

1- (سنن نسائی: **الصلوۃ کتاب الافتتاح "الرخصه فی ترك ذالك یعنی رفع یدین وعندالرفع عن الرکوع ۱/۲۲۰)**

2- (سنن نسائی: **الصلوۃ کتاب التطبیق باب فی ترك ذلك رفع الیدین عندالرفع من الرکوع :۱/۲۲۸)**

محدث جلیل امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور لکھتے ہیں: **حدیث ابن مسعود حدیث حسن**: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حدیث حسن ہے۔ (ترمذی: ۱/ ۱۹۲)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:

وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین

(ترمذی: ۱/ ۱۹۲)

آپ فرماتے ہیں اہل علم صحابہ وتابعین میں سے بہت سے حضرات اسی کے قائل ہیں۔

نوٹ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حدیث حسن کہا تو اب معلوم ہونا چاہیے کہ ترمذی کے نزدیک اس کتاب میں حدیث حسن کونسی حدیث ہوتی ہے؟

خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وما ذكرنا في هذا الكتاب حديث حسن فانما اردنا حسن اسناده، وعندنا كل حديث يروى لا يكون في اسناده من يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذ او يروى من غير وجه نحو ذلك فهو عندنا حديث حسن.

(المسند الجامع السنن، الترمذی مع الصرف الشیذی'' کتاب العلل ۲/۲۳۸ طبع ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی)

-اور ہم نے اس کتاب میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے تو اس سے ہم نے حدیث کی سند کی اچھائی مراد لی ہے اور ہر ایسی حدیث جو کہ مروی ہو اس کی سند میں کوئی راوی ایسا نہ ہو جس پر جھوٹ کی تہمت ہو اور وہ حدیث شاذ نہ ہو اور کئی سندوں سے اسی طرح مروی ہو تو ایسی حدیث ہمارے نزدیک حدیث حسن'' ہوتی ہے۔''

ترمذی کی اس عبارت پر ذرا سی توجہ فرمایئے تو صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ حدیث ابن مسعود ''حدیث حسن'' کہہ کر امام ترمذی نے تین باتوں کا اعلان فرمایا:

۱۔ یہ کہ حدیث ابن مسعود کی درج بالا سند میں کوئی راوی متہم نہیں۔

۲۔ یہ کہ حدیث ابن مسعود شاذ نہیں۔

۳۔ یہ کہ حدیث اور متعدد سندوں کے ساتھ بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور شاذ وہ حدیث ہوتی ہے جسے ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی بیان کردہ حدیث کے خلاف بیان کرے۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رفع یدین نہ کرنیکی حدیث شاذ ہونے سے پاک مان کر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ گویا اس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں:

۱۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۲۔ جو حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف رفع یدین کرنے کی احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سے کسی کے راوی بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے راویوں سے زیادہ ثقہ نہیں ورنہ ترمذی کا اسے حسن کہہ کر شذوذ سے مبرا قرار دینا کیونکر درست ٹھہر سکے گا۔

ابن حزم ظاہری نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (المحلی ۴/۸۸)

اس کے علاوہ امام احمد بن حنبل، دارقطنی، ابن قطان، ابن دقیق العید المالکی اور ابن تیمیہ حنبلی رحمہم اللہ کے نزدیک بھی اس حدیث کی صحت مسلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احناف اہل سنت کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا خلاف سنت اور ممنوع ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید میں بے شمار احادیث اور قیاس مجتہدین وارد ہیں۔ نیز عقل کا بھی تقاضا ہے کہ رکوع میں رفع یدین نہ ہو کیونکہ تمام ائمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین ہو اور سجدہ وقعدہ کی تکبیروں میں رفع یدین نہ ہو۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مکالمہ :

امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی مکہ معظمہ میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی۔ تو ان بزرگوں کی آپس میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اس لئے کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے یہ کیا فرمایا: میں آپ کو رفع یدین کی صحیح حدیث سناتا ہوں:

حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ انہ کان یرفع یدیہ۔

(مجھے زہری نے حدیث پاک بیان فرمائی انہوں نے سالم سے سالم نے اپنے

والد سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو ہاتھ اٹھاتے رکوع کرنے اور رکوع سے اٹھتے وقت۔)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے فرمایا میرے پاس اس کے خلاف اس سے قوی حدیث موجود ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ پھر پیش کیجئے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سنئے!۔

ہم سے حماد نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے حضرت علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نبی اکرم ﷺ صرف نماز کی ابتداء میں ہاتھ اٹھاتے پھر کبھی اپنے ہاتھ مبارک نہ اٹھاتے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیش کردہ حدیث کو میری پیش کردہ حدیث پر کیا فوقیت ہے جس کی وجہ سے آپ نے اسے قبول کیا اور میری حدیث کو چھوڑ دیا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اس لئے کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ اور عالم ہیں اور حضرت ابراہیم نخعی سالم سے بڑھ کر عالم و فقیہ ہیں۔ علقمہ سالم کے والد عبداللہ بن عمر سے علم میں کم نہیں۔ اسود بہت بڑے متقی، فقیہ اور افضل ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ، قرأت میں اور حضور ﷺ کی محبت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں بڑھ کر ہیں کہ بچپن سے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ رہے ہیں۔

چونکہ ہماری حدیث کے راوی تمہاری حدیث کے راویوں سے علم و فضل میں بڑھ

کر ہیں لہٰذا ہماری پیش کردہ حدیث قوی اور قابل قبول ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل سن کر خاموشی اختیار کر لی۔

(فتح القدیر: ۲۷۱-۲۷۰/۱، مرقات، شرح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی ۱/۱۱۰۹-۱۱۱۰)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے۔

امام ابوداؤد لکھتے ہیں:

ہم سے حسن بن علی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم: سے معاویہ اور خالد بن عمرو اور ابوحذیفہ نے بیان کیا۔ تینوں نے کہا ہم سے سفیان نے اپنی اسناد کے ساتھ یہی حدیث بیان کی علقمہ نے کہا۔

فرفع یدیه فی اوّل مرة وقال بعضهم مرة واحدة (سنن ابی داؤد: ۱/۳۰۴)

(آپ پہلی دفعہ ہی ہاتھ اٹھاتے ان میں سے بعض راویوں نے کہا ایک بار ہی (ہاتھ اٹھاتے۔)

اس حدیث کو بھی غیر مقلدین کے ناقد محدث ناصر الدین البانی نے کہا ہے (صحیح) یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح سنن ابی داؤد، البانی، کتاب الصلوٰۃ ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب من یذکر الرفع عند الرکوع: ۱/۱۴۳)

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تائید غیر مقلدین کی زبانی

ہم سطور گذشتہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اندر رفع یدین نہ کرنے کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے نسائی، ابوداؤد، اور ترمذی سے نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ ہر روایت کے بعد اس کے صحیح ہونے کی گواہی اکابر اور غیر مقلدین کی زبانی بھی پیش کرتے آئے ہیں۔ ذیل میں چند حوالے غیر مقلدین کی کتابوں سے بطور شہادت پیش کرتے ہیں جن سے فی الجملہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحت و قوت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

امام علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری:

غیر مقلدین کے ممدوح اور نہایت قد آور محدث و ناقد اور ان کے امام علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری نے اس حدیث ابن مسعود کے بارے میں دو مقامات پر فرمایا ''قد صح '' یعنی یہ حدیث بے شک صحیح ہے (المحلی بالآثار ابن ظاهری. صفة صلوة رفع اليدين للتكبير مع الاحرام: ۳/۲۳۵)

تیسرے مقام پر اسی کتاب میں ایک اور جگہ اپنی سند کے ساتھ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ان هذا الخبر صحيح یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔(۴/۸۸، المحلی الآثار)

معروف غیر مقلد مصری عالم علامہ احمد محمد شاکر:

حدیث ابن مسعود پر فنی گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو حديث صحيح و حسنه الترمذی.

اور وہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحسین کی ہے۔

(التعلیقات علی المحلی، احمد شاکر، الاعمال المستحبۃ فی الصلوۃ ولیت فرضا تحت مسئلہ ۴۴۲-۴/۸۸)

مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانی:

ماضی قریب کے ایک اور غیر مقلد عالم مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانی نعرہ حق بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قد تکلم الناس فی ثبوت ھذا الحدیث والقوی انہ ثابت من روایۃ عبداللہ بن مسعود ...... ان الحدیث ثابت" (بعض لوگوں نے اس حدیث کے ثبوت میں گفتگو کی اور جوبات قوی و پختہ ہے وہ یہی ہے کہ وہ عبداللہ بن مسعود کی روایت سے ثابت ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے۔)

مزید لکھتے ہیں۔

قد صححہ بعض اھل الحدیث کئی اہل حدیث نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی ۱/۱۲۳ تحت حدیث ۱۰۲۷ طبع المکتبۃ السلفیہ لاہور)

علامہ ابن تیمیہ:

آپ غیر مقلدین کے زبردست ممدوح امام ہیں لکھتے ہیں۔

ومن شرط الحدیث الثابت ان لایکون شاذاً ولا معللاقوی مضبوط بات یہی ہے کہ وہ بلاشبہ ثابت ہے۔

(فتاوی ابن تیمیہ۔ کتاب الصلوۃ: ۳۲/۲۲۴ طبع مکتبۃ ابن تیمیہ قاہرہ)

غیر مقلد مسعود احمد امیر جماعت المسلمین

اس دور کے غیر مقلد مسعود احمد امیر جماعت المسلمین نے حدیث ابن مسعود کو سنداً صحیح قرار دیا ہے۔

(صلوٰۃ المسلمین، مسعود احمد ضمیمہ نمبر ۱ رفع الیدین نہ کرنے کی دلیلیں ص ۳۱۸ طبع کراچی جماعت المسلمین)

غیر مقلدین کے علماء کے یہ فرمان ان جذباتی قسم کے غیر مقلدین کے لیے بلاشبہ ایک لمحہ فکریہ ہیں جو ترک رفع یدین کی روایات ابن مسعود و دیگر ایسی روایات کو ضعیف کہہ کر بیک جنبش قلم وزبان بالکل مسترد کردیتے ہیں اور رفع یدین نہ کرنے والوں کی نمازیں باطل و برباد قرار دے دیتے ہیں۔ آخر صحابہ کرام وائمہ تابعین بھی بغیر رفع یدین کے نمازیں پڑھنے والے تھے کیا ان مقدمین کی نمازیں بھی باطل تھیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۴

حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الیٰ قریب من اذنیہ ثم لا یعود	(رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز کو شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اٹھاتے پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے۔)
(ابوداؤد ۱: ۳۰۴/ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۵۹)	

حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ

رایت رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ حین افتتح الصلوٰۃ ثم لم یرفعھا حتی انصرف (ابوداؤد:۱/۳۰۴)

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا پھر آپ ﷺ نے اس کے بعد ہاتھ نہ اٹھائے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔)

نوٹ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی درج بالا دونوں روایتوں کو بیان کرنے کے بعد ابوداؤد نے کہا" ھذا الحدیث لیس بصحیح "یعنی یہ حدیث صحیح نہیں۔

غیر مقلدین کے محدث اعظم ناصر الدین الالبانی کے شاگرد معتمد خاص علامہ زہیر الشاویش نے ابوداؤد کی روایت کردہ حدیث براءؓ بن عازب کو صحیح قرار دیا۔

(صحیح سنن ابی داؤد: الالبانی، کتاب الصلوٰۃ: ۳: ۱۴۳، حدیث ۶۸۴-۷۵۱)

یاد رہے کہ دونوں نے درست کہا ہے کیونکہ اصطلاح محدثین میں صحیح کی دو قسمیں ہیں:

۱-صحیح لذاتہ ۲-صحیح لغیرہ

چنانچہ ابوداؤد نے صحیح کے پہلے درجے کے پیش نظر کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

اور شاویش نے بلحاظ درجہ دوم کہا کہ یہ صحیح ہے۔

لہٰذا دونوں میں کچھ تعارض نہیں حقیقت یہ ہے کہ درج بالا حدیث براء بن عازب کثیر محدثین کی اصطلاح پر درجہ اول کی حسن اور درجہ دوم کی صحیح یعنی حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

رفع یدین کے مقامات

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الافی سبع مواطن حین یفتتح الصلوۃ حین یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیت وحین یقوم علی الصفاو حین یقوم علی المروۃ و حین یقف مع الناس عشیۃ عرفہ وبجمع المقامین حتی حین یرم الجمار

(مجمع الزوائد ۳: ۲۳۸)

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے: ۱- نماز کے افتتاح کے وقت۔ ۲- جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے۔ ۳- جب صفا پر کھڑا ہو، ۴- جب مروہ پر کھڑا ہو۔ ۵- جب لوگوں کے ساتھ میدان عرفات میں کھڑا ہو۔ ۶- مزدلفہ میں ۷- اور رمی جمار کے وقت۔)

آپ نے اسے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(مجمع الزوائد: ۲/۱۰۳)

امام طبرانی نے اسے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی نماز میں رفع یدین

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔

فلم یرفعوا ایدیھم الا عند الافتتاح (پس انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر شروع نماز کے وقت (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر تمام نماز میں نہیں اٹھاتے تھے۔)

(سنن دارقطنی ۱/۲۹۵، مجمع الزوائد ۱/۱۲۸، السنن الکبریٰ ۲/۷۹)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور رفع یدین

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ابو بکرہ نے (اپنی سند کے ساتھ) ہم سے بیان کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یرفع بعد (طحاوی ۱/۱۶۴) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔)

عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔)

(المصنف ۱/۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولی من الصلوٰۃ ثم لا یرفع فی شئی منھا (السنن الکبریٰ ۱/۸۰) (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز سے پہلی تکبیر کے سوائے کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور رفع یدین

حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قال رایت عمر بن الخطاب یرفع یدیہ فی تکبیرۃ ثم لا یعود (المصنف: ۱/ ۲۳۷، طحاوی: ۱/ ۴۶۵، کنز الاعمال ۴/ ۲۰۳)

(فرمایا میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور رفع یدین

حضرت ابراہیم بیان فرماتے ہیں

قال کان عبداللہ لا یرفع یدیہ فی شئی من الصلوٰۃ الا فی الافتتاح

(طحاوی: ۱/ ۴۶۵)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آغاز نماز کے علاوہ کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور رفع یدین

حضرت حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

عن سالم عن عبداللہ بن عمر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع و بعد مایرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولابین السجدتین

(المسند ۲/ ۲۷۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، مسند حمیدی: ۲/ ۲۷۷، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ)

(حضرت سالم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔)

نوٹ: یہ حدیث صحیح ابوعوانہ باب بیان رفع الیدین ۲/ ۹۰ پر بھی ہے۔ صحیح ابوعوانہ کے متعلق غیر مقلد مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں کہ صحیح ابوعوانہ کی سند کا صحیح ہونا

بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے۔
(تحقیق الکلام۔۱۲۲)

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں:

صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ

(میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے نماز میں صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھائے۔)

(طحاوی:۱/۴۶۲ شرح معانی الآثار:۱/۱۳۳)

کیا رفع یدین منسوخ عمل ہے؟

کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رکوع سے قبل اور بعد رفع یدین ثابت ہے؟
ہمارے نزدیک رفع یدین سوائے تکبیر اولیٰ کے منسوخ عمل ہے۔

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت جس میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ پہلے کا واقعہ ہے اور اس حدیث سے جو ہم نے پیش کی یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

۲۔ راوی کا عمل جب اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے دو سال حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی سوائے تکبیر تحریمہ کے کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (فتح القدیر:۱/۲۷۱)

۳۔ امام طحاوی فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا لیکن حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا تو یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب آپ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا عمل منسوخ ہو چکا ہو۔ پس جو آپ نے دیکھا تھا اور اس کے خلاف دلیل ثابت ہو گئی۔ (طحاوی:۱/۴۶۲)

۴- اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حدیث منکر ہے تو اس کے جواب میں امام طحاوی فرماتے ہیں:
یہ کہا جائے گا کہ اس پر کیا دلیل ہے؟ تم اس تک نہیں پہنچ سکتے اور اگر کوئی کہے کہ حضرت طاؤس نے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے موافق عمل کرتے دیکھا جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا تو اس کو کہا جائے گا:
حضرت طاؤس نے ذکر کیا مگر حضرت مجاہد نے اس کے خلاف کہا تو ہو سکتا ہے۔
حضرت طاؤس نے اس وقت دیکھا ہو جب ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک منسوخ ہونے کی دلیل ثابت نہ ہوئی ہو۔
پھر جب منسوخ ہونے کی دلیل ثابت ہو گئی ہو تو آپ نے چھوڑ دیا ہو۔ (طحاوی: ۱/۴۶۲-۴۶۳)

۵- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام حمیدی کی اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک رفع یدین کا عمل منسوخ ہو چکا ہے۔

۶- علامہ کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی نے اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک ترجیح رفع یدین کے ترک کی ہے۔ کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جو نماز کے علاوہ افعال مباح تھے، پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس لئے یہ مستبعد نہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو، اور نسخ پر یہ دلیل ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رکوع کرتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو کہا چھوڑ دو یہ وہ کام ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر بعد میں ترک فرما دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے کوئی شخص بھی تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے۔ کیونکہ مجاہد نے کہا کہ میں نے دو سال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر:۱/۲۷۱)

رفع یدین کی شرعی حیثیت غیر مقلدین کی نظر میں

مولانا علی محمد سعیدی (اہلحدیث)

اپنے فتاویٰ میں رفع یدین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ قنوت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے اور یہ اختلاف مباح میں ہے۔ اس کے کرنے اور نہ کرنے والے پر کوئی ملامت نہیں جیسے نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث:۳/۱۵۲)

معلوم ہوا کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ۳ /۱۵۴)

پس حقیقت واضح ہوگئی کہ جو لاکھوں کے انعامی اشتہارات چھپتے ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟ ایک مستحب عمل سمجھتے ہیں اور کرنا نہ کرنا برابر جانتے ہیں۔

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات

میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/۱۶۰-۱۶۱)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں

ہر نماز کے لیے وضو مامور بہ ہے لیکن وضو ہونے کی صورت میں ترک وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے مگر وضو کرنے کا ثواب نہیں۔ ٹھیک اسی طرح ترک رفع ترک ثواب ہے ترک فعل سنت نہیں (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۰۸-۶۰۷)

یعنی مولانا کے نزدیک تارک رفع تارک سنت نہیں بلکہ تارک ثواب ہے۔ یا رفع یدین چھوڑنا اس طرح جس طرح پہلا وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو نہ کرنا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف لکھتے ہیں

دونوں عمل جائز ہیں۔

(تعلیقات سلفیہ: ۱/۱۰۲)

یعنی رفع یدین کریں تب بھی درست ہے نہ کریں تب بھی درست ہے۔

مولانا اسمٰعیل دہلوی

اپنے رسالہ تنویر العینین میں لکھتے ہیں۔

رفع یدین کرنے والا ثواب کے لائق ہوتا ہے تارک ان کا لائق ملامت وعتاب نہیں ہوتا اگرچہ عمر بھر نہ کرے۔ (رسالہ تنویر العینین بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/۱۵۱)

غیر مقلدین کی ان ساری عبارات کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ اسٹیج پر تقریروں میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ بھی رفع یدین نہیں چھوڑا ادھر لکھتے ہیں کہ مستحب ہے۔ سٹیج پر کہتے ہیں کسی صحابی نے نہیں چھوڑا ادھر لکھتے ہیں کہ تارک پر ملامت نہیں۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

کتنے مقامات پر رفع یدین ہوتا تھا؟

ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر رفع یدین کرنا ہے تو جہاں رفع یدین ہوتا تھا وہاں کرو ورنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت کرو۔ یہی مسنون ہے۔ کل اٹھائیس مقامات پر رفع یدین ہوتا تھا جبکہ آج کے غیر مقلدین صرف دس مقامات پر کرتے ہیں بقایا اٹھارہ مقامات کو چھوڑ دیتے ہیں جو سراسر زیادتی ہے۔

وہ مقامات جہاں پر غیر مقلدین رفع یدین کرتے ہیں

غیر مقلدین جن مقامات پر رفع یدین کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

چار رکعات میں چار رکوع ہوتے ہیں اور ہر رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت دو رفع یدین ہوئے۔ لہٰذا چار رکوع میں آٹھ رفع یدین ہوئے۔ پہلی اور تیسری رکعت کی ابتداء میں دو ہوئے۔ اس طرح کل دس ہوئے۔

غیر مقلدین جہاں رفع یدین چھوڑ دیتے ہیں

ہر رکعت میں دو سجدے ہوئے، کل چار رکعتوں میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں۔ ہر سجدہ کے دو رفع یدین ہوئے۔ (سجدے میں جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے) تو آٹھ سجدوں کے سولہ رفع یدین ہوئے اور دوسری اور چوتھی رکعت کی ابتداء کے دو رفع یدین ہوئے۔ کل یہ اٹھارہ بنتے ہیں: جہاں رفع یدین چھوڑ دیا جاتا ہے حالانکہ ان کا ذکر بھی احادیث میں آتا ہے۔

بیعت رضوان کے موقع پر چودہ سو صحابہ کرام کی موجودگی میں حضور اقدس ﷺ نے نماز پڑھائی۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في كل تكبيرة من الصلوٰة (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔)

(مسند احمد ۳۰۴/۳)

عمیر بن حبیب فرماتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه مع كل تكبيرة في الصلوٰة المكتوبة (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین فرماتے تھے۔)

(ابن ماجہ ۶۲)

اب تکبیر رکوع میں جاتے ہوئے بھی ہوتی ہے اور سجدے میں جاتے اور اٹھتے ہوئے بھی ہوتی ہے۔ پہلی دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کی ابتداء میں بھی ہوتی ہے۔ اس طرح بائیس تکبیریں چار رکعتوں میں ہوتی ہیں اور چار مرتبہ رکوع سے اٹھتے ہوئے جنہیں غیر مقلدین مانتے ہیں کل چھبیس ہوئیں۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اونچ نیچ پر رفع یدین فرماتے تھے (محلی ابن حزم ۲۳۴/۱، بحوالہ نور الصباح ص ۹۱)

جب ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین ثابت ہو گیا تو اٹھائیس جگہ بنتا ہے۔ سجدوں کا رفع یدین امام بخاری، ناصر الدین البانی غیر مقلد اور فتاوی علمائے حدیث سے ثابت ہے کہ سجدوں کا رفع یدین صحیح ہے۔

تو میں سوال کرتا ہوں یہ تمام رفع یدین کیوں چھوڑے جاتے ہیں۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ تمام رفع یدین نماز کے دوران کئے جانے والے صحیح احادیث اور آثار صحابہ کے مطابق منسوخ ہیں اور صرف تکبیر اولی کا حکم باقی ہے۔

چند مضحکہ خیز مغالطے اور ان کا رد

بعض لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ رفع یدین کی روایتیں پچاس صحابہ بلکہ اس سے بھی زیادہ سے مروی ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ متنازع فیہ رفع یدین کی روایتیں پچاس صحابہ کرام سے مروی ہونا تو درکنار کسی ایک صحابی کی کوئی بھی ایک روایت ایسی موجود نہیں جو ضعف یا اختلاف و معارضہ سے خالی ہو۔

ہاں غیر متنازع فیہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے بارے ضرور معاملہ یہی ہے۔ وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ یہ رفع یدین اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اسی کے متعلق علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

وجمع العراقی عدد من روی رفع اليدين فی ابتداء الصلوة فبلغو خمسين صحابيا منهم العشرة المشهودة لهم بالجنة

(علامہ عراقی نے ان حضرات کی تعداد کو شمار کیا ہے جن سے ابتدائے نماز میں رفع یدین کی حدیثیں مروی ہیں پس ان کی تعداد پچاس صحابہ کرام تک پہنچی ان میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔)

(نیل الاوطار: ۱۸۴/۲)

غور کیجئے!

○ بات تھی تکبیر تحریمہ کے رفع کے بارے میں یار لوگوں نے اسے کہاں جوڑ دیا۔ یہی کام حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں بھی ہوا۔

كان اصحاب رسول الله ﷺ يرفعون ايديهم فی الصلوة. (جزء رفع الیدین للبخاری) (رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔)

امام بخاری نے اس قول سے بلا استثناء تمام صحابہ کرام (124000) سے رفع یدین ثابت کر دیا ہے۔ (نصب الرایہ ا/۲۱۶)

حالانکہ یہ استدلال بھی حد درجہ ضعیف اور کمزور ہے کیونکہ

۱۔ اس قول میں تصریح نہیں کہ کونسا رفع یدین صحابہ کیا کرتے تھے؟ (تکبیر تحریمہ والا رفع یدین؟ یا متنازع فیہ رفع یدین) لہذا بلا تصریح اسے متنازع فیہ رفع یدین سے جوڑنا صحیح نہیں۔

۲۔ محدثین کے نزدیک حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور یہاں امام بخاری نے ان کے قول کو سارے صحابہ کے بارے میں تسلیم کر لیا۔

۳۔ اگر چند صحابہ سے متنازع فیہ رفع یدین ثابت بھی ہو تو بھی علی الاطلاق حسن بصری کے کہنے کا یہ انداز صحیح نہیں کہ اصحاب رسول رفع یدین کیا کرتے تھے۔ لیکن امام بخاری نے اس کا جو مفہوم یہاں کیا ہے اس سے مبالغہ اپنی آخری حدوں کو پہنچ گیا۔ گویا اب وہ تمام روایتیں غلط قرار پائیں جن میں صحیح سند کے ساتھ اصحاب رسول سے رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔

تا وقت وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین فرماتے رہے

قائلین رفع یدین اس روایت کو بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ رفع یدین منسوخ نہیں ہوا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تا دم وصال کرتے رہے۔

عن ابن عمران رسول اللہ ﷺ کان اذا فتتح الصلوۃ رفع یدیہ و اذا رکع وکان لایفعل فی السجود فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ.

(بیہقی، تلخیص الخیر للعسقلانی، صلوۃ الرسول)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے پھر جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے لیکن سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ پس حضور اقدس ﷺ کی نماز اسی طرح رہی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔)

مگر اس حدیث کے متعلق محدث کبیر علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وھو حدیث ضعیف بل موضوع (آثار السنن:۱/۱۰۱)

(یہ ضعیف حدیث ہے بلکہ موضوع ہے۔)

موضوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے سلسلہ سند میں کئی ایسے راوی موجود ہیں جنہیں محدثین نے کذاب اور جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔ مثلاً عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہروی اور عصمہ بن محمد الانصاری (دیکھئے علامہ ذہبی کی میزان وغیرہ نیز تعلیق علی الآثار:۱/۱۰۰)

تعجب ہے ان لوگوں پر جو ہر معاملہ میں حدیث صحیح مرفوع متصل کا مطالبہ کرتے ہیں اور عمل بالحدیث الصحیح کے مدعی ہیں مگر اپنے مطلب کی پا کر کیسی کیسی موضوع روایتیں آنکھیں بند کر کے بے دھڑک قبول کر لیتے ہیں۔

چار سو روایتوں کا افسانہ

صاحب قاموس شیخ مجدالدین فیروز آبادی نے تو حد ہی کر دی سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں۔

دریں سہ موضع برداشتن دست ثابت شدہ واز کثرت روایت ایں معنی بحواترد ماننداست چہار صد خبر واثر دریں باب صحیح شدہ وعشرہ مبشرہ روایت کردہ اندکہ لا یزال عمل آنحضرت ﷺ بریں کیفیت بود تا ازیں جہاں رحلت کرد غیر ایں چیزے ثابت نہ شدہ

(سفر السعادۃ: ۱۳)

ذرا شیخ فیروزآبادی کی مبالغہ آرائیوں کا جائزہ لیجئے:

۱- ان تین جگہوں میں رفع یدین ثابت ہے حالانکہ پورے ذخیرہ حدیث میں ایک بھی روایت ایسی نہیں جو ضعف یا معارضہ سے خالی ہو۔ یا سرے سے صحیح ہی نہ ہوگی اور صحیح ہوگی تو سالم عن المعارضہ نہ ہوگی۔ دو میں سے ایک خرابی ضرور ہوگی۔

۲- "رفع یدین میں چار سو صحیح حدیثیں اور آثار آئے ہیں"

آخر وہ چار سو احادیث وآثار کہاں ہیں؟
رفع یدین کا کوئی قائل انہیں نقل کیوں نہیں کرتا؟ خود شیخ فیروزآبادی نے انہیں نقل کیوں نہیں کیا؟ اور آج تک کسی نے انہیں نقل نہیں کیا۔

۳- امام بخاری ومسلم کو اپنی شرط کے مطابق صرف دو حدیثیں مل سکیں اور وہ بھی ایسی مضطرب کہ لائق استدلال ہی نہ رہیں۔ مگر شیخ فیروزآبادی کو چار سو صحیح حدیثیں و آثار مل گئے۔ مگر ایسے کہ وہ انہی تک محدود رہے مگر کسی کو دکھا نہ سکے۔

۴- "اور راویوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے"۔
یعنی چار سو صحیح احادیث آثار مل جانے کے باوجود شیخ فیروزآبادی کے نزدیک رفع یدین کا مسئلہ متواتر نہ بن سکا۔ متواتر کے مشابہ ہی رہا۔ پتہ نہیں ان کے نزدیک متواتر کے لئے کتنے چار سو کی ضرورت پڑتی ہے۔

۵- فرماتے ہیں: "عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا عمل ہمیشہ اس کیفیت پر رہا یہاں تک کہ دنیا سے رحلت فرما گئے۔"
یہ بات بھی بالکل غلط ہے عشرہ مبشرہ سے متنازع فیہ رفع یدین کی کوئی صحیح روایت

نہیں۔ چہ جائیکہ رفع یدین کی روایت ہونا تو وہ بھی درکنار ہاں عبداللہ بن عمر کی طرف منسوب کردہ روایت ضرور موجود ہے مگر اس کا حال معلوم ہو چکا کہ اسکے راوی کیسے ہیں!

۶۔ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی چیز ثابت نہیں "گویا ترک رفع یدین کی کوئی حدیث ثابت نہیں" اس بات کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے۔ متعدد صحیح احادیث و آثار پچھلے اوراق میں نقل کیے جا چکے ہیں۔

پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ

صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے ص ۲۳۴ پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ متنازع فیہ رفع یدین کے قائل تھے۔

۱۔ اولاً تو غنیۃ الطالبین آپ کی کتاب ہی نہیں۔ آپ کی طرف غلط منسوب ہے۔ (دیکھئے نبراس شرح، شرح العقائد نسفی ۳/۴۴۵)

۲۔ ثانیاً شیخ عبدالقادر جیلانی کی بزرگی مسلم مگر وہ حنفی نہیں تھے بلکہ حنبلی المسلک تھے۔ لہٰذا ان کا نام پیش کرنا فریب دہی کے سوا کچھ نہیں۔

درمختار کا حوالہ

صلوٰۃ الرسول کے مصنف نے ص: ۲۳۳ پر اور حدیث نماز کے مصنف نے: ۱۴۳ پر درمختار اور شامی اور ذخیرہ کے حوالوں سے لکھا ہے کہ رفع یدین سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ نقصان نہیں ہوتا۔ گویا کہ یہ دونوں مصنفین عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ درمختار اور شامی کی ان عبارتوں سے متنازع فیہ رفع یدین ثابت ہے۔

حالانکہ دونوں دو الگ الگ باتیں ہیں۔

(i) رفع یدین سے نماز فاسد نہ ہونا الگ بات ہے۔

(ii) نماز میں رفع یدین ثابت ہونا الگ بات ہے۔

درمختار اور شامی نے اول الذکر بات کہی نہ کہ ثانی الذکر اور اول الذکر سے ثانی الذکر بات ثابت نہیں ہوسکتی۔

جس طرح ہمارے ہاں رفع یدین کر لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع یدین نہ کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی اور نہ کوئی خرابی لازم آئے گی۔ سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع یدین نہیں لیکن اگر کرے تو ان کے نزدیک اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (الکوکب الدری: ۱/۱۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین کرنے نہ کرنے سے نماز کا فاسد نہ ہونا الگ بات ہے اور نماز میں رفع یدین کا ثابت ہونا ایک الگ بات ہے۔

سرتاج احناف حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

صلوٰۃ الرسول کے مصنف مولوی صادق سیالکوٹی نے ص۲۴۲ پر امام محمد کے متعلق لکھا کہ رفع الیدین ان کے نزدیک سنت صحیحہ ثابتہ ہے۔ "اب تو برادران احناف کو بھی یہ سنت اپنا لینی چاہیے۔" اسی طرح ایک دوسرے صاحب نے حدیث نماز ۱۴۰ پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بے بنیاد قیاس آرائیاں کی ہیں۔

حالانکہ ان دونوں مصنفین کا یہ اتنا کھلا فریب ہے جس کے لئے فریب کا لفظ بھی ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت تو نہ تھی کہ ہم ان کی تردید کی فکر کریں لیکن جتنے زور وشور سے ان لوگوں نے فریب دینا چاہا اس کے متعلق موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہی یہ عبارت نقل کر دینا چاہتے ہیں۔ اسی سے دونوں ائمہ کبار کے متعلق ان مصنفین کے فراڈ کی حقیقت کھل جائے گی۔

قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلوته کلما خفض وکلما رفع واذا انحط للسجود کبرو اذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوۃ فانه یرفع الیدین حذو الاذنین فی ابتداء الصلوۃ مرۃ واحدۃ ثم لا یرفع فی شئی من الصلوۃ بعد ذالك وهذا کله قول ابی حنیفه رحمة الله وفی ذالك آثار کثیرۃ (موطا امام محمد۔۹۰)

(حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز میں جب جھکے اور جب بلند ہو، تکبیر کہے اور جب سجدہ کے لئے جھکے تکبیر کہے اور جب دوسرے سجدے کے لئے جھکے تکبیر کہے لیکن رفع یدین (ہاتھ اٹھانا) نماز میں ایک بار ہے وہ یوں ہے کہ صرف نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھائے یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (ایک مرتبہ رفع یدین کرنے کے) مسئلہ میں بہت سے آثار موجود ہیں۔)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر نسیان کا الزام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع یدین کے قائلین کے لئے زبردست تازیانہ ہے لہٰذا وہ اس حدیث کو رد کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے یہ بیان تراشا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین کے معاملہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھول گئے تھے اور یہ بھول ایسی ہے جیسے چار پانچ مسائل میں بھی بھول ہوگئی تھی۔ ان کے الزام کا جواب یہ ہے۔

۱- علامہ ابن ترکمانی نے اپنی کتاب ''الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی'' میں اور علامہ زیلعی نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں صاحب تنقیح سے نقل کر کے اس کا رد کیا ہے اور تفصیل سے جواب دیا ہے۔

۲- سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بھول اور نسیان سے کون مبرا ہے؟ اگر عبداللہ بن مسعود سے چند مسائل میں بھول ہوگئی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ان سے کہیں زیادہ مسائل میں بھول ہوئی۔ ملاحظہ فرمایئے۔ (جلب المنفعۃ فی الذب عن

الائمۃ الاربعۃ۔نواب صدیق حسن معارف مدینہ:۵/ ۴۵)

۴۔ کسی مسئلہ میں بھول جانے کا مطلب یہ نہیں کہ اب ہر مسئلہ میں بھول ہو جائے گی۔

لہٰذا جو مسئلہ بھی آپ کے خلاف ہو آپ اسے بھول قرار دے دیں۔

حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ رفع یدین کے معاملہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بھول اور نسیان کا الزام انتہائی درجہ کا مضحکہ خیز الزام ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات سے واقف کوئی بھی شخص اس الزام کو باور کرنا تو درکنار سننا بھی گوارہ نہیں کرے گا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خادم، سفر وحضر میں ساتھ رہنے والے ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھنے والے، نماز میں صف اوّل کے لوگوں میں شامل، سابقین واوّلین اور کبار صحابہ میں داخل، بدری صحابی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب تھے۔

یہ کوئی ایک یا دو بار کا معاملہ نہیں تھا کہ بھول جاتے اور نماز کا طریقہ غلط بتا دیتے۔ نماز دن رات میں پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور کئی کئی رکعات رفع یدین کے قائلین کے نزدیک ہر رکعت میں کم از کم دو مرتبہ ضرور رفع یدین ہوتا تھا تو کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کے باوجود اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتایا تو صرف تکبیر تحریمہ کا رفع یدین یاد رہا اور باقی بھول گئے؟

قائلین رفع یدین دل کی تسلی کے لئے جو چاہیں کہہ لیں مگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر حضور کی نماز کا طریقہ بھول جانے کا الزام نہ لگائیں یہ کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ انہیں اس کا خوب احساس ہے اور وہ بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ بات چلنے والی نہیں کیونکہ رفع یدین کا منسوخ ہونا صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہی ثابت نہیں اس کے علاوہ بھی

بے شمار احادیث وآثار سے ثابت ہے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ خلافت راشدہ کے دو علمی مراکز مدینہ منورہ اور کوفہ جنہیں یکے بعد دیگرے دارالخلافہ ہونے کا شرف حاصل رہا وہاں کے باشندگان کا بھی ترک رفع یدین پر عامل ہونا ثابت ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر ارشاد فرماتے:
تکبیر تحریمہ کے سوا کسی اور رفع یدین کو میں نہیں جانتا۔

قال مالك لا اعرف رفع اليدين في شئی من تكبير الصلوٰة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوٰة قال ابن قاسم وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفاً

(مدونہ کبریٰ: ۱/ ۶۸)

(امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین کسی چیز میں نہیں جانتا نہ جھکنے میں نہ اٹھنے میں (امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد) عبدالرحمٰن بن القاسم کہتے ہیں کہ رفع یدین امام مالک کے نزدیک ضعیف مسلک تھا۔)

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وهو اشهر الروايات عن مالك

(نووی علی المسلم: ۱/ ۱۶۸)

(عدم رفع یدین امام مالک کی سب سے مشہور روایت ہے۔)

یہ بات آپ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر کرتے، مسجد نبوی میں درس کے دوران کہتے۔ مدینہ طیبہ تین خلفائے راشدین کا مرکز تھا دارالخلافہ تھا۔ رفع الیدین والی روایتیں آپ کے سامنے تھیں مگر آپ کے نزدیک وہ منسوخ تھیں۔ اس لئے اصح و ناسخ روایتوں کے مقابلے میں فرماتے تھے کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی مقام میں رفع یدین نہیں جانتا۔

اسی طرح کوفہ جو خلافت فاروقی میں فوجی چھاؤنی رہا جو ڈیڑھ ہزار اور بعض کے نزدیک چار ہزار صحابہ کا مسکن تھا۔ ان میں سے تین سو اصحاب بیعت رضوان اور ستر بدر والے شامل تھے۔ کوفہ کے معلم عہد عثمانی کے آخر تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضے کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانے میں اس شہر کو دارالخلافہ

ہونے کا شرف ملا۔ اسی کوفہ کے تمام فقہاء محدثین اور عوام قدیماً و حدیثاً مستقل طور پر ترک رفع یدین پر عامل رہے۔ امام ترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں کہا:

اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ و التابعین وھو قول سفیان واھل کوفہ (ترمذی)	(اہل علم صحابہ کرام اور تابعین (اسی کے قائل ہیں) اور یہی سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے۔)

اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے باشندگان کا تارک رفع یدین ہونا ثابت ہے۔ جن میں ہزاروں صحابہ بھی شامل ہیں۔ کس کس پر نسیان کا الزام لگاؤ گے؟

ہم نے بڑی وضاحت سے اس مضمون کو لکھ دیا تاکہ کوئی اپنے فریب سے کسی سادہ لوح کو ورغلانے کی کوشش نہ کر سکے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

جلسہ استراحت نہیں

بعض لوگ نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے بعد بیٹھ کر اٹھتے ہیں۔ یاد رکھیں دوسرے سجدے کے بعد جلسہ استراحت نہ کرے یعنی ایسا نہ ہو کہ دوسرے سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے پہلے بیٹھ جائے پھر اٹھے بلکہ دوسرے سجدے سے فارغ ہوتے ہی سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح تیسری رکعت پوری ہونے پر چوتھی رکعت کے لئے سیدھا کھڑا ہو جائے، جلسہ استراحت نہ کرے۔ حضور اقدس ﷺ کا معمول یہی تھا کہ آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كان النبى ﷺ ينهض للصلوة على صدور قدميه.	(نبی اکرم ﷺ (بغیر بیٹھے) اپنے قدموں کے اگلے حصہ پر کھڑے ہوتے۔)
(ترمذی:۱/۲۰۳)	

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ کی روایت پر اہل علم کا عمل ہے نمازی کا قدموں کے اگلے حصہ پر کھڑا ہونا انہیں پسند ہے۔ (ترمذی:۱/۲۰۳)

ابو حمید ساعدی کی روایت میں بھی جلسہ استراحت کا ذکر نہیں بلکہ فرماتے ہیں۔

فقام ولم يتورك	پس آپ کھڑے ہو جاتے اور بیٹھ کر سرین پر سہارا لیتے۔
(طحاوی:۵۲۱،ابوداؤد ۱/۳۷۳)	

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ قبیلہ کے لوگوں کو حضور اقدس ﷺ کی نماز

پڑھ کر دکھائی۔ اس میں بھی جلسہ استراحت نہیں تھا بلکہ یوں تھا۔

ثم کبر فسجد ثم کبر فانتهض قائما (پھر اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا اور کھڑے ہو گئے۔)

(مسند احمد: ۵/۳۴۳، مجمع الزوائد: ۱/۱۹۴)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

عن ابن مسعود انه كان ينهض في الصلوة على صدور قدميه ولم يجلس (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔)

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۹۴)

لقمان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ادركت غير واحد من اصحاب النبي ﷺ فكان اذا رفع احدهم من السجدة الثانيه في الركعة الاولى والثالثة نهض كما هو ولم يجلس (میں نے بہت سے صحابہ کو پایا ہے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہ تھے۔)

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۹۵)

پس معلوم ہوا کہ یہ سمجھنا کہ دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنا سنت ہے اور ضرور بیٹھنا چاہیے غلطی ہے یہ سنت نہیں۔ البتہ معذور حضرات کے لئے اس میں گنجائش ضرور ہے مالک بن حویرث اور ابو حمید ساعدی کی روایات اسی طرف اشارہ کرتی ہیں جلسہ استراحت جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے آرام حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے اور نماز اس لئے نہیں کہ آرام کرتے ہوئے پڑھی جائے، ہاں معذور و مجبور حضرات کو اجازت

ہے۔ مگر صحت مند، تندرست و توانا کو نہیں۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

ثم کان صلی اللہ علیہ وسلم ینھض علی صدور قدمیہ ورکبتیہ متعمداً علی فخذیہ کما ذکر عنہ وائل وابو ھریرۃ ولا یتعمد علی الارض بیدیہ (زادالمعاد: ۱/۶۱)

(رسول اللہ ﷺ اپنے قدموں اور گھٹنوں کے سروں سے کھڑے ہوتے اپنی ران پر سہارا لیتے ہوئے جیسا کہ حضرت وائل بن حجر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر نہیں ٹیکتے تھے۔)

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

وہ تمام صحابہ جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا ہے۔ ان سب نے اس جلسہ استراحت کا ذکر نہیں کیا۔ اس کا تذکرہ صرف حمید ساعدی اور مالک بن الحویرث کی حدیث میں ہے۔ لیکن اگر یہ حضور اقدس ﷺ کی مستقل عادت ہوتی تو وہ تمام صحابہ اسے ضرور نقل کرتے جنہوں نے حضور ﷺ کی نماز کا طریقہ نقل کیا ہے محض (کسی وقت) حضور ﷺ کا کر دینا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ نماز کی سنت میں سے ہے۔ (زادالمعاد: ۱/۶۱)

پس معلوم ہوا کہ جلسہ استراحت سنت نہیں اور نہ ہی اسے سنت خیال کیا جائے۔

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ اور تورک

احناف کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے اور بایاں پاؤں داہنی جانب بچھا لیا جائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی سجدہ کے بعد بیٹھنے کا طریقہ احناف کے مطابق ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ جس تورک کے قائل ہیں اس کو بعض علماء اقعاء سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اسی کے بارے میں علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں۔

ویکرہ الاقعاء وھو ان یفرش قدمیہ و یجلس علی عقبیہ (اقعاء مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں پیر بچھا کر ان کی ایڑیوں پر بیٹھا جائے)

(المغنی: ۱/ ۳۰۸)

دراصل اقعاء کے دو معانی ہیں ایک وہ جس کو تورک سے تعبیر کرتے ہیں اور جو امام مالک کا طریقہ ہے۔ جس کا یہاں بیان ہے۔ یہ حدیث سے ثابت ہے اور اقعاء کا ایک معنی یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سرین پر بیٹھا جائے اس اقعاء کو حدیث میں عقبۃ الشیطان اور اقعاء الکلب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ: ۱/ ۱۳۱۰)

علامہ نووی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تورک کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ اس لئے

دونوں قسم کی احادیث کو جمع کرنے کیلئے انہوں نے کہا کہ پہلے قعدہ میں بغیر تورک کے بیٹھے (یعنی احناف کے طریقہ کی طرح) اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ (جس طرح عورتیں دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بیٹھتی ہیں) لیکن یہ دلیل صحیح نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا عام طریقہ بغیر تورک کے صرف بایاں پیر بچھا کر بیٹھنا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور صحت کی تقدیر پر اس کو بڑھاپے پر محمول کیا ہے۔ البتہ بیان جواز کے لئے رسول اللہ ﷺ تورک کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اس لئے یہ حدیث کبر سنی یا عذر کی حالت پر محمول ہے۔ چند احادیث احناف کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کا افتتاح اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت الحمد للہ رب لعالمین سے شروع فرماتے اور رکوع میں پشت کو بالکل سیدھا رکھتے سر نیچا رکھتے نہ اوپر اور رکوع سے جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ نہ کرتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے اور بیٹھتے وقت۔

وکان یفرش رجلہ الیسریٰ وینصب رجلہ الیمنیٰ وکان ینھی عن عقبۃ الشیطٰن وینھی ان یفترش الرجل افتراش السبع وکان یختم الصلوٰۃ بالتسلیم (مسلم حدیث، رقم:۱۰۱۲)	(بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔ شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندوں کی طرح کلائیاں بچھانے سے منع فرماتے اور سلام پھیر کر نماز ختم کرتے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من سنة الصلوٰة ان تنصب القدم اليمنىٰ واستقباله باصابعها القبلة والجلوس على اليسرىٰ (نسائی: ۱/۳۵۷)

(نماز میں سنت ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور اپنی انگلیاں قبلہ کی طرف کرے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر بیٹھے۔)

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز میں چوکڑی (چارزانو) مار کر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ فرماتے ہیں میں نے بھی اس دن اسی طرح کیا اور اس وقت میں کم سن تھا۔

فنهانى عبدالله بن عمر وقال انما سنة الصلوٰة ان تنصب رجلك اليمنىٰ وتثنى اليسرى فقلت له فانك تفعل ذالك فقال ان رجلى لا تحملانى.

(طحاوی ۱/۵۲۶، بخاری: ۱/۳۸۵)

(مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور فرمایا نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنا دایاں پاؤں کھڑا کرو اور بائیں پاؤں کو موڑو میں نے عرض کیا آپ تو اس طرح کرتے ہیں۔ فرمایا میرے پاؤں میرا بوجھ برداشت نہیں کرتے۔)

پس معلوم ہوا کہ اس سلسلہ میں احناف کا موقف درست ہے کہ نماز میں جہاں بھی بیٹھا جائے تو دائیں پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور بائیں پاؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھا جائے اور دائیں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے۔

مرد اور عورت کی نماز کا فرق

سابقہ صفحات میں نماز کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کی نماز بعض مقامات پر مردوں سے مختلف ہوتی ہے۔ جس کا لحاظ رکھنا ہر صورت میں ضروری ہے۔ ذیل میں تمام فرق وضاحت کے ساتھ لکھا جاتا ہے تاکہ ہر کوئی (مرد وعورت) صحیح طریقہ سے نماز ادا کر سکے۔

مرد کی نماز	عورت کی نماز
۱۔ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائے۔	تکبیر تحریمہ کے وقت صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔
۲۔ ہاتھ کھلے رکھے مگر کہنیاں کھلی نہ ہوں۔	آستینوں یا دوپٹہ کے اندر سے ہاتھ باہر نہ نکالے۔
۳۔ دائیں ہتھیلی بائیں کلائی پر رکھے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں کلائی پکڑے۔	دائیں ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔
۴۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے، نظر، سجدہ کی جگہ پر ہو۔	سینے پر ہاتھ باندھے اور نظر سجدہ کی جگہ پر ہو۔
۵۔ رکوع میں اتنا جھکے کہ پیٹھ بالکل سیدھی رہے، سر پیٹھ سے اونچا نہ ہو۔	رکوع میں صرف اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ بالکل سیدھی نہ کرے۔ (طحطاوی)
۶۔ ہاتھوں پر زور دے کر رکوع کرے	رکوع میں ہاتھوں پر زور نہ دے۔
۷۔ رکوع میں ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر رکھے۔	رکوع میں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں درمیان میں فاصلہ نہ ہو (درمختار)۔
۸۔ رکوع میں گھٹنوں کو خوب سیدھا رکھے	رکوع میں گھٹنوں کو جھکائے۔
۹۔ رکوع میں گھٹنوں کو زور سے پکڑے اور نظر دونوں قدموں کی پشت پر رکھے اور رکوع میں کشادہ رہے۔	رکوع میں گھٹنوں پر صرف ہاتھ رکھے زور سے نہ پکڑے نظر دونوں پاؤں کی پشت پر رکھے اور رکوع سمٹ کر کرے۔

۱۰۔ سجدے میں دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اتنا زور دے کہ انگلیاں ٹیڑھی ہو کر قبلہ رخ ہو جائیں اور ہر حصہ بدن کو کشادہ رکھے پیٹ رانوں سے جدا ہو۔	سجدہ میں بغلیں سمٹی ہوئی ہوں اور پاؤں باہر نکال کر بازو کروٹوں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملائے۔
۱۱۔ سجدہ میں ہاتھ کی ہتھیلیاں زمین پر بچھی ہوئی ہوں اور بغلیں کھلی ہوں۔	سجدہ میں دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین پر رکھ دے۔ (درمختار)
۱۲۔ قعدہ میں دایاں پاؤں کھڑا اور بایاں بچھا کر بیٹھے	قعدہ میں دونوں پاؤں باہر نکال کر سرین پر بیٹھے (طحطاوی)
۱۳۔ قعدہ اور جلسہ میں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ رکھے۔	قعدہ اور جلسہ میں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر رکھے۔
۱۴۔ امام اگر بھول جائے تو مرد سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہے۔	نماز پڑھتی عورت کے سامنے سے اگر کوئی گزرے یا امام کو لقمہ دینا چاہے تو ہاتھ کو ہاتھ پر مارے۔
۱۵۔ مرد عورت کی امامت کروا سکتا ہے۔	عورت مرد کی امامت نہیں کروا سکتی
۱۶۔ مرد کے لئے جماعت سنت موکدہ قریب واجب ہے۔	عورتوں کا جماعت کرانا مکروہ ہے۔
۱۷۔ فجر کی نماز مرد کے لیے اجالا ہونے کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔	عورت کے لئے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔
۱۸۔ مرد پر جمعہ و عیدین کی نماز واجب ہے۔	عورت پر عیدین و جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے
۱۹۔ مرد امام صف کے آگے کھڑا ہو۔	عورت اگر عورتوں کی امامت کرائے تو درمیان میں کھڑی ہو۔
۲۰۔ ایام تشریق میں مرد پر تکبیریں واجب ہیں۔	عورت پر ایام تشریق میں تکبیریں واجب نہیں ہیں۔

عورتوں کے لیے نماز میں چند اہم امور

خواتین کو درج ذیل مسائل کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ نماز شروع کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کرلیں کہ ان کے چہرے ہاتھ اور پاؤں کے سوا تمام جسم کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔

بعض خواتین اس طرح نماز پڑھتی ہیں کہ ان کے بال، کلائیاں اور کان کھلے رہتے ہیں۔ بعض خواتین اتنا چھوٹا دوپٹہ استعمال کرتی ہیں کہ اس کے نیچے بال لٹکے نظر آتے ہیں یہ سب طریقے ناجائز ہیں۔

یاد رکھیئے!

۱۔ اگر نماز کے دوران چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے سوا جسم کا کوئی عضو بھی چوتھائی کے برابر اتنی دیر کھلا رہ گیا جس میں تین مرتبہ **سبحان ربی العظیم** کہا جا سکے تو نماز نہیں ہوگی۔ اگر اس سے کم کھلا رہ گیا تو نماز ہو جائے گی، مگر گناہ ہوگا۔

۲۔ خواتین کے لیے کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں پڑھنے سے افضل ہے اور برآمدے میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے افضل ہے۔

۳۔ مساجد میں مردوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے خواتین کا گھروں سے نکلنا مباح ہے لیکن گھروں کے اندر نماز ادا کرنا ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ ان کے پردہ وحجاب کا مسئلہ ہے۔

اگر نماز کے لئے مسجد جاتی ہیں تو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں:

ا۔ مکمل پردہ کے ساتھ اور کپڑوں میں اچھی طرح چھپ چھپا کر نکلیں۔

ب۔ کسی قسم کی خوشبو لگائے بغیر مسجد کے لیے جائیں۔

ج۔ کپڑوں اور زیورات میں بن سنور کر نہ جائیں۔

د۔ عام شاہراہوں اور بازاروں کو چھوڑ کر خالی جگہوں کو اپنا راستہ بنائیں درمیان میں چلنے کی بجائے کناروں پر چلیں۔

ذ۔ اپنی آواز سنانے سے پرہیز کریں۔

ر۔ مردوں کے ساتھ مل کر کھڑی نہ ہوں بلکہ مردوں سے پچھلی صفوں میں کھڑی ہوں یا جو باپردہ جگہ خواتین کیلئے مخصوص ہو، وہاں نماز پڑھیں۔

نمازیں اوران کا طریقہ

مؤکدہ سنتوں کا طریقہ

موکدہ سنتیں روزانہ بارہ پڑھی جاتی ہیں اور جمعہ والے دن ان کی تعداد اٹھارہ ہو جاتی ہے۔انہیں چھوڑنا گناہ ہے اور چھوڑنے والا مستحق عذاب ہو جاتا ہے۔

سنتوں کی تفصیل یہ ہے۔

نماز فجر میں دو،نماز ظہر میں چھ (2+4) نماز مغرب میں دو اور نماز عشاء میں دو اور جمعہ کی نماز میں دس۔(2+4+4)

طریقہ

قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں۔دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ رکھیں۔ٹانگوں کو چوڑا نہ کریں۔اس کے بعد نیت کریں۔

نیت

نیت کی خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے دو رکعت نماز سنت یا چار رکعت نماز سنت متابعت رسول اللہ ﷺ کی وقت نماز فجر کا (یا جس نماز کی سنتیں ادا کر رہے ہوں۔اس کا نام لیں) منہ طرف قبلہ شریف کے۔

تکبیر تحریمہ

نیت کر کے تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھائیں اور انگوٹھوں کے اندر والے حصے کو کانوں کی لو (جس میں عورتیں سوراخ کر کے بالیاں وغیرہ ڈالتی ہیں) سے لگائیں۔جب کانوں سے انگوٹھے لگائیں تو ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر رکھیں اور ہتھیلی کا رخ قبلہ کی طرف کریں۔

نوٹ

عورتیں اپنے ہاتھ صرف کاندھوں تک اٹھائیں کانوں کی لوتک نہ لے جائیں۔

ہاتھ باندھنا

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھیں درمیان والی انگلیاں کلائی کے اوپر ہوں جبکہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ کلائی کے گرد گھیرا باندھیں۔ کلائی وہ جگہ ہے جہاں گھڑی باندھتے ہیں اور نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھیں۔

ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور کوئی چھوٹی یا بڑی سورت کی تین آیات کم از کم پڑھیں اگر کوئی سورت یاد نہ ہو تو سورۃ اخلاص کی تلاوت کریں۔

نوٹ: عورتیں سینے کے اوپر ہاتھ باندھیں اور بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی رکھیں اور مردوں کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی بجائے سینے کے اوپر باندھیں۔

رکوع

اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں۔ رکوع کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سر اور پیٹھ بالکل سیدھی رکھیں۔ ٹانگیں سیدھی کھڑی کر کے گھٹنوں کو ہاتھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑیں۔ گھٹنوں کو سیدھا رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو گھٹنوں کی گول ہڈی پر رکھیں اور انگلیوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑیں۔ اس وقت نگاہ پاؤں کی پشت پر رکھیں۔ رکوع میں تین مرتبہ کم از کم "**سبحان ربی العظیم**" کہیں۔

نوٹ: عورتیں رکوع کرتے وقت زیادہ نہ جھکیں نہ پشت سیدھی کریں اور گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑنے کی بجائے ویسے ہی رکھیں۔

قومہ:

اب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اطمینان سے کھڑے ہو کر ربنا لک الحمد کہیں اور پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سیدھے سجدے میں چلے جائیں۔

نوٹ: یاد رکھیں رکوع سے سر اٹھاتے ہی سجدے میں چلے جانا اور کھڑا نہ ہونا غلط ہے۔ بلکہ کھڑے ہو کر پھر سجدے میں جانا ہوگا۔

سجدہ میں جانا

سجدے میں جانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ زمین پر پہلے گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، اس کے بعد ناک اور آخر میں پیشانی لگائیں۔ انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور قبلہ رخ ہوں۔ اٹھتے وقت پیشانی، پھر ناک پھر ہاتھ اسکے بعد گھٹنے اٹھائیں۔

سجدہ

سجدہ میں پیشانی اور ناک اس طرح زمین پر لگائیں کہ زمین کی سختی محسوس ہو۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں اور سر کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح رکھیں کہ کان ہاتھوں کے مقابل ہوں۔ رانیں پیٹ سے نہ لگیں۔ بازو پہلوؤں سے الگ رہیں اور جسم کا پچھلا حصہ اونچا رکھیں۔ دونوں پاؤں کی تین تین انگلیاں زمین پر لگائیں۔ (یہ واجب ہے) اگر پاؤں کی انگلیاں اٹھی ہوئی ہوں گی یا محض ان کے سرے زمین پر لگے ہوں تو سجدہ نہیں ہوگا۔ کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی پڑھیں۔

نوٹ: عورتیں اس طرح سجدہ کریں کے بالکل زمین سے لگ جائیں اور دونوں پاؤں، دائیں طرف نکال دیں۔

جلسہ

نہایت اطمینان سے سجدہ کرلیں اور جب تسبیح پڑھ چکیں تو اب بایاں پاؤں بچھا کر

اس پر بیٹھیں اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگا کر قبلہ رخ کر دیں اور کم از کم تین بار **سبحان اللہ** پڑھنے کے وقت کے برابر بیٹھ کر دوسرے سجدے میں چلے جائیں۔

دوسرا سجدہ

دوسرا سجدہ بھی پہلے سجدے کی طرح کر کے پاؤں کے پنجوں پر سیدھے کھڑے ہو جائیں اور کسی مجبوری کے بغیر ہاتھوں سے زمین پر ٹیک نہ لگائیں۔

دوسری رکعت

جب سیدھے کھڑے ہو جائیں تو پہلی رکعت کی طرح اس میں بھی دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثناء اور تعوذ پڑھنے کی بجائے صرف تسمیہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں اور رکوع میں چلے جائیں۔ دو سجدے کریں۔

قعدہ

دوسری رکعت کا دوسرا سجدہ کرنے کے بعد بیٹھ جائیں۔ اس بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں۔
دایاں پاؤں کھڑا کریں اور بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھ جائیں۔ دائیں پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگائیں اور ان کا رخ قبلہ کی طرف کریں۔ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو رانوں پر گھٹنوں کے قریب اس طرح رکھیں کہ انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو۔ انگلیاں نہ بالکل کھلی ہوں اور نہ ملی ہوئی ہوں، بلکہ عام حالت کی طرح رکھیں۔

نوٹ: عورتیں قعدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر مصلیٰ پر بیٹھیں، نگاہ اپنے سینے پر رکھی جائے۔

اس طرح بیٹھ کر پھر تشہد پڑھیں:

"التحیات للہ سے عبدہ و رسولہ" تک

اس کے بعد درود ابراہیمی پڑھیں۔ اس کے بعد دعا بغیر ہاتھ اٹھائے مانگیں۔

"رب اجعلنی مقیم الصلوۃ سے یوم یقوم الحساب" تک

سلام

جب دعا پڑھ لیں تو پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف سلام پھیریں۔ اس طرح کہ نگاہ کندھوں پر رہے۔ دائیں بائیں فرشتوں اور نیک جنوں کو سلام کی نیت سے سلام کے الفاظ اس طرح کہیں:

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ"

اس طرح دو رکعتیں مکمل ہو جائیں گی۔ اگر چار رکعتوں والی موکدہ سنتیں ہوں تو دو رکعتیں پڑھنے کے بعد قعدہ میں **عبدہ و رسولہ** تک پڑھ کر دوسری رکعت کی طرح تیسری اور چوتھی رکعت مکمل کریں۔ یعنی تسمیہ، فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر پھر قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیریں۔

غیر مؤکدہ سنتیں

یہ روزانہ آٹھ پڑھی جاتی ہیں۔ چار عصر کے فرضوں سے پہلے اور چار عشا کے فرضوں سے پہلے، ان کی بہت فضیلت ہے۔ ان کا چھوڑنا گناہ نہیں ہے۔ لیکن ثواب سے محرومی کا باعث ہے۔

۱۔ پہلی دو رکعتیں سنت موکدہ کی طرح ادا کریں۔

۲۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد درود شریف اور دعا پڑھ کر بغیر سلام کہے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

۳۔ تیسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ادا کریں یعنی ثنا، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکعت مکمل کریں اور چوتھی رکعت دوسری رکعت کی طرح ادا کریں۔

۴۔ قعدہ اخیرہ میں پھر تشہد، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیں۔

سنتوں کے چند اہم مسائل

۱۔ پہلے سنتیں پڑھیں جو فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں پھر فرض ادا کریں۔
۲۔ سنتیں گھر میں پڑھ کر فرض نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں جائیں یہ افضل ہے۔
۳۔ اگر مسجد میں پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے۔
۴۔ سنتیں مسجد کے برآمدے، صحن یا دوسری منزل میں ادا کریں۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو پچھلی صفوں میں ادا کریں تاکہ جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں نمازیوں کو پریشانی نہ ہو۔
۵۔ اگر سنتیں پڑھتے پڑھتے جماعت نکلنے کا خطرہ ہو تو سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائیں۔
۶۔ فجر کی سنتیں بالخصوص فرضوں سے پہلے ادا کریں اگرچہ آپ ادا کر کے قعدہ اخیرہ میں شامل ہوں۔
۷۔ فجر کی سنتیں رہ جانے کی صورت میں سورج نکلنے کے پچیس (۲۵) منٹ بعد ادا کریں۔ مثلاً اگر آج سورج سات بجے طلوع ہوا تو سات بجکر پچیس منٹ پر پڑھیں۔ اس سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ چاہے فرض، سنت، نفل یا قضا نماز ہو۔
۸۔ وقت مساجد میں لگے کیلنڈر کے مطابق اپنے شہر کا فرق نکال کر معلوم کریں یا روزانہ اخبارات میں وقت ہوتا ہے۔ اس سے دیکھ لیں۔
۹۔ ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں رہ جائیں تو بعد والی سنتوں کے بعد ادا کریں۔
۱۰۔ غیر موکدہ سنتوں کی نیت بھی موکدہ سنتوں کی طرح ہوتی ہے۔

فرض نماز کا طریقہ

پنجگانہ نماز میں روزانہ سترہ رکعتیں فرضوں کی ادا کی جاتی ہیں۔ جبکہ جمعہ کے دن پندرہ رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

فجر کے دو، ظہر کے چار، عصر کے چار، مغرب کے تین، عشا کے چار اور جمعہ کے دو فرض ہیں۔

فرض نماز کی نیت

دو رکعت نماز فرض خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے، وقت نماز فجر (یا جو نماز ادا کر رہے ہوں) منہ طرف قبلہ شریف کے اور اگر جماعت سے پڑھ رہے ہوں تو پیچھے اس امام کے۔ اب اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) اکیلے ہونے کی صورت میں (۲) جماعت کی صورت میں

اکیلے ہونے کی صورت میں

اگر نماز دو رکعتیں ہیں تو بالکل اس طرح ادا کریں جس طرح فجر کی دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔

یعنی پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور دوسرا سجدہ۔

دوسری رکعت میں تسمیہ، سورۃ فاتحہ، سورت، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، دوسرا سجدہ اس کے بعد قعدہ میں تشہد، درود شریف، دعا اور سلام۔

اگر چار رکعتیں ہوں تو ان کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے:

پہلی دو رکعتیں اس طرح ادا کریں جس طرح فجر کی دو سنتیں ادا کی جاتی ہیں، قعدہ اولیٰ میں تشہد (التحیات) پڑھ کر کھڑے ہو جائیں۔

تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف تسمیہ اور سورۃ فاتحہ پڑھیں اور چوتھی رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد قعدہ اخیرہ میں التحیات، درود شریف، دعا پڑھ کر سلام پھیر دیں۔

تسبیحات، ذکر اذکار اور درود وسلام کے بعد دعا مانگیں۔

جماعت کی صورت میں

۱۔ اگر جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہوں تو پہلی رکعت میں ثنا کے بعد خاموش رہیں۔

۲۔ تعوذ و تسمیہ، فاتحہ، سورت نہ پڑھیں۔ چاہے امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو یا آہستہ کر رہا ہے۔

۳۔ کسی رکعت میں امام کے پیچھے تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور سورۃ نہیں پڑھی جائے گی۔ یعنی خاموش رہیں۔

۴۔ امام جب سورۃ فاتحہ مکمل پڑھ لے تو آہستہ آواز سے آمین کہیں۔

۵۔ جب امام رکوع اور سجود میں ہو تو طاق تعداد میں تسبیحات پڑھیں۔

۶۔ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو مقتدی ربنا لك الحمد کہے۔

۷۔ تکبیریں امام کہے تو مقتدی بھی کہے۔

۸۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھیں۔

۹۔ امام سے پہلے کوئی رکن ادا نہ کریں۔

۱۰۔ قعدہ اخیرہ میں التحیات، درود شریف اور دعا پڑھیں۔

۱۱۔ جب امام سلام کہے مقتدی بھی سلام کہیں۔

۱۲۔ نماز کے بعد جب امام صاحب دعا مانگیں تو اس میں شریک ہوں۔ یہ اجتماعی دعا قبولیت کا شرف حاصل کرتی ہے۔

۱۳۔ اگر کسی وجہ سے جلدی ہو تو دعا مانگ کر جا سکتے ہیں مگر اسے معمول نہ بنائیں۔

۱۴۔ اگر امام صاحب فارغ ہو کر سلام پھیر رہے ہوں اور آپ نے ابھی تک دعا مکمل نہ کی ہو تو اسے وہیں چھوڑ کر امام صاحب کی اتباع کرتے ہوئے سلام پھیر دیں۔

چند اہم مسائل

۱۔ آخری قعدہ میں دعا کے بعد سلام پھیرنا ہوتا ہے۔ اگر آپ بھول کر کھڑے ہو جائیں اور سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ جائے تو بیٹھ جائیں اور سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کریں۔

۲۔ اگر چوتھی رکعت کے بعد بیٹھنے کی بجائے سیدھے کھڑے ہو گئے تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آ جائے تو بیٹھ جائیں اور تشہد پڑھ کر سجدہ سہو کریں اور پھر تشہد، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیریں۔

۳۔ اگر پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے تک آپ کو یاد نہیں رہا اور سجدہ کر لیا تو اب چھٹی

رکعت بھی ملالیں اور آخر میں سجدہ سہو کرلیں۔اب اس کی دو صورتیں ہیں:

i- اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے اور تشہد پڑھ کر کھڑے ہوئے تھے تو اب چار فرض اور دو نفل ہو جائیں گے۔

ii- اگر قعدہ نہیں کیا تھا بلکہ چوتھی رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد کھڑے ہوئے تھے تو اب یہ چھ نفل ہو جائیں گے اور فرض دوبارہ پڑھیں گے۔

نفل نماز کا طریقہ

روزانہ پنجگانہ نماز میں آٹھ نفل پڑھے جاتے ہیں۔(ظہر کی نماز میں دو، مغرب میں دو اور عشا کی نماز میں چار نفل)۔

نفل نماز پڑھنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔اور فرض نماز میں غفلت و کوتاہی سرزد ہو جاتی ہے وہ نفل نماز کے ذریعے پوری ہو جاتی ہے۔نفل نماز کے چند اہم مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ دو نفل دو سنتوں کی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

۲۔ چار نفل، چار غیر موکدہ سنتوں کی طرح پڑھے جاتے ہیں۔

۳۔ مکروہ اوقات میں نوافل نہ پڑھے جائیں۔(سورج کے طلوع، غروب اور ضحوی کبریٰ سے نصف النہار تک)

۴۔ اذان فجر سے طلوع آفتاب کے بیس (۲۰) منٹ بعد فجر کی دو سنتوں اور دو فرضوں کے سوا کوئی نفل نماز نہ پڑھیں۔

۵۔ عصر کی نماز کے بعد کوئی نفل نماز نہ پڑھیں۔

۶۔ مغرب کے فرض ادا کرنے سے پہلے کوئی نفل نماز نہ پڑھیں۔

۷۔ جتنے نوافل پڑھنا چاہیں اکٹھے پڑھ سکتے ہیں مثلاً چار، آٹھ، دس مگر طریقہ یہ ہوگا کہ ہر طاق رکعت ثنا سے شروع ہوگی اور ہر قعدہ میں تشہد درود شریف اور دعا مکمل پڑھنا ہوگی۔

۸۔ عید کی نماز سے قبل عید گاہ میں نوافل ادا نہ کریں۔

ضروری نوٹ:

نماز میں قرأت کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔ مثلاً

ا۔ اگر پہلی رکعت میں سورہ کافرون پڑھی ہے تو دوسری رکعت میں سورۃ نصر کی تلاوت کریں یعنی اس سے آگے کی سورت ہو پیچھے والی سورت نہ ہو یعنی سورت کوثر کی تلاوت نہ کی جائے۔

۲۔ چھوٹی سورتیں پڑھنے کی صورت میں درمیان میں ایک سورت نہ چھوڑیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں سورہ کافرون پڑھی ہے تو سورہ لہب پڑھنے کی بجائے سورت نصر کی تلاوت کی جائے یا پھر دو سورتوں کو چھوڑ کر سورۃ اخلاص کی تلاوت کی جائے۔

نماز وتر کا طریقہ

نماز عشاء کے فرضوں کے بعد سنتیں اور نوافل ادا کرنے کے بعد تین رکعت وتر واجب ادا کرے۔ نماز وتر کی نیت بھی عام نمازوں کی طرح ہوگی اور جس طرح دوسری نمازیں ادا کرتے ہیں اسی طرح ادا کریں گے۔ لیکن وتروں اور دیگر نمازوں میں فرق یہ ہے کہ وتروں کی نماز کی پہلی دو رکعتیں حسب قاعدہ ادا کرنے کے بعد تشھد پڑھ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور قیام میں فاتحہ وسورت پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تکبیر (اللہ اکبر) کہتا ہوا اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرے اور پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھے۔ دعائے قنوت پڑھنے کے بعد رکوع کرے اور پھر حسب سابق التحیات مع درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

دعائے قنوت

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ

وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ط اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط۔

الٰہی! ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور تجھ ہی سے معافی مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری بہت اچھی تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور الگ کرتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے یا الٰہی! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے اور خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

احادیث مبارکہ اور وتر کا طریقہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ

قال رسول اللہ ﷺ الوتر ثلاث کثلاث المغرب (مجمع الزوائد: ۲/۲۴۲)

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وتر تین رکعات ہیں مغرب کی تین رکعتوں کی طرح۔)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ

ان رسول اللہ ﷺ کان لا یسلم فی رکعتی الوتر (سنن نسائی: ۱/۲۴۰)

(حضور اقدس ﷺ وتر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ تینوں رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرتے تھے۔)

موطا امام محمد اور مستدرک حاکم میں بھی اس قسم کی احادیث موجود ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

وکان یقول فی کل رکعتین التحیة (صحیح مسلم ۱/۱۹۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر الیل ثلاث کوتر النہار صلوٰۃ المغرب (سنن دار قطنی ۱۷۳:۳)

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے تین وتر ہیں دن کے تین وتر کی طرح یعنی نماز مغرب کی طرح۔)

ان احادیث سے معلوم ہوا

۱۔ وتر صرف تین ہیں۔ انہی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر عمل رہا۔

۲۔ تین وتروں میں نماز مغرب کی طرح درمیان میں تشہد بھی ہے۔ یعنی دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا چاہیے۔

نوٹ

جسے دعائے قنوت یاد نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ دعا یاد کرے اور جب تک دعا یاد نہ ہو اس کی جگہ

ربنا اٰتنا فی الدنیا سے **وقنا عذاب النار** تک

پڑھے یا پھر پھر تین مرتبہ **اللھم اغفرلنا** پڑھ لیا کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

ضروری مسائل

۱۔ اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو آخری قعدہ میں التحیات کے بعد دائیں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے تو نماز درست ہو جائے گی۔

۲۔ رمضان المبارک میں وتروں کی نماز با جماعت پڑھنا سنت ہے۔ سال کے باقی دنوں میں بھی اگر اعلان کے بغیر کسی روز وتر با جماعت ادا کیے جائیں تو جائز ہے۔

۳۔ جس نے نماز عشاء با جماعت ادا نہ کی ہو وہ بھی وتر جماعت کے ساتھ ادا کر سکتا ہے، اگرچہ اکیلے پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۴۔ نماز عشاء قضا کرنے کی صورت میں وتروں کی قضا کرنا بھی ضروری ہے۔

۵۔ وتر ادا کرنے کے بعد تین مرتبہ **سبحان الملك القدوس** اور ایک مرتبہ **ربنا ورب الملائکہ والروح** کہنا مستحب ہے۔

۶۔ وتروں کی نیت میں وتر پڑھنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

۷۔ بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز وتر ادا کی تو نماز نہیں ہوگی۔

۸۔ وتروں میں قعدہ اولیٰ واجب ہے۔ اگر بھول کر کھڑا ہو گیا تو آخر میں سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

۹۔ وتروں کی پہلی رکعت میں سورہ الاعلی یا سورہ القدر دوسری رکعت میں سورۃ الکافروں اور تیسری میں سورۃ الاخلاص پڑھنا سنت ہے اگر ان کے علاوہ بھی کوئی دوسری سورت بھی پڑھ لی جائیں تب بھی نماز درست ہوگی۔

نماز کی رکعات کا جدول

نام نماز	سنت غیر موکدہ	سنت موکدہ	فرض	سنت موکدہ	نفل	وتر	نفل	کل تعداد
فجر	☆	۲	۲	☆	☆	☆	☆	۴
ظہر	☆	۴	۴	۲	۲	☆	☆	۱۲
عصر	۴	☆	۴	☆	☆	☆	☆	۸
مغرب	☆	☆	۳	۲	۲	☆	☆	۷
عشاء	۴	☆	۴	۲	۲	۳	۲	۱۷
جمعہ	☆	۴	۲	۴+۲	۲	☆	☆	۱۴

﴿تین رکعت وتر پر دلائل﴾

نماز وتر تین رکعت ہے

شریعت کی اصطلاح میں وتر اس طاق نماز کو کہتے ہیں جو عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ وتر کا معنی طاق ہے۔ نماز وتر چونکہ تین رکعت ہے اور تین کا عدد طاق ہے۔ اسی لیے نماز وتر کو وتر کہتے ہیں۔

نماز وتر کی تین رکعت پر دلائل

امام نسائی یہ حدیث باب کیف الوتر ثلاثا (تین رکعت وتر کیسے ہوگی) کے تحت لائے ہیں۔ یعنی وتر تین رکعت پڑھی جائے۔ آپ نے یہ باب قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز وتر ہمیشہ تین رکعت ہی رہی۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انه سأل عائشة رضی اللہ عنہا کیف کان صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فی رمضان قالت ماکان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثا.

(صحیح بخاری: ۱/ ۵۸۷۔۵۷۷، سنن ابی داؤد: ۱/ ۵۱۲، سنن نسائی: ۱/ ۵۴۰، صحیح مسلم: ۱/ ۲۵۴)

(انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں حضور ﷺ کی (رات کی نماز) کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعت پڑھ لیتے پس کچھ نہ پوچھو یہ کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر چار رکعت پڑھتے پس کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت پڑھتے تھے۔)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ

۱۔ چار چار رکعت ملا کر آٹھ رکعت نماز تہجد کا ذکر ہے
۲۔ تین رکعت نماز **ثم یصلی ثلاثا** سے بیان کیا، یہ نماز وتر ہوتی۔
۳۔ آپ ﷺ کا معمول رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر کا تھا۔
۴۔ حدیث مبارک کی تصریح کے مطابق رمضان کے علاوہ اتنی ہی رکعات آپ ﷺ پڑھا کرتے۔ نماز تہجد کو نماز تراویح کہہ دینا غلط ہے۔ تراویح کا تعلق صرف رمضان المبارک سے ہے۔
۵۔ امام نسائی یہ حدیث باب **کیف الوتر ثلاثا** (تین رکعت وتر کیسے ہوگی) کے تحت لائے ہیں۔ (یعنی تین رکعت وتر پڑھی جائے)۔ آپ نے یہ باب قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز وتر ہمیشہ تین رکعت ہی رہی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن النبی ﷺ انہ قام من اللیل فاستن ثم صلی رکعتین ثم نام ثم قام فاستن ثم توضا فصلی رکعتین حتی صلی ستا ثم اوتر بثلاث و صلی رکعتین (سنن نسائی ۱/۵۴۱، صحیح مسلم: ۱/۲۶۱)

(رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھے پس آپ ﷺ نے مسواک کی پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے، پھر اٹھے پھر مسواک کی اور دو رکعت نماز پڑھی یہاں تک کہ اس طرح چھ رکعت پڑھیں پھر تین رکعت وتر پڑھی اور پھر دو رکعتیں پڑھیں۔)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل ثمان رکعات ویوتر بثلاث ویصلی رکعتین قبل صلوۃ الفجر (سنن نسائی: ۱/۵۴۲)

(رسول اللہ ﷺ رات کو آٹھ رکعتیں نماز ادا فرماتے اور وتر کی تین رکعتیں ادا کرتے اور دو رکعتیں فجر سے قبل پڑھتے۔)

احادیث مبارکہ میں یہ بھی تفصیل موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعتوں میں کون سی سورت کس رکعت میں پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث یقرا فی الاولی سبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیہ قل یا ایھا الکفرون وفی الثالثۃ قل ھواللہ احد
(ترمذی ۲۸۴، سنن نسائی: ۱/۱۴۱، ۵، ابن ماجہ: ۱/۳۳۵)

(رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکفرون پڑھتے اور تیسری میں قل ھواللہ احد پڑھتے۔)

حضور اقدس ﷺ عام طور پر نماز تہجد کے بعد وتر پڑھتے تھے یعنی عشاء کی نماز کے بعد سو جاتے پھر اٹھتے تو تہجد اور وتر ساتھ ساتھ پڑھتے اور نماز تہجد آپ ﷺ نے مختلف احوال و واقعات میں مختلف رکعتوں کے ساتھ پڑھی ہے۔ کبھی چار کبھی چھ، کبھی آٹھ کبھی دس لہٰذا وتر شامل کرنے سے یہ رکعتیں کبھی سات بنتی ہیں کبھی نو کبھی گیارہ اور کبھی تیرہ۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے؟

قالت باربع وثلاث وست وثلاث وثمان وثلاث ولم یکن یوتر باکثر من ثلث عشرہ ولا انقص من سبع
(ابوداؤد: ۱/ ۵۰۷)

(فرمایا چار اور تین کے ساتھ چھ اور تین کے ساتھ آٹھ اور تین کے ساتھ آپ ﷺ کی وتر کی رکعتیں نہ تیرہ سے زیادہ ہوتیں اور نہ سات سے کم۔)

۱۔ پس معلوم ہوا کہ تہجد اور وتر دونوں کو ملا کر وتر کہا گیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موقع کی مناسبت اور حالات کے اعتبار سے نماز تہجد کی رکعتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ مگر نماز وتر تین کی تین رکعات ہی رہی۔ اس میں کمی و بیشی نہیں ہوتی تھی۔

۲۔ مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر ایک رکعت سے ہی ہوتا لیکن حضور ﷺ نے ایک رکعت کی علیحدہ نیت کر کے تمام عمر ایک رکعت وتر نہیں پڑھا بلکہ وہ دو رکعتوں سے ملا کر پڑھا۔

۳۔ روایات میں جس طرح رکعتوں میں پڑھے جانے والی سورتوں کا ذکر ہے۔ اگر ایک رکعت وتر پڑھا ہوتا تو اس میں پڑھی جانے والی سورت کا بھی ذکر ہوتا۔ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو معلوم ہوا تاجدار کائنات ﷺ نے ہمیشہ تین رکعات وتر ہی پڑھی ہیں۔

دعا قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا

عاصم احول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا:

قنوت ہوتی تھی میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟

قال قبله قال فان فلانا اخبرني عنك انك قلت بعد الركوع فقال كذب
(صحیح بخاری: ۱/ ۴۳۷)

(فرمایا رکوع سے پہلے میں نے کہا فلاں شخص نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کہتے ہیں رکوع کے بعد قنوت ہے فرمایا اس نے جھوٹ کہا ہے۔)

ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعتیں ادا فرماتے آپ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ تلاوت فرماتے دوسری رکعت میں قل یاایها الکفرون پڑھتے اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد اور پھر رکوع سے قبل قنوت پڑھتے۔ (سنن نسائی: ۱/ ۵۴۰)

دعائے قنوت کے لئے ہاتھوں کا اٹھانا

دعائے قنوت پڑھنے کے لئے ہاتھوں کو اٹھانے کے بعد پھر دوبارہ اسی ہئیت کے طرح ہاتھوں کو باندھ لیں کیونکہ قیام کی حالت میں نماز میں ہاتھ باندھنا مشروع ہے نہ کہ ہاتھ اٹھانے کے بعد کھلا چھوڑ دینا۔ یا ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھنے لگ جانا۔ کیونکہ نماز میں جتنی بھی دعائیں منقول ہیں کسی کو بھی ہاتھ اٹھا کر پڑھنے کا تذکرہ کسی حدیث میں نہیں بلکہ جس حالت میں جو دعا پڑھنے کا حکم ہے وہی حالت برقرار رہے ایسا نہیں ہوگا کہ دعا پڑھنے کے لیے حالت بدل دی جائے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا پڑھی جائے نماز میں یہ قطعاً غیر مشروع طریقہ ہے۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔

ارایتم رفعکم فی الصلوٰۃ واللہ انہ بدعۃ مازاد رسول اللہ ﷺ علی ھذا قط فرفع یدیہ حیال منکبیہ رواہ طبرانی (مجمع الزوائد: ۱/ ۱۳۷)

(مجھے بتاؤ جو تم نماز میں ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتے ہو خدا کی قسم یہ بدعت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا پھر آپ نے رفع یدین کر کے دکھایا۔)

لہٰذا جب رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حالت قیام ہے اور قیام کی حالت میں ہاتھ بندھے رہتے ہیں۔ اس لئے ہاتھ اٹھانے کے بعد باندھ لئے جائیں اور اس ہیئت میں کوئی تبدیلی نہ لائی جائے۔

قنوت نازلہ اور نماز فجر میں قنوت کی بحث

صبح کی نماز میں ہمیشہ دعائے قنوت کا پڑھنا مذہب شافعی میں سنت موکدہ ہے۔

لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ سوائے نماز وتر کے اور نمازوں میں دعائے قنوت پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ احناف کے نزدیک صبح کی نماز میں اور ایسا ہی اور نمازوں میں قنوت سنت نہیں سوائے وتر کے۔

یہی امر بڑے بڑے صحابہ سے مروی ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قنوت کا ہمیشگی سے پڑھنا منسوخ ہے اور یہ سند بہت سی حدیثوں سے لائے ہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ قنوت کی حدیثیں جن پر شافعیوں کا عمل ہے اور جن کی بنا پر وہ نماز فجر میں ہمیشہ دعائے قنوت کا پڑھنا سنت موکدہ بتلاتے ہیں۔

امام صاحب ان حدیثوں کو اس امر پر محمول کرتے ہیں کہ رعل اور ذکوان کے دو قبیلوں نے جب قاریوں کو شہید کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک ان کے حق میں بددعا کی پھر اس دعا سے منع کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک کر دیا۔

قنوت نازلہ سے رب کریم نے منع فرمایا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لیس لك من الامر شئی او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظالمون (آل عمران: ۱۲۸)

(نہیں ہے اس معاملہ میں آپ کا کوئی دخل چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول کرے اور چاہے تو عذاب دے انہیں بے شک وہ ظالم ہیں۔)

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھایا تو ربنا ولك الحمد کہا پھر دعا مانگی یا اللہ! فلاں فلاں منافقین پر لعنت بھیج تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (لیس لك

من الامر ... نازل فرمائی (طحاوی شریف ...)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھاتے تو یوں دعا مانگتے یا اللہ (ولید کو) رہائی عطا فرما۔

اس کے بعد (راوی نے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کا ذکر کیا جو ہم نے اس باب کے شروع میں ذکر کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لیس لك من الامر) فرماتے ہیں (اس کے بعد) رسول اکرم ﷺ نے کسی کے لیے دعائے ضرر نہیں فرمائی۔

پس معلوم ہوا کہ قنوت فجر حضور اقدس ﷺ نے ایک خاص موقع پر پڑھی اور بعد میں اسے اس آیت کے ذریعہ منسوخ کر دیا گیا۔

ایک مغالطہ کا ازالہ:

اس آیت کریمہ کا یہ مدعا نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی دعا یا دعائے ضرر کا اللہ کی جناب میں کوئی وزن نہیں۔ حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ ہر کہ ومہ حقیر وعزیز سب کچھ بلا استثناء اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ نہ چاہے تو کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا لیکن اسی طرح اس میں بھی شک نہیں کہ مصطفےٰ ﷺ کا ہاتھ اٹھے تو اجڑے دیار میں بہار آجاتی ہے۔ انگلی کا اشارہ ہو تو چاند بھی دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور اُس کی نظر کرم ہو تو کفر و شرک اور فسق و فجور کی تاریکیاں جگمگانے لگتی ہیں۔ **ولسوف یعطیك ربك فترضی** اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور خواہ کسی کی جبین پر بل پڑے وہ پورا کر کے رہتا ہے۔ (ضیاء القرآن:۱/۱۷۴)

؎ وہی ہے طور جہاں پڑ گئی نگاہ تیری
وہی چمن ہے جہاں مسکرا دیا تو نے

حضور اقدس ﷺ نے صرف تیس (۳۰) دن قنوت پڑھی

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

ان رسول اللہ ﷺ قنت شھراً یدعو علی حی من احیاء العرب ثم ترکہ (سنن نسائی: ۱/۲۳۳)

(بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک قنوت پڑھی آپ ﷺ عرب کے ایک قبیلہ کے لیے دعائے ضرر فرماتے پھر آپ ﷺ نے اسے ترک کر دیا۔

خلفائے راشدین اور قنوت نازلہ

نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء نے بھی آپ ﷺ کی اتباع میں قنوت نازلہ فرض نمازوں میں نہیں پڑھی۔ ابو مالک اشجعی سے مروی ہے آپ نے اپنے والد (طارق بن اشیم) سے سماعت فرمایا کہ:

صلیت خلف رسول اللہ ﷺ فلم یقنت وصلیت خلف ابی بکر فلم یقنت وصلیت خلف عمر فلم یقنت وصلیت خلف عثمان فلم یقنت وصلیت خلف علی فلم یقنت ثم قال یابنی انھا بدعۃ (نسائی شریف: ۱/۲۳۳-۲۳۴)

(میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے قنوت نہیں پڑھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے بھی قنوت نہیں پڑھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے قنوت نہ پڑھی اور حضرت عثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بھی قنوت نہیں پڑھی پھر فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔)

پس معلوم ہوا کہ فرضوں میں قنوت پڑھنا ماسوائے اس واقعہ کے جو آپ ﷺ کے سامنے پیش آیا قنوت پڑھنا ثابت نہیں اور آپ ﷺ نے ہمیشہ کے لیے اسے ترک کر دیا اور خلفائے راشدین بھی فرضوں میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام اسے بدعت خیال کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا امام کے سورت سے فارغ ہونے کے بعد قنوت کے لئے قیام، خدا کی قسم بدعت ہے۔

مافعله رسول الله ﷺ غير شهر ثم تركه ارءيتم رفعكم في الصلوٰة والله انه بدعة (مجمع الزوائد ۱/۱۹۶)

(اس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا سوائے ایک ماہ کے پھر آپ ﷺ نے اسے ترک کر دیا۔ کیا بتاؤں میں تمہیں تمہارا رفع یدین کرنا نماز میں خدا کی قسم یہ بھی بدعت ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اشهد اني سمعت ابن عباس يقول ان القنوت في صلوٰة الصبح بدعة.

(میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک صبح کی نماز میں قنوت بدعت ہے۔)

(سنن الدار قطنی، ص:۱۷۹)

احناف کا فیصلہ

امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:

فثبت بما ذکرنا انه لاینبغی القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیره قیاسا ونظر علی ماذکرنا من ذالك وهذا قول ابی حنیفة وابی یوسف و محمد رحمهم الله تعالیٰ.

(طحاوی شریف:۱/ ۵۱۸)

(پس ثابت ہوا ہم نے جو ذکر کیا کہ قیاس کے مطابق فجر کی نماز میں حالت جنگ اور غیر حالت جنگ کسی صورت میں قنوت نہ پڑھی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔)

غیر مقلدین کے مشہور عالم حافظ عبداللہ روپڑی کا فتویٰ

پانچوں نمازوں میں ہمیشہ دعائے قنوت پڑھنا بدعت ہے۔ البتہ فجر کی نماز میں بدعت نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ حدیث میں جب ضعف تھوڑا ہو تو فضائل اعمال میں معتبر ہے ہاں ضروری سمجھنا ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ضعف ہے۔

(فتاویٰ اہل حدیث:۱/ ۶۳۳)

مزید لکھتے ہیں۔

مقتدیوں کا دعائے قنوت میں آمین کہنا ابو داؤد میں موجود ہے۔ مگر یہ عام دعا قنوت کے متعلق ہے وتروں کی خصوصیت نہیں آئی۔ (فتاویٰ اہل حدیث:۱/ ۶۳۵)

مفتی اعظم سعودی عرب عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ:

لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ یہ مشہور

مسلمانوں پر دشمنان اسلام کی جانب سے جب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو کچھ دنوں تک قنوت پڑھتے تھے جن میں دشمنوں کے لیے دعائے ضرر کرتے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرتے۔ احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت سعید طارق اشجعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے کہا والد محترم!

آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ کیا یہ لوگ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟

انہوں نے کہا: بیٹے یہ بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی فجر میں دعائے قنوت پڑھتے رہے تو یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (فتاوی عبدالعزیز بن باز، ص: ۱۴۱)

پس معلوم ہوا کہ قنوت نازلہ منسوخ ہے۔ سوائے وتر کی نماز کے دعائے قنوت کسی اور نماز میں نہیں پڑھنی چاہیے۔

شک ظن اور وہم کے مسائل

پہلے ہمیں سہو، شک، ظن اور وہم وغیرہ کی تعریف اور فرق معلوم کرنا چاہیے۔

سہو کی تعریف

سہو ونسیان سے کوئی بشر خالی نہیں۔ کیونکہ انسان خطاونسیان سے مرکب ہے۔ لہٰذا انسان سے کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی غلطی لامحالہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے سہو کے متعلق اتنا جان لیجئے کہ سہو بھول جانے کو کہتے ہیں۔

شک کی تعریف

جو تصور اور خیال دل میں آتا ہے اگر اس کی صحت اور غلطی دل میں ایک جیسی ہو، نہ اسکی تصدیق کو غلبہ ہو اور نہ تکذیب کو، اس حالت کو شک کہتے ہیں۔

ظن کی تعریف

جو تصور اور خیال دل میں پیدا ہوا۔ اس کی صحت اور غلطی میں کسی ایک کا دل پر غلبہ ہو اور ایک کو دوسرے پر رجحان، لیکن ساتھ ساتھ اس کی ضد اور نقیض کے امکان سے بھی انکار نہ ہو تو اس حالت کو ظن کہتے ہیں۔

وہم کی تعریف

شک کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے میں تردد کرنے کو کہتے ہیں بشرطیکہ کسی جانب گمان غالب نہ ہو۔ اگر گمان غالب ہوگا تو گمان غالب کو ظن کہتے ہیں اور مغلوب جانب کو جو اس کی ضد ونقیض ہے۔ وہم کہتے ہیں۔

شک، ظن اور وہم کا حکم

فقہاء کے نزدیک سہو وشک دونوں حکم میں برابر ہیں جس طرح سہو سے سجدہ

واجب ہوجاتا ہے اسی طرح شک کی تمام صورتوں میں بھی سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری۔ درمختار)

شک کے مسائل

۱۔ نماز پڑھتے ہوئے شک ہوا کہ وضوٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ کپڑے کو نجاست لگ گئی ہے یا نہیں؟ وضو میں سر کا مسح کیا تھا یا نہیں؟ اگر نمازی کو پہلی مرتبہ یہ شک ہوا ہے تو نئے سرے سے وضو کرے اور اپنا شک دور کر کے نماز پڑھ لے اور اگر اکثر شک کا عادی ہے اور اسے اس قسم کا شک پڑتا رہتا ہے تو اس کی پروانہ کرے نماز پڑھتا رہے۔ جب تک یہ شک یقین میں نہ بدل جائے۔ جب یقین میں بدل جائے تو نماز توڑ دے اور نئے سرے سے نماز پڑھے (فتاویٰ عالمگیری)

۲۔ اگر نماز کی رکعتوں کے متعلق شک ہوا کہ کتنی پڑھیں ہیں؟ تو اس شک کی دو صورتیں ہیں:

اوّلاً: نمازی کو ایسا شک پہلی مرتبہ ہوا ہے تو حکم یہ ہے کہ وہ نماز از سر نو پڑھے۔ (درمختار)

ثانیاً: اگر ایسا ہوتا رہتا ہے آدمی مزاج شکی رکھتا ہے تو اس کے لیے حکم ہے کہ وہ رکعتوں کی کم تعداد اختیار کرے۔ مثلاً چار رکعتوں والی نماز میں اسے شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ تین کو اختیار کرے۔

نوٹ اگر پہلی رکعت میں شک ہوا کہ یہ پہلی ہے یا دوسری تو اسے رکعت اوّل ہی سمجھے۔ کیونکہ اس میں غالب گمان اوّل ہونے کا ہے اور اس رکعت کے بعد قعدہ کرے کیونکہ ممکن ہے کہ جس رکعت کو اس نے اوّل ٹھہرایا وہ اوّل نہ ہو دوسری رکعت ہو اور دوسری کے بعد قعدہ ضروری ہے اور پھر دوسری کے بعد بھی قعدہ کرے کیونکہ ممکن ہے جسے اس نے اوّل مانا وہ اوّل نہ ہو اور پہلا قعدہ بے محل ہوا ہو۔ لہٰذا یہ دوسرا قعدہ برمحل ہوجائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس تیسری اور چوتھی رکعت کے بعد بھی قعدہ کرے گا۔ اس صورت میں چار قعدے ہوں گے اور کوئی قعدہ فرض یا واجب ترک نہ ہوگا پھر آخر میں سجدہ سہو کرے، نماز صحیح ہوجائے گی۔ (درمختار۔ وقایہ، فتاویٰ عالمگیری)

۳۔ اگر کسی شخص کو کسی رکن کے کرنے یا نہ کرنے میں شک گزرا اور کچھ دیر یہی سوچتا رہا دیر کے بعد اسے یقین ہوا کہ کرلیا یا نہیں کیا تو اسی یقین کے مطابق عمل کرے مگر یہ بات ذہن نشین کرلے کہ اگر یہ تردد وتوقف اتنی دیر رہا جتنی دیر تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتے ہیں تو سجدہ سہو واجب ہو گیا اور اگر اس سے کم رہا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

۴۔ اگر وتر کی نماز میں شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری یا تیسری تو سب رکعتوں میں دعائے قنوت پڑھنی چاہیے اور ہر رکعت کے بعد قعدہ بھی کرنا چاہیے نماز درست ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۵۔ اگر نمازی نے بھولے سے دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا اور یہ خیال کیا کہ چار مکمل ہوگئی ہیں۔ بعد میں یاد آئے کہ دو رکعتیں ہی ہوئی ہیں تو یاد آتے ہی فوراً کھڑا ہو جائے اور چار رکعتیں پوری کرکے آخر میں بوجہ تاخیر سجدہ سہو کرلے یعنی بھول کر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینے سے نمازی نماز سے باہر نہیں ہوتا بشرطیکہ وہ سلام کے بعد کوئی اور لفظ منہ سے نہ بولے۔ اس طرح اگر مسبوق بھی بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو وہ بھی نماز سے خارج نہیں ہوگا مگر مسبوق پر سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔

۶۔ اگر نماز کے بعد کسی نے بتایا کہ تم نے چار کی بجائے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا پانچ پڑھی ہیں تو یہ دیکھیں کہ کہنے والا جو کہتا ہے وہ یقیناً صحیح ہے یا غلط؟ جس طرح یقین ہو اسی پر عمل کرے یعنی اگر اس کی خبر غلط ہونے کا یقین ہے تو نماز ہوگئی اور اگر تردد ہے تو نماز از سر نو پڑھے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ نئے سرے سے پڑھی جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۷۔ اگر سہو کے بارے میں امام سے اختلاف ہو جائے اور ہر ایک کو اپنے قول کا یقین ہو تو اگر امام کو اپنی صحت نماز کا یقین ہے تو وہ اپنی نماز کا اعادہ نہ کرے لیکن مقتدی ضرور اعادہ کریں کیونکہ غلط گمان کی وجہ سے ان کی نماز فاسد ہوگئی۔ (درمختار)

سجدہ سہو اور اس کے مسائل

سہو کا معنی بھول جانا ہے۔ نماز میں فرائض کے علاوہ کسی واجب میں کمی یا زیادتی سے نماز میں واقع ہونے والے نقص کو پورا کرنے کیلئے قعدہ اخیرہ میں دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کیے جاتے ہیں ان کو سجدہ سہو کہتے ہیں۔

سجدہ سہو کا طریقہ

سجدہ سہو کے واجب ہو جانے کی صورت میں نمازی قعدہ اخیرہ میں التحیات (**عبدہ و رسولہ تک**) پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اس طرح دوسرا سجدہ کرے پھر التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دے اور نماز ختم کر دے۔

سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے؟

سجدہ سہو واجب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ کسی رکن کی ادائیگی میں اتنی تاخیر ہو جائے کہ اتنی دیر میں نمازی ایک رکن ادا کر سکے۔

۲۔ کسی واجب کے چھوٹ جانے سے (مثلاً عیدین کی تکبیریں، دعائے قنوت، قعدہ اولیٰ وغیرہ)

۳۔ کسی فرض یا واجب میں تقدیم و تاخیر یا تبدیلی ہو جائے۔

۴۔ کسی فرض یا واجب کو دوبارہ کر لینے سے بھی سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

۵۔ کسی واجب کی کیفیت بدل دینے سے بھی سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

نوٹ: مندرجہ ذیل صورتیں اگر بھول کر پائی جائیں تو سجدہ سہو کرنے سے نماز میں واقع ہونے والا نقصان پورا ہو جاتا ہے۔ لیکن قصداً کی جائیں تو سجدہ سہو کرنے سے وہ نقصان پورا نہیں ہوتا بلکہ نماز کا لوٹانا ضروری ہے خواہ کوئی بھی نماز ہو۔

(فتاویٰ عالمگیری، مراقی)

سجدہ سہو کے مسائل

۱۔ اگر قیام میں بھول کر فاتحہ کی جگہ کوئی دوسری سورت پڑھ لی تو سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

۲۔ اگر قعدہ اولیٰ میں بھول جائے یا فرض، وتر، سنت موکدہ نماز کے درمیان کے قعدہ (قعدہ اولیٰ) میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھ دے یا قعدہ اخیرہ میں کھڑا ہو جائے تو سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

۳۔ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت کا پڑھنا واجب ہے اگر فاتحہ کی کوئی آیت یا حصہ آیت پڑھنا بھول گیا تو سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

۴۔ التحیات کا ہر لفظ پڑھنا واجب، اگر پڑھنا بھول گیا تو سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

۵۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سنت و نفل کی سب رکعتوں میں سورت کا ملانا واجب ہے۔ اگر ان میں سے کسی رکعت میں بھی سورت ملانا بھول گیا سجدہ سہو کرے۔

۶۔ وتر کی نماز میں اگر دعائے قنوت بھول گیا تو سجدہ سہو کرے۔

۷۔ اگر نماز میں سوچ میں مبتلا ہو گیا مثلاً سورت ملانے کے درمیان سورت ملانے کے لیے یا کسی اور وجہ سے سوچ میں مبتلا ہوا اور اتنی دیر سوچتا رہا کہ اتنی دیر میں ایک رکن ادا کر سکتا تھا تو سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

۸۔ اگر چار رکعت والی نماز میں بھولے سے پہلی یا تیسری رکعت کے بعد بیٹھ گیا اور تین دفعہ **سبحان اللہ** پڑھنے کے برابر بیٹھا رہا تو سجدہ سہو کرنا ہوگا، اگر اس سے کم وقت بیٹھا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔

۹۔ تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں قعدہ اولیٰ میں بیٹھنا بھول گیا اور دوسری رکعت کے فوراً بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اگر نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا اور اگر نیچے کا دھڑ سیدھا ہو جائے تو اب نہ بیٹھے بلکہ چاروں رکعتیں مکمل کرلے اور آخری قعدہ کے بعد سجدہ سہو کرے۔ اگر سیدھا کھڑا ہونے کے بعد واپس لوٹے اور التحیات پڑھے تو گنہگار ہوگا لیکن سجدہ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا۔

۱۰۔ اگر سنت مؤکدہ کے قعدہ اخیرہ کو بھول کر پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت مکمل کرلی تو پھر ایک رکعت اور ملا کے سجدہ سہو کیا تو چار سنتیں ہوں گی اور دو زائد رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔

۱۱۔ اگر فرض نماز کی آخری یعنی چوتھی رکعت پڑھ کر التحیات کے لیے بیٹھا تو اگلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے جہاں یاد آئے بیٹھ جائے اور بغیر التحیات پڑھے فوراً سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ کرے چار فرض ہو جائیں گی اور دو نفل اور آخری قعدہ میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر پانچویں رکعت پر بیٹھ کر سلام پھیر دیا اور سجدہ سہو کرلیا تو برا کیا اچھا نہیں کیا چار فرض تو ہو گئے مگر ایک رکعت بیکار گئی۔ (ردالمختار)

۱۲۔ اگر فجر کی سنت یا فرض اور عصر کی نماز کے فرض کا قعدہ اخیرہ کر کے بھولے سے کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ ایک رکعت اور پڑھ لی تب یاد آیا تو فوراً بیٹھ کر سجدہ سہو کرلے نماز درست ہوگی۔ یا ایک رکعت اور ملائے چونکہ فجر کی سنت و فرض اور عصر کے

فرضوں کے بعد نفل کی ممانعت ہونے کی بنا پر اس موقع پر ایک رکعت نہ ملانا بہتر ہے۔ لہٰذا مزید نہ ملائے۔ (شامی)

۱۳۔ نماز میں سجدہ سہو واجب ہو گیا تھا اور کسی نے تشہد کے بعد جانتے ہوئے یا بھول کر ادا نہ کیا یہاں تک کہ درود شریف یا دعا پڑھ لی تو اب سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے۔

۱۴۔ سجدہ سہو واجب تھا اور کسی نے جان بوجھ کر یا بھول کر ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا تب بھی جب تک کوئی بات ایسی نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے اس وقت جب تک سجدہ سہو کرنے کا اختیار رہتا ہے، اس صورت میں سجدہ سہو بغیر سلام پھیرے کرے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

۱۵۔ اگر کسی نے بھول کر بغیر سلام پھیرے ہی سجدہ سہو کر لیا تب بھی ادا ہو جائے گا اور نماز صحیح ہو گی اگرچہ جان بوجھ کر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۱۶۔ کسی سورت کو دوبارہ یا کئی بار پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہ لمبی قرأت کے قائم مقام ہو گی۔

۱۷۔ اگر نماز میں کسی جگہ غلط لفظ کو درست کر کے پڑھ لیا تو نماز ہو گئی۔ اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہو گا۔ اگر پوری سورہ فاتحہ کو لوٹائے گا تو اس سے سجدہ سہو واجب ہے۔

۱۸۔ اگر نماز میں کئی ایسی باتیں جمع ہو گئیں کہ جن سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو ایک ہی سجدہ سہو سب کی طرف سے کافی ہو گا کیونکہ ایک نماز میں دو دفعہ سجدہ سہو نہیں کیا جاتا۔

۱۹۔ سجدہ سہو کرنے کے بعد اب پھر کوئی بات ایسی ہو گئی جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تب بھی پہلا سجدہ سہو ہی کافی ہے اور دوبارہ سجدہ سہو نہ کرے۔

۲۰۔ مقتدی سے اگر کوئی سہو ہو گیا تو سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ اس کے لئے امام کی

متابعت ضروری ہے اور بحالت متابعت سجدہ سہو کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر امام کے سلام سے پہلے کرے گا تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور اگر بعد میں کرے گا تو سجدہ سہو نماز سے فارغ وقت میں ہوگا جو معتبر نہیں۔ (غایۃ الاوطار)

۲۱۔ مسبوق اپنی بقیہ نماز میں منفرد کی طرح ہے بقیہ نماز میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر امام کے ساتھ سہو ہوا ہے تو اتباع امام میں سجدہ سہو کرے۔

۲۲۔ اگر مسافر امام کو سہو ہوا ہو تو مقتدی مقیم کو بھی سجدہ سہو کرنا چاہیے۔ (درمختار)

سجدہ سہو کب ساقط ہوتا ہے؟

i امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ تینوں حضرات کا متفقہ بیان ہے کہ سجدہ سہو اس وقت واجب ہے جب وقت کی گنجائش ہو اور اگر وقت کی گنجائش نہ ہو مثلاً نماز فجر میں سہو ہوا ہو سلام پھیرنے کے بعد ابھی پہلا سجدہ بھی نہیں کیا تھا کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو سجدہ سہو کا حکم ساقط ہو گیا۔

ii اسی طرح اگر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز کا وقت بھی قریب الاختتام ہو تب بھی یہی حکم ہے یعنی وقت کی تنگی سے سجدہ سہو کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

iii اسی بنا پر یہ مسئلہ ہے کہ اگر مسبوق نے اپنی نماز بچانے کے لیے امام کے ساتھ سجدہ سہو نہیں کیا اور اس کا یہ خیال تھا کہ اگر میں سجدہ سہو کروں گا تو نماز جاتی رہے گی مثلاً نماز فجر میں آفتاب طلوع ہو جائے گا یا جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت آ جائے گا یا موزے پر مسح کی مدت گذر جائے گی تو ان تینوں صورتوں میں امام کے ساتھ سجدہ سہو نہ کرنے میں کچھ کراہت نہیں۔

سجدہ تلاوت کے مسائل

قرآن مجید میں چودہ (۱۴) آیات ایسی ہیں جن کی تلاوت یا سماعت سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے ان آیات کو آیات سجدہ کہتے ہیں اور اسی سجدہ کو سجدہ تلاوت کہا جاتا ہے۔

آیات سجدہ

چونکہ قرآن مجید تلاوت کرتے وقت آیات سجدہ سے آگاہی ہو جاتی ہے اس لیے آیات درج کرنے کی بجائے صرف ان مقامات کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

نمبر شمار	نام	آیت نمبر	نمبر شمار	نام	آیت نمبر
1	سورہ اعراف	206	2	سورہ رعد	15
3	سورہ نحل	50	4	سورہ بنی اسرائیل	109
5	سورہ مریم	58	6	سورہ حج	18
7	سورہ فرقان	60	8	سورہ نمل	26
9	سورہ السجدہ	15	10	سورہ ص	24
11	سورہ حم السجدہ	38	12	سورہ نجم	62
13	سورہ انشقاق	21	14	سورہ اقراء	19

نوٹ:

سورہ حج میں آیت نمبر 77 کا سجدہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق آیت نمبر 18 کی تلاوت و سماعت پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے۔

چند اہم مسائل

ا۔ سجدہ تلاوت پڑھنے اور سننے والے دونوں پر لازم ہوتا ہے۔

۲۔ ایک مجلس میں ایک آیت سجدہ بار بار تلاوت کی جائے تو آخر میں ایک سجدہ کافی ہوتا ہے۔ اگر آیات مختلف ہوں تو ہر آیت کا سجدہ ضروری ہوگا، چاہے مجلس ایک ہی ہو۔ اسی طرح اگر ایک مرتبہ سجدہ کر لیا اور اس کے بعد دوبارہ وہی آیت پڑھی تو دوبارہ سجدہ کرنا ضروری ہوگا، چاہے اسی مجلس میں پڑھے۔

۳۔ نماز میں امام سجدہ والی آیت کی تلاوت کرے مقتدی سنیں یا نہ سنیں دونوں صورتوں میں سجدہ واجب ہوتا ہے، اگر آیت پڑھنے کے بعد اور سجدہ کرنے سے پہلے نماز میں شامل ہوا تو اس پر بھی واجب ہوگا۔

۴۔ اگر کوئی شخص نماز سے باہر آیت سجدہ پڑھے اور نماز پڑھنے والا سن لے تو وہ نماز سے فارغ ہو کر سجدہ کرے، نماز میں نہ کرے۔ اگر ایسا کیا تو فارغ ہونے کے بعد دوبارہ سجدہ کرنا ضروری ہوگا۔

۵۔ سجدہ تلاوت اس وقت واجب ہوتا ہے جب وجوب نماز کا اہل ہو۔ اگر کافر، پاگل، نابالغ یا حیض ونفاس والی عورت آیات سجدہ کی تلاوت کرے تو ان لوگوں پر واجب نہیں ہوتا۔ البتہ سننے والا اگر عاقل و بالغ ہو تو اس پر سننے سے واجب ہو جائے گا۔

۶۔ حیض ونفاس کی حالت میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا یا زبانی پڑھنا جائز نہیں۔

۷۔ نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کی جائے اس کا سجدہ تلاوت سجدہ کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے اور رکوع کرنے سے بھی لیکن رکوع میں تب ہی ادا ہوگا جب فوراً آیت سجدہ ختم ہوتے ہی رکوع کرے۔

۸۔ لاؤڈ سپیکر پر تلاوت ہو رہی ہو تو سننے والے پر سجدہ تلاوت لازم ہو جائے گا لیکن یاد رہے کہ آیات سجدہ کی تلاوت لاؤڈ سپیکر پر نہیں کرنی چاہیے۔

۹۔ ٹی وی ریڈیو کی براہ راست نشریات (Live) نشر ہو رہی ہوں تو چونکہ یہ بازگشت

نہیں ہے لہٰذا سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔ اگر اس میں بازگشت ہونے کا شبہ بھی ہو تو پھر بھی احتیاطاً سجدہ تلاوت کرنا ضروری ہے۔

۱۰۔ آڈیو، ویڈیو کیسٹ پر جو آواز آتی ہے وہ پہاڑ سے ٹکرانے والی آواز کی طرح ہے یعنی بازگشت ہے۔

لہٰذا اس سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا اگر کرلے تو بہتر ہے۔

سجدہ تلاوت کا طریقہ

سجدہ تلاوت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہوکر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اور تین بار کم از کم **سبحان ربی الاعلی** پڑھ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے۔ اگر بیٹھ کر بھی کرلے تو تب بھی جائز ہے۔

ضروری نوٹ

۱۔ سجدہ تلاوت کے لیے طہارت اور قبلہ رخ ہونا شرط ہے۔

۲۔ البتہ تکبیر تحریمہ شرط نہیں، نہ کانوں کو ہاتھ لگائیں نہ سلام پھیریں۔

۳۔ مکروہ اوقات میں سجدہ تلاوت نہ کریں اگر کرلیا تو ادائیگی ہو جائے گی۔

نماز میں قرأت کے احکام ومسائل

قرأت قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں۔ یہ نماز کا دوسرا رکن ہے جس کی رکنیت اس آیت مبارکہ سے ثابت ہے۔

فاقرء وا ما تیسر من القرآن (پس پڑھو جو قرآن میں سے آسان ہو۔)
(المزمل:٢٠)

اس آیت کے مطابق نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے۔

اس بات پر تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ اگر قرأت میں کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس سے معانی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر معانی نہ بدلیں تو فاسد نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم صحیح طریقے سے بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ درست تلفظ اور ترتیل کے ساتھ پڑھنا چاہیے تاکہ نمازیں ضائع نہ ہوں۔ قرأت کی غلطیاں چند قسم کی ہیں، ان کو اچھی طرح یاد اور ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

١۔ اعراب کی غلطی

یعنی زیر کی جگہ زبر، زبر کی جگہ پیش ساکن کی جگہ متحرک اور متحرک کی جگہ ساکن مشدد کی بجائے مخفف یا مخفف کی بجائے مشدد اور مد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد ظاہر کر دینا۔

٢۔ تبدیلی حرف کی غلطی

یعنی ایک حرف کی بجائے دوسرا حرف پڑھ دینا، یا حرفوں میں کمی بیشی کر دینا یا آگے پیچھے کر دینا۔

۳۔ کلمہ یا جملہ کی تبدیلی کی غلطی

یعنی ایک لفظ کی بجائے دوسرا لفظ یا ایک جملہ کی بجائے دوسرا جملہ پڑھ دینا یا الفاظ میں کمی بیشی کر دینا یا کلام میں تقدیم و تاخیر کر دینا۔

۴۔ وقف اور وصل کی غلطی

یعنی وقف کی بجائے وصل یا وصل کی بجائے وقف کر دینا۔

ان کے متعلق قاعدہ

۱۔ قرات کی ان غلطیوں کے متعلق قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ان میں دیکھنا چاہیے کہ اس قسم کی غلطی سے معنوں میں کیا تبدیلی ہوئی ہے۔ جن کا اعتقاد کفر ہے تو ان قسموں میں سے جس قسم کی غلطی ہوگی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ زیر زبر کی ہی غلطی ہو۔

۲۔ اعراب کی غلطی سے کفریہ معنی پیدا نہ ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

۳۔ اگر حروف یا کلمات کی غلطی سے معنوں میں کھلا ہوا تغیر پیدا ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۴۔ اگر حروف و کلمات کی غلطی سے کھلا تغیر پیدا نہ ہو اور اس کے جملے و کلمات قرآن میں موجود ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

مثلاً **علیم** کی بجائے **خبیر** اور **خبیر** کی بجائے **بصیر** پڑھ دینا۔

۵۔ اگر ایسے حروف یا کلمات جو قرآن میں موجود نہ ہوں پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً **قوامین بالقسط** کی بجائے **قیامین بالقسط** پڑھا تو نماز نہ ہوگی۔

احکام و مسائل:

۱۔ کم از کم ایک آیت پڑھنا فرض اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ فرض نماز کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ چاہے وہ دو رکعتوں والی ہو یا چار والی۔

۳۔ فرض نماز کے علاوہ باقی نمازوں وتر، سنت اور نفل وغیرہ کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت یا بڑی ایک آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا بھی واجب ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص زبان سے قرأت نہ کرے صرف خیال میں پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ زبان سے پڑھنا ضروری ہے

۵۔ اگر کوئی شخص کھڑے کھڑے بغیر ٹیک لگائے سو گیا اور نیند کی حالت میں قرأت پڑھی تو جائز نہیں، دوبارہ قرأت کرے۔

۶۔ اگر کوئی شخص صحیح قرأت کرنے کی قوت رکھتا ہے مگر وہ حروف کو صحیح ادا نہیں کرتا تو نماز نہیں ہوگی۔

۷۔ توتلا، گونگا، ہکلا آدمی معذور ہے۔ اگر ان سے حروف صحیح ادا نہ ہوں یا بالکل ادا کر ہی نہ سکتے ہوں یا بالکل پڑھنا ممکن ہی نہ ہو تو ان کی نماز ہو جائے گی۔

۸۔ اعرابی غلطیاں اگر ایسی ہوں جن سے معنی نہ بگڑتے ہوں تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ مثلاً اَصوَاتَکُم کی جگہ اَصوَاتُکُم پڑھ لیا تو نماز ہو جائے گی۔

۹۔ اگر تغیر ہو یعنی معانی بدل جائیں کہ اس کا اعتقاداً اور قصداً پڑھنا کفر ہو تو ایسی نماز کو دوبارہ پڑھے۔ مثلاً، اٰدَمُ رَبَّہٗ کو اٰدَمَ رَبُّہٗ، یعنی آدم کے میم پر زبر اور رب کے با پر پیش پڑھے تو نماز لوٹانا ہوگی۔

۱۰۔ کسی حرف مشدد (جس پر شد ہو) کو مخفف یعنی بغیر تشدید کے پڑھ گیا تو نماز ہو جائے گی۔ مثلاً اِیَّاكَ میں یا پر شد ہے وہ نہ پڑھا تو نماز ہو جائیگی۔

۱۱۔ مخفف کو مشدد پڑھا جیسے **کَذَبَ** کو **کَذَّبَ** پڑھا یعنی ذال پر تشدید کرتے ہوئے پڑھ گیا یا اگر ادغام کرنا تھا مگر ترک کر گیا تو نماز ہو جائے گی۔

۱۲۔ کسی حرف کے دوسرے کلمہ کے ساتھ وصل کر دینے (ملا دینے) سے نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے **ایاك نعبد** کے بعض حروف کو قطع کرنا بھی مفسد نہیں ایسے ہی وقف وابتداء کا بے موقع ہونا بھی مفسد نہیں اگر چہ وقف لازم ہو مثلاً **اشھد انه لا الـه** پر وقف کر کے **الاھو** پڑھا ان سب صورتوں میں نماز ہو جائے گی۔ اگر چہ ایسا کرنا بہت ہی قبیح ہے۔

۱۳۔ قرأت کرتے ہوئے آیت کے کسی کلمہ کو چھوڑ گیا مگر معنی فاسد نہ ہوئے جیسے **جزاء سیئة سیئة مثلها** میں دوسرے **سیئة** کو نہ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر معنی فاسد ہو جائیں تو نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۱۴۔ مثلاً **فما لھم لا یومنون** میں **لا** نہ پڑھنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۵۔ کسی کلمہ کو مکرر یعنی دوبارہ پڑھا اور غلطی ہوگئی اور اس معنی میں فساد واقع ہوگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی فاسد نہیں ہوا تو نماز ہو جائے گی۔

۱۶۔ قرآن کو اگر گانے کی طرز پر پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۷۔ اگر مدّ اور لین میں حد سے تجاوز کیا تو راگنی (گانے کی طرز) ہو جائے گی اور نماز نہ ہوگی۔

مد اور لین کی شناخت

حروف مدتین ہیں: الف، و، ی بشرطیکہ ان سے پہلے حرف کی حرکت انکے موافق ہو۔ الف کے موافق زبر ہے۔ واو کے موافق پیش ہے اور ی کے موافق زیر۔

مثلاً **خالدین** اس میں الف حرف مدہ ہے کیونکہ اس سے پہلے حرف پر زبر ہے جو اس کے موافق ہے۔ اس میں ی بھی حرف مدہ ہے کیونکہ اس کے پہلے حرف "د" پر زیر ہے جو اس کے موافق ہے۔ **مسلمون** میں واوٗ حرف مد ہے کیونکہ اس سے پہلے حرف میم پر پیش ہے جو اس کے موافق ہے۔

حروف لین دو ہیں

"و" اور "ی" بشرطیکہ ان سے پہلے حرف کی حرکت ان کے موافق نہ ہو۔ مثلاً خالدین (ی) حرف لین ہے کیونکہ اس سے پہلے حرف "د" کی حرکت اس کے موافق نہیں اور وہ زبر ہے۔

۱۴۔ وہ حروف جن کی تمیز مشکل ہے (مثلاً ث، س، ص) (د، ض) (ز، ذ، ظ) (ت، ط) (ء، ع) (ک، ق) ان میں اگر کوئی دانستہ تبدیلی کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر یہ بے اختیار زبان سے نکل جائیں یا ان کا فرق نہیں جانتا تو نماز ہو جائے گی۔

مسجد کی تعریف

مسجد سجد سے ظرف کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے سجدہ کی جگہ، اصطلاحاً مسجد اس جگہ کو کہا جاتا ہے۔ جسے کسی مسلمان نے اپنی ملکیت سے الگ کر کے مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا ہو اور عبادت کے لئے عام اجازت دے دی ہو۔

مسجد کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر (التوبہ:۱۸) (بے شک اللہ تعالیٰ کی مساجد کی صرف وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لا چکے ہیں)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

من بنی مسجد للہ بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ (صحیح مسلم، کتاب المساجد) (جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

(الجامع الصغیر للسیوطی)

مسجد کے احکام وآداب

مسجدوں میں صرف وہی اعمال سرانجام دیئے جائیں جو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں ارشاد باری تعالیٰ ہے **وان المساجد للّٰہ** اور مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

۲۔ مساجد میں صرف اللہ ورسول کا ذکر کیا جائے نیز اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جائے۔

۳۔ مساجد میں بادشاہوں، حکام، امراء اور اغیار کی قصیدہ خوانی، تعریف وتوصیف، خوشامد، چاپلوسی کا ذلیل ومکروہ مظاہرہ نہ کیا جائے۔

۴۔ مساجد میں تجارت نہ کی جائے۔

۵۔ مساجد میں گمشدہ چیزوں کا اعلان نہ کیا جائے۔

۶۔ مساجد کو صاف ستھرا رکھا جائے۔

۷۔ مساجد کی تزئین وآرائش کا خیال رکھا جائے۔

۸۔ مساجد کو جھگڑا وفساد سے بے نیاز رکھا جائے۔

۹۔ مسجد میں آوازیں بلند کرنا سخت گناہ کا باعث ہے۔

۱۰۔ مسجد میں دنیاداری کے اموراور فضول باتوں سے پرہیز کیا جائے کیونکہ یہ اعمال کو اس طرح کھا جاتی ہیں جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

۱۱۔ مسجد میں بدبودار چیز کھا کر نہیں آنا چاہیے۔

مسجد میں آنے اور ٹھہرنے کے آداب

۱۔ جب مسجد میں داخل ہوں تو پہلے دایاں پاؤں داخل کریں پھر بایاں پاؤں داخل کریں۔

۲۔ مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں پھر دایاں پاؤں نکالیں۔

۳۔ جب مسجد میں داخل ہوں تو یہ پڑھیں:

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللھم افتح لنا ابواب رحمتک وسھل لنا ابواب رزقک.

یا

اعوذ باللّٰہ العظیم و بوجھہ الکریم و سلطانہ القدیم من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ والصلوۃ و السلام علی رسول اللّٰہ اللھم افتح لی ابواب رحمتک

۴۔ جب مسجد سے نکلیں تو یہ پڑھیں:

بسم اللّٰہ والصلوۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ اللھم انی اسئلک

من فضلک اللھم اعصمنی من الشیطان الرجیم o

۵۔ مسجد میں ہتھیار بے نیام نہ کیے جائیں۔

۶۔ مسجد میں کسی جگہ نہ تھوکے۔

۷۔ مسجد میں انگلیاں نہ چٹخائے۔

۸۔ مسجد کو مجنون لوگوں، بچوں اور حد لگانے سے محفوظ رکھیں۔

۹۔ مسجد میں سونا۔ ٹھہرنا۔ کھانا، پینا منع ہے۔ البتہ اعتکاف کی حالت میں جائز ہے۔

۱۰۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلیں:

نویت سنۃ الاعتکاف.

۱۱۔ مسجد میں جگہ کے متعلق کسی سے جھگڑا نہ کریں۔

مسجد کے مقاصد

دنیا میں امن وسکون اور خیر و برکت کا مقام صرف مسجد ہی ہے۔ مسجد صرف عبادت کی جگہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کی بے شمار حیثیتیں ہیں۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد امت کو وحدت کی لڑی میں پرونا ہے۔ عالمگیریت کا مظاہرہ ہے۔ مسلمانوں کو انتشار سے بچانا ہے اور فکر وعقیدے کی درستگی کے ساتھ ساتھ ملی اور اجتماعی شیرازہ بندی کرنا ہے۔ مسجد کے مختصر مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ قوم وملت کی صف بندی اور ان کی زندگیوں میں نظم وضبط پیدا کرنا۔

۲۔ رائے عامہ معلوم کرنے کا مرکز بنانا۔

۳۔ لوگوں کو حکومت و سیاست اور نظام معاشرت کے طور طریقوں سے آگاہ کرنا۔

۴۔ اہل محلہ کے تازہ ترین احوال و حالات سے واقفیت حاصل کرنا۔

۵۔ دینی و دنیاوی علوم حاصل کرنے کا منبع بنانا۔

۶۔ درس و تدریس کے نظام کو مضبوط بنانا۔

مسجد میں عبادت و ریاضت کا ثواب

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جماعت سے آدمی کا نماز پڑھنا گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گناہ زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جانے کے لیے نکلتا ہے۔ اور صرف نماز ہی کی نیت سے نکلتا ہے تو جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ پھر جب مسجد پہنچ کر نماز پڑھتا ہے تو جب تک اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں! یا اللہ! اس پر اپنی رحمت اتار۔ اس پر رحم کر اور تم میں سے کوئی جب تک نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے گویا وہ نماز میں ہی ہے۔ (صحیح بخاری حدیث رقم: ۶۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جانے والا:

۱۔ پچیس گنا زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

۲۔ ہر قدم پر گناہ معاف ہوں گے۔

۳۔ ہر قدم پر درجات بلند ہوں گے۔

۴۔ فرشتوں کی دعا کا مستحق ٹھہرے گا۔

۵۔ جب تک نماز کا انتظار کرے گا نماز کا ثواب ملتا رہے گا۔

جماعت کی اہمیت وفضیلت

اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے اپنے پیروکاروں کو اجتماعیت کا درس دیا۔ تمام عبادات میں اس کی واضح جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔نماز جو سب سے بڑی اور اہم عبادت ہے۔اس کے لیے خصوصیت کے ساتھ اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔

نماز اگر چہ انفرادی حیثیت سے بھی ہوجاتی ہے لیکن چونکہ اسلام کی فطرت اجتماعیت ہے اور وہ دینی اور دنیاوی امور میں سختی کے ساتھ اطاعت امیر کی تاکید اور ہدایت کرتا ہے۔اس کا مقصد امت مسلمہ کو یہ باور کرانا ہے کہ مسلمان بہترین امت ہیں وہ اقوام عالم کے رہبر ہیں اور دنیا میں ان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے اتحاد واتفاق کی قوت قاہرہ سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت وحکومت قائم کریں اور یہ مقصد عظمیٰ اس وقت بحسن وخوبی سرانجام پاسکتا ہے جب مسلمان اطاعت امیر کے عادی ہوں۔ کاش مسلمان جماعت کے فوائد سے آگاہ ہوتے اور کماحقہ فائدہ اُٹھاتے۔

قرآن وحدیث سے جماعت کا ثبوت

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں اجتماعی نظام قائم کرنے کیلئے مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وارکعوا مع الراکعین (البقرہ۔۴۲) اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔اس میں لفظ ''ارکعوا'' اس لئے استعمال کیا گیا کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا اور چونکہ رکوع انتہائی

تواضع وانکساری کی علامت ہے۔اس لئے تمام نماز پر رکوع کا لفظ لایا گیا ہے اور راکعین سے مراد جماعت ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صلوٰۃ الجماعۃ تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ
(صحیح بخاری حدیث رقم ۶۱۵)

جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔(یعنی ۲۷ گنا ثواب زیادہ ہے)

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں حکم دوں لوگوں کو لکڑیوں کے جمع کرنے کا۔پھر نماز کے لیے اذان دی جائے۔میں کسی کو حکم دوں کہ وہ نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کے گھروں میں جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان سمیت ان کے گھروں کو جلا دوں۔
(صحیح بخاری حدیث رقم ۶۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول ﷺ! میرے پاس کوئی رہبر نہیں جو مجھے مسجد تک لائے اور حضور اقدس ﷺ سے مسجد کی حاضری سے رخصت طلب کی تاکہ وہ گھر میں تنہا نماز ادا کرسکیں۔سرکار دو عالم ﷺ نے اس نابینا کو اجازت عطا فرمائی لیکن جب وہ چلنے لگے تو انہیں بلایا اور فرمایا کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو تو عرض کی بے شک سنتا ہوں تو فرمایا ضرور حاضر ہوا کرو۔(مشکوٰۃ ۱/۲۲۵)

نماز با جماعت پر انعام

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت اور ثواب محض اتنا ہی نہیں کہ تنہا نماز پڑھنے سے ستائیں گنا ثواب ملے بلکہ اس سے روز وشب کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس سے ذاتی وملی فوائد و برکات حاصل ہوتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا کہ نماز پڑھنے والوں کے پاس

بیٹھا کرو جو شخص ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھے گا وہ نقصان میں نہیں رہے گا۔

فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اگر چاہتے ہو کہ اپنے جسم کو تمام آلائشوں سے پاک رکھو اور تمام برائیوں سے محفوظ رہو تو نماز باجماعت کبھی ترک نہ کرو جو شخص جماعت کی پابندی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کی نعمتیں اور بزرگی عطا فرمائے گا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص پنجوقتہ نماز ہمیشہ جماعت سے ادا کرتا رہے گا اسے اللہ تعالیٰ پانچ انعام عطا فرمائے گا:

۱۔ تنگی عیش اس سے اٹھالی جائے گی یعنی رزق میں برکت ہوگی۔

۲۔ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

۳۔ نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (جس کی وجہ سے عذاب سے محفوظ رہے گا، حساب میں نرمی و سہولت ہوگی۔)

۴۔ وہ پل صراط سے تیز پرندہ کی طرح گذر جائے گا۔

۵۔ وہ جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔ (تنبیہ الغافلین ص ۴۶۴)

ترک جماعت پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء کا حکم دے کر خادموں کو حکم دیتا کہ وہ ان کے گھروں کو جلا دیں۔ (جو مرد نماز عشاء کی جماعت میں شریک نہیں ہوئے) (رواہ احمد۔ مشکوۃ حدیث رقم: ۱۰۰۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں بیشک ہم نے جان لیا کہ نماز باجماعت سے سوائے منافق کے اور کوئی روگردانی نہیں کرتا جس کا نفاق ظاہر ہوگیا یا مرض کی وجہ سے حالانکہ ہم میں سے بیمار آدمی بھی دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لئے آتا تھا۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ حدیث، رقم: ۱۰۰۵)

ترک جماعت کے اعذار

اسلام نے جہاں ترک جماعت پر وعیدیں فرمائی ہیں وہاں شفقت ورحمت فرماتے ہوئے خاص حالات میں ترک جماعت کی اجازت بھی دی ہے۔ وہ خاص حالات یا اعذار درج ذیل ہیں:

۱۔ بقدر ستر پوشی لباس کا نہ ہونا۔

۲۔ راستہ میں سخت کیچڑ ہونا۔

۳۔ سخت بارش ہونا۔

۴۔ سخت سردی جس سے کسی بیماری کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

۵۔ سخت اندھیرا کہ راستہ دکھائی نہ دے اور روشنی کا انتظام نہ ہو۔

۶۔ مسجد میں جانے سے مال واسباب کے چوری ہونے کا خطرہ ہو۔

۷۔ دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو۔

۸۔ کسی مریض کی تیمارداری کر رہا ہو، اگر مسجد میں جائے تو مریض کی تکلیف بڑھ جانے یا ہلاک ہو جانے کا خدشہ ہو۔

۹۔ کسی قرض خواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو بشرطیکہ اس وقت ادا نہ کر سکتا ہو۔

۱۰۔ شدت کی بھوک یا پیاس کا ہونا بشرطیکہ کھانا تیار اور موجود ہو۔

۱۱۔ سفر میں ہو اور گاڑی کے نکل جانے کا خطرہ ہو۔

۱۲۔ ایسی بیماری جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکتا ہو۔

۱۳۔ پیشاب پاخانہ کا زور ہونا۔

۱۴۔ علم دین میں مشغول ہونے کی وجہ سے۔ (ہر روز عادتاً نہیں بلکہ ایک ایسی جماعت یا شیخ کے ساتھ علم فقہ، تفسیر، حدیث میں مشغول ہوا اور جماعت کے ساتھ شمولیت کے سبب اس جماعت سے استفادہ سے محروم ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر ترک جماعت کا عذر ہے ورنہ نہیں)

یہ وہ عذر ہیں جن کی وجہ سے جماعت ترک کی جا سکتی ہے۔

امامت کا بیان

امامت کے معنی سرداری کے ہیں اور امام کسی قوم کے پیشوا کو کہتے ہیں۔امامت کی دو اقسام ہیں:

(۱)امامت کبریٰ (۲)امامت صغریٰ

۱۔امامت کبریٰ

دین ودنیا میں لوگوں کی رہنمائی ورہبری کے لئے کسی کو جو امامت نبی اکرم ﷺ کی طرف سے عطا ہوتی ہے، وہ امامت کبریٰ کہلاتی ہے۔

امامت صغریٰ

مسلمانوں کا پیش امام یعنی نماز میں مقتدیوں کی چند شرائط کے ساتھ پیشوائی کرنا امامت صغریٰ کہلاتی ہے۔یہاں پر اسی امامت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

امام کے لئے شرائط

امامت اذان سے افضل ہے۔امامت کی صحت کی چھ شرائط ہیں:

۱۔مسلمان ہونا۔ ۲۔بالغ ہونا۔ ۳۔عاقل ہونا۔

۴۔مرد ہونا۔ ۵۔بقدر کفائت قرآن جاننے والا ہونا۔

۶۔اعذار سے سلامت ہونا یعنی معذور نہ ہونا۔

امام کے لیے آداب

امام کے لیے بس انسانی اور شرعی آداب ہونے ضروری ہیں تا کہ مقتدیوں کی نماز اچھی

طرح ادا ہو اور وہ آداب یہ ہیں:

۱۔ تکبیریں با قاعدہ اور کامل طور پر کہے۔
۲۔ رکوع اور سجود اچھی طرح اطمینان و سکون کے ساتھ کرے۔
۳۔ اپنے آپ کو حرام اور مشتبہ چیزوں سے بچائے۔
۴۔ بدن اور لباس کو حتی الامکان پاک اور صاف رکھے۔
۵۔ قرأت میں لوگوں کا لحاظ رکھے زیادہ طول نہ دے تا کہ لوگوں پر گراں نہ گزرے۔
۶۔ دماغ میں غرور و نخوت نہ ہو۔
۷۔ نماز شروع کرنے سے پہلے تمام گناہوں سے استغفار کرے۔
۸۔ مقتدیوں کے لیے بھی استغفار کرے کیونکہ ان کا امام ہے۔ دعا نہ صرف اپنے لئے بلکہ مقتدیوں کے لیے بھی کرے۔
۹۔ مسجد میں مسافر آجائے تو اس کی حاجت دریافت کرکے خود پوری کرے یا دوسروں سے کرائے۔
۱۰۔ ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

امام بننے کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟

امام بننے کا سب سے زیادہ حقدار امیر اسلام یا اس کا نائب ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوں تو جس میں مندرجہ ذیل خصوصیات پائی جائیں وہ امامت کا حق دار ہے:

۱۔ سب سے زیادہ فقیہ یعنی مسائل کو سمجھنے والا ہو۔
۲۔ سب سے زیادہ اچھی قرأت کرنے والا ہو۔
۳۔ سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہو۔
۴۔ عمر میں سب سے زیادہ ہو۔
۵۔ اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔
۶۔ سب سے زیادہ ظاہری حسن رکھنے والا ہو۔

۷۔ مذکورہ بالا امور میں ترجیح نہ ہوتو جونسبت کے اعتبار سے اعلیٰ ہو،مثلاً اگر کوئی ان میں سید یاہاشمی ہووہ جماعت کرائے۔

۸۔ جس کی آواز خوبصورت ہو۔

۹۔ خوش لباس ہو۔

اگر حاضرین ہر اعتبار سے برابر ہوں تو پھر نمازیوں کی اکثریت جس پر متفق ہوجائے اس کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے گی۔

جن کی امامت ناجائز ومکروہ ہے

درج ذیل افراد کی امامت ناجائز ہے،انہیں امام نہیں بنانا چاہیے:

۱-کافر ۲-نابالغ ۳-عورت

۴-دائمی مجنون ۵-مدہوش ۶-معذور

۷۔مسبوق(جوایک رکعت کے بعد شامل ہو)

۸۔لاحق(جوامام کے ساتھ نماز کی نیت کرے مگر درمیان میں بے وضو ہوجائے یا درمیان میں کسی امر مانع کی وجہ سے نماز چھوڑ جائے۔)

۹۔بدعتی(بداعتقاد لوگوں کو کہتے ہیں یعنی جو دین میں اعتقاداً کوئی نئی بات پیدا کریں مثلاً رافضی،خارجی،جبری یاقدری وغیرہ۔

۱۰۔مخنث(ہیجڑہ) ۱۱۔دائمی صاحب عذر(یعنی قطرے کا مرض،یاایسا مرض جس سے پاک نہ رہ سکتا ہو۔) ۱۲۔فاسق

فاسق کی امامت کے متعلق وضاحت

فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ اعلانیہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے
گناہ کبیرہ کی تعداد جو احادیث سے ثابت ہے۔ وہ سترہ ہے، تفصیل درج ذیل ہے:

وہ گناہ جن کا تعلق دل سے ہے

۱۔ شرک کرنا (اللہ کی ذات میں، عبادت میں، علم میں، قدرت میں وغیرہ۔

۲۔ کبیرہ گناہ پر اصرار اور ہٹ دھرمی سے کام لینا۔

۳۔ اللہ کی رحمت سے نا اُمید ہونا۔

۴۔ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہونا۔

وہ گناہ جن کا تعلق پیٹ سے ہے

(۱) شراب پینا۔ (۲) یتیم کا مال کھانا۔ (۳) سود کھانا۔

(۴) حرام ذرائع (جوا، رشوت وغیرہ سے مال کمانا)

وہ گناہ جس کا تعلق زبان سے ہے

(۱) جھوٹی قسم کھانا (۲) جھوٹی گواہی دینا

(۳) نیک مرد یا عورت کو گالی دینا۔ (۴) جادو کرنا

وہ گناہ جن کا تعلق شرم گاہ سے ہے

(۱) لواطت کرنا۔ (۲) زنا کرنا۔

وہ گناہ جن کا تعلق ہاتھ سے ہے

(۱) ناحق قتل کرنا۔ (۲) چوری کرنا۔

وہ گناہ جن کا تعلق پاؤں سے ہے

(۱) جہاد سے بھاگنا۔

وہ گناہ جن کا تعلق پورے جسم سے ہے

(۱) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (انہیں دکھ دینا، ستانا)

چند اہم مسائل

۱۔ عورت عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔

۲۔ نابالغ نابالغوں کی امامت کرا سکتا ہے۔

۳۔ نابینا کی امامت کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ طہارت کا التزام کرتا ہو۔ اور مقتدیوں میں اس سے بڑھ کر عالم اور متقی کوئی نہ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

۴۔ مقتدی اور امام کو ایک ہی عذر ہو تو اُن صورتوں میں نماز جائز ہے۔
مثلاً قطرے کا مرض اگر مقتدی اور امام دونوں کو ہو یا کوئی اور مرض دونوں میں یکساں ہو تو اس صورت میں جماعت کرا سکتا ہے۔

۵۔ دو عذروں والا ایک عذر والے کی امامت نہیں کرا سکتا۔

جن کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے

مندرجہ ذیل اشخاص کا امامت کرانا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ کراہت اس وقت ہے جب ان سے مقتدیوں میں بہتر موجود ہو، اگر نہ ہو تو یہ جماعت کرا سکتے ہیں۔
(نیل الاوطار)

۱۔ غلام ۲۔ جاہل ۳۔ ولد الزنا ۴۔ بے وقوف

۵۔ فالج زدہ ۶۔ برص یا جذام کا مریض

نماز کی اقتداء کی شرطیں

پانچ وقت نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔ بلا عذر ترک کرنے والا گناہ گار ہے اور نماز کی اقتداء کی درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ مقتدی اقتداء کی نیت کرے۔

۲۔ مقتدی اور امام کی جگہ ایک ہوں۔

۳۔ مقتدی اور امام کی نماز بھی ایک ہو۔

۴۔ مقتدی کے گمان میں امام کی نماز صحیح ہو۔

۵۔ امام سے مقتدی کے پاؤں کی ایڑیاں آگے نہ ہوں۔

۶۔ مقتدی امام کی حرکات وسکنات سے آگاہ ہو۔ چاہے سن کر چاہے دیکھ کر یا دوسروں کو دیکھ کر۔

۷۔ مقتدی امام کے متعلق جانتا ہو کہ وہ مقیم ہے یا مسافر۔

۸۔ مقتدی تمام ارکان میں امام کی اقتداء کرے سوائے قرأت کے۔

۹۔ مقتدی بہ نسبت امام کے نماز کے ارکان وشرائط کی بجا آوری میں کمتر ہو یعنی اگر امام رکوع وسجود کرے تو مقتدی بھی کرے تو اقتداء صحیح ہے۔ یا اگر مقتدی اشارے سے رکوع سجود کرے تب بھی صحیح ہے یا امام اور مقتدی دونوں اشارے سے رکوع سجود کریں تب بھی اقتداء صحیح ہے۔ ہاں اگر امام اشارے سے رکوع وسجود کرتا ہو اور مقتدی صحیح رکوع وسجود کرنے والا ہو تو اقتداء صحیح نہیں۔ (شامی)

۱۰۔ امام کی نماز کا مذہب مقتدی پر صحیح ہونا۔

۱۱۔ عورت مرد کے برابر کھڑی نہ ہو اور نہ ہی سامنے کھڑی ہو۔

۱۲۔ شرائط میں مقتدی کا اپنے امام سے زائد نہ ہونا۔

۱۳۔ ارکان کی ادائیگی میں شریک ہونا۔ (فتاویٰ عالمگیری، بہار شریعت)

چند اہم مسائل

۱۔ امام اور مقتدی کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ جس میں سے بیل گاڑی گذر سکے تو اقتداء نہیں ہو سکے گی۔

۲۔ اگر اس راستہ میں صف قائم ہو گئی تو نماز ہو جائے گی۔

۳۔ صفوں کے درمیان دہ دردہ (10x10) حوض ہو تو اقتداء نہیں ہو سکتی، ہاں اگر حوض کے گرد صفیں برابر متصل ہوں تو ہو جائیگی۔

۴۔ اگر امام نفل پڑھے اور مقتدی فرض یا امام فرض پڑھے اور مقتدی دوسرے فرائض تو اقتداء صحیح نہیں۔

۵۔ اگر امام فرض پڑھے اور مقتدی اس کے پیچھے نفل پڑھ سکتا ہے۔

۶۔ اگر ایک ہی مقتدی ہے تو اسے امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہونا چاہیے اور مقتدی کی ایڑیاں امام سے آگے نہ ہوں ورنہ مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔

۷۔ جماعت گھروں، جنگلوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ مگر مسجد کا ثواب مسجد میں پڑھنے سے ملے گا۔

۸۔ اگر محلے کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو تو محلے داروں کو اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نہیں جانا چاہیے بشرطیکہ شرعی عذر نہ ہو، مثلاً اگر امام بدعقیدہ ہے تو دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔

۹۔ اگر محلّہ میں دو مسجدیں ہیں تو جو قریب ہے، اس میں نماز پڑھیں۔

۱۰۔ اذان سن کر نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا مکروہ ہے۔

۱۱۔ اگر کسی رکن میں مقتدی نے امام کی متابعت نہیں کی یا کسی رکن کو امام سے پہلے کر لیا تو اقتداء صحیح نہیں ہوگی۔

صفوں کی درستی و ترتیب

امام کو چاہیے کہ نماز شروع ہونے سے پہلے صفیں سیدھی ہونے کے متعلق اطمینان

حاصل کر لے۔ ایسا اجتماع جس میں مرد، عورتیں اور بچے شریک ہوں تو ان کی صف بندی میں درج ذیل ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے:

۱۔ سب سے پہلی صف میں مرد۔ ۲۔ پھر بچے (بالغ ہوں یا نابالغ) ۳۔ پھر مخنث (ہیجڑے) ۴۔ پھر عورتیں

صفوں کا سیدھا رکھنا ضروری ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔

اپنی صفوں کو مضبوطی سے باندھو۔ دو صفوں میں نزدیکی رکھو اور اپنے کندھے ملالو خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں صفوں کی درزوں (خالی جگہ) سے شیطان کو داخل ہوتے دیکھتا ہوں۔

لہٰذا نمازیوں کو اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔

صف بندی کے مسائل

۱۔ امام کے نزدیک ایسے لوگ کھڑے ہوں جو دین میں سب سے زیادہ سمجھ رکھتے ہوں۔

۲۔ پہلے پہلی صف مکمل کریں پھر باقی صفیں اسی ترتیب سے مکمل کریں۔

۳۔ کندھے سے کندھا ملا کر صفوں میں کھڑا ہونا چاہیئے۔

۴۔ درمیان میں جگہ خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

۵۔ عورتیں مردوں کے برابر ہوں اور نہ آگے ہوں۔

۶۔ اگر صفوں میں مرد اور عورت دونوں ہوں تو امام دونوں کی امامت کی نیت کرے۔

وہ امور جو امام کے لئے مکروہ تحریمی ہیں

اماموں کو چاہئے ان امور سے اجتناب کریں کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہیں:

۱۔ قرأت واذکار مسنونہ کو طول دینا یعنی امام کو مریض، ضعیف اور حاجت مندوں کا خیال رکھتے ہوئے قرأت مختصر کرنی چاہئے۔

۲۔ ایسی جگہ اجنبی عورتوں کی امامت کرنا جہاں امام کی محرم عورتوں میں سے کوئی عورت موجود نہ ہو۔

۳۔ امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا۔ بشرطیکہ صف میں دو مقتدیوں سے زائد ہوں۔ اگر دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوگا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو۔

وہ امور جن میں امام کی اتباع ضروری نہیں

چار چیزیں ایسی ہیں کہ امام کرے تو مقتدی ان میں امام کی اتباع نہ کریں۔

۱۔ جب وہ نماز میں کوئی زائد سجدہ کرے۔

۲۔ تکبیرات عیدین میں اقوال صحابہ میں مذکور تعداد سے زیادہ تکبیریں کہے۔

۳۔ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے۔

۴۔ پانچویں رکعت کے لیے امام کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں قعدہ اخیرہ میں اس کا انتظار کریں، اگر پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے واپس لوٹ آیا تو اس کا ساتھ دیں اس کے ساتھ سلام پھیریں اور سجدہ سہو کریں اور اگر پانچویں کا سجدہ کرے تو مقتدی تنہا سلام پھیر دے اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا تو پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اگر چہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیا ہو۔ (عالمگیری بہار شریعت)

نو امور ایسے ہیں اگر امام نہ کرے تو مقتدی ضرور کرے یعنی بجا لائے:

۱۔ تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا۔

۲۔ ثنا پڑھنا جب کہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھ رہا ہو۔

۳۔ رکوع کی تکبیرات۔ ۴۔ تسمیع

۵۔ سجود کی تکبیرات۔ ۶۔ تشہد کی تکبیرات۔

۷۔ تشہد پڑھنا۔ ۸۔ سلام پھیرنا۔

۹۔ تکبیرات تشریق۔

مقتدی کی اقسام

مقتدی کی چار قسمیں ہیں:

۱۔مدرک ۲۔لاحق ۳۔مسبوق ۴۔مسبوق لاحق

مدرک

مدرک کا معنی ہے پانے والا یعنی وہ مقتدی جس نے امام کے ساتھ شروع سے آخر تک پوری نماز ادا کی یا جس نے پہلی رکعت کے رکوع میں ہی امام کے ساتھ شرکت کی۔

لاحق

لاحق وہ مقتدی ہے جس نے امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کی نیت باندھی لیکن دوران نماز بے وضو ہوگیا یا اور کوئی وجہ ہوگئی اور مقتدی نماز چھوڑ دی اور بعد میں آکر قضا شدہ رکعت تنہا ادا کی۔

مسبوق

مسبوق وہ مقتدی ہے جو ایک دو رکعت گذرنے کے بعد آکر جماعت میں شامل ہو۔

مسبوق لاحق

مسبوق لاحق وہ ہے جو دوسری رکعت میں بحالت قیام شریک ہوا مگر تیسری یا چوتھی رکعت میں بے وضو ہوگیا یا سوگیا اور نماز کے آخری حصہ میں یا امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد وضو کرکے آیا یا بیدار ہوا پھر بقیہ نماز پوری کی۔

لاحق کے احکام ومسائل

۱۔ لاحق مدرک کے حکم میں ہے۔

۲۔ لاحق جس وقت وضو کرکے آئے تو امام جس رکن میں ہو آکر شریک نہ ہو بلکہ جس

طرح امام جس جس رکن کو ادا کر چکا ہے، پہلے اسی ترتیب سے یہ بھی اس رکن کو ادا کرے مثلاً پہلی رکعت کے سجدہ میں اس کو حدث ہو گیا اور وہ وضو کرنے چلا گیا حتیٰ کہ جتنی دیر میں اس نے وضو کیا اتنی دیر میں امام دوسری رکعت کے قعدہ میں پہنچ گیا تو اسے یہ نہیں چاہیے کہ وہ قعدہ میں شریک ہو بلکہ اسے چاہیے کہ جس سجدہ میں اسے حدث ہوا تھا پہلے وہ سجدہ کرے پھر دوسری رکعت ادا کرے جو امام اس کی عدم موجودگی میں پڑھ چکا ہے۔ اب امام آگے پڑھتا جائے گا اور یہ اس کے ادا کیے ہوئے ارکان کو ادا کرتا جائے گا۔ اگر آخر نماز میں امام تک پہنچ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر امام نماز ختم کر چکے اور یہ اس کو نہ پکڑ سکے تو اپنی نماز پوری کرے مگر ترتیب کا خیال رکھے۔ لاحق کے لیے ادائے نماز کا یہی طریقہ ہے۔ (درمختار)

۳۔ اگر مندرجہ بالا طریقہ سے نماز ادا نہ کی بعد میں باقی نماز مکمل کی تو نماز ہو جائے گی۔ مگر گنہگار ہوگا۔ (درمختار ردالمختار، بہار شریعت)

۴۔ اگر دوران نماز سو گیا مثلاً تیسری رکعت میں سویا اور چوتھی میں جاگا تو پہلے تیسری رکعت بلا قرأت پڑھے گا۔ اگر چوتھی میں شامل ہو جائے تو ٹھیک ہے اگر نہ مل سکے تو چوتھی بلا قرأت پڑھے گا۔ اگر ایسا نہ کیا بلکہ چوتھی امام کے ساتھ پڑھی اور تیسری سلام کے بعد تنہا پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا۔ (ردالمحتار۔ بہار شریعت)

مسبوق کے احکام و مسائل

۱۔ مسبوق کے احکام ان امور میں لاحق کے برعکس ہیں۔ اس کے لیے حکم ہے کہ پہلے امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو۔ پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعتیں پوری کرے اور ان میں قرأت بھی کرے اور اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو بھی کرے۔ (ردالمختار۔ بہار شریعت)

فاسد ہوگی۔(بہار شریعت)

۳۔ مسبوق نے امام کو قعدہ میں یا رکوع وسجود میں پایا تو پہلے قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے پھر دوسری تکبیر کہتا ہوا امام کے ساتھ شامل جماعت ہو اگر پہلی تکبیر کہتا ہوا حد رکوع تک چلا گیا تو نماز نہیں ہوگی۔(بہار شریعت)

۴۔ مسبوق امام کے سلام پھیرتے ہی کھڑا نہ ہوجائے بلکہ اتنی دیر صبر کرے کہ معلوم ہوجائے کہ امام نے سجدہ سہو نہیں کرنا۔(درمختار)

۵۔ چار باتوں میں مسبوق مقتدی کے حکم میں ہے۔۱۔اس کی اقتداء نہیں کی جاسکتی۔ ۲۔بالاجماع تکبیرات تشریق کہے گا۔۳۔نئے سرے سے نماز پڑھنے اور اس نماز کے قطع کرنے کی نیت سے تکبیر کہی تو نماز قطع ہوجائے گی۔۴۔اپنی فوت شدہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوگیا اور امام نے ابھی سجدہ سہو کرنا ہے۔اگر چہ اس کی اقتداء کے پہلے ترک واجب ہوا ہو تو اسے حکم ہے کہ لوٹ آئے۔اگر اپنی رکعت کا سجدہ نہ کر چکا ہو اور اگر نہ لوٹا تو آخر میں سجدہ سہو کرے۔

(درمختار، بہار شریعت ۳/۷۰)

۶۔ مسبوق کو چاہیے کہ جب امام قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو جلدی جلدی تشہد نہ پڑھے بلکہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر اتنی دیر سے پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے پر ختم ہوتا کہ فارغ نہ بیٹھنا پڑے۔اگر امام کے سلام سے پہلے تشہد سے فارغ ہوگیا تو صرف اشھد ان لا الہ الا اللہ کا تکرار کرتا رہے اگر تکرار نہ بھی کرے اور خاموش بیٹھا رہے تو کوئی حرج نہیں ہے(غایۃ الاوطار، بہار شریعت)

۷۔ اگر مسبوق نے امام کو قعدہ میں پایا تو ثنا نہ پڑھے(فتاویٰ عالمگیری)

۸۔ مسبوق اگر امام کے سلام پھیرنے سے قبل کھڑا ہوگیا اور امام کے ساتھ بقدر تشہد نہ بیٹھا تو خواہ ایسی حرکت کسی عذر کی وجہ سے کی یا بلا عذر بہر حال نماز فاسد ہوجائے گی۔کیونکہ قعدہ اخیرہ فرض ہے۔جس کا اس سے ترک ہوگیا۔اگر بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد قبل سلام بلا عذر کھڑا ہوگیا تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔اگر عذر کی

وجہ سے کیا تو نماز میں کوئی حرج واقع نہ ہوگا۔ (عالمگیری)

۹۔ جن اعذار کی وجہ سے مسبوق بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے قبل کھڑا ہو سکتا ہے وہ چار ہیں۔

۱- بے وضو ہونے کا خوف۔ ۲- وقت کے ختم ہونے کا خوف۔ ۳- مدت مسح پوری ہونے کا خوف۔ ۴- کسی آدمی کے سامنے سے گزر جانے کا خوف (درمختار)

۱۰۔ اگر امام چوتھی رکعت کا قعدہ اخیرہ کر کے سہواً پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور مسبوق بھی اس کی اقتداء میں کھڑا ہو گیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ مسبوق نے امام سے علیحدہ ہو جانے کی صورت میں اس کی اقتداء کی ہے اور اگر امام قعدہ اخیرہ ترک کر کے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو مسبوق کی نماز اس وقت تک فاسد نہ ہوگی جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے۔ پانچویں رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد مسبوق کی، امام کی اور سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ (عالمگیری)

۱۱۔ مسبوق کی نماز ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اس کی رکعتیں رہ گئی ہیں۔ اسی طرح بقیہ نماز ادا کرے مثلاً ظہر کی نماز میں مسبوق کو امام کے ساتھ صرف چوتھی رکعت ملی یعنی امام کے ساتھ ایک رکعت ملی تو جس وقت امام سلام پھیرے تو مسبوق کھڑا ہو جائے گا اور اس طرح نماز پڑھے گویا اب نماز شروع کی ہے۔ حق قرأت میں یہ رکعت اوّل قرار پائے گی اور حق تشہد میں دوسری قرار پائے گی۔ کھڑا ہو کر سب سے پہلے ثناء۔ تعوذ۔ تسمیہ، فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کرے اور تشہد کے لئے بیٹھ جائے اس طرح دو رکعتیں ہو جائیں گی۔ ایک امام کے ساتھ اور ایک منفرد۔ دو رکعتوں کے بعد تشہد کیلئے بیٹھنا ضروری ہے۔ تشہد سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے۔ یہ رکعت پوری کرے پھر تیسری رکعت پوری کرے اور تشہد، درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔ اس طرح نماز مکمل ہو جائے گی۔

مسبوق لاحق کے احکام و مسائل

۱۔ مسبوق لاحق کا حکم یہ ہے کہ جن رکعتوں میں لاحق ہے انہیں امام کی ترتیب سے پڑھے اور ان میں لاحق کے احکام جاری ہوں گے۔ ان کے بعد امام کے فارغ ہونے پر جن میں مسبوق ہے وہ پڑھے اور ان میں مسبوق کے احکام جاری ہوں گے۔ (درمختار)

۲۔ مسبوق لاحق پہلے نماز کے اس حصے کو ادا کرے جو اقتداء کی حالت میں فوت ہو اور پھر دوسرا حصہ ادا کرے جو شروع سے ہی فوت ہو چکا ہے۔ مثلاً ظہر کی نماز کی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور تیسری رکعت میں حدث ہو گیا تو اسے چاہیے کہ جماعت سے علیحدہ ہو کر وضو کرے پھر پہلے تیسری اور چوتھی رکعت ادا کرے مگر بغیر سورت کے پڑھے پھر قعدہ اخیرہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور اس رکعت کو ادا کرے جو ابتداء سے رہ گئی تھی اس رکعت میں ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، اور سورت پڑھے پھر بیٹھ کر باقاعدہ تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ (فتاویٰ عالمگیری، درمختار)

لقمہ دینے کے مسائل

نمازی اپنے امام کو بھول جانے کی صورت میں لقمہ دے سکتا ہے۔اسی طرح امام اپنے مقتدی سے بھول جانے کی صورت میں لقمہ لے سکتا ہے۔اس سلسلہ میں چند اہم مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ نمازی نے اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی خواہ جسے لقمہ دیا ہے وہ نماز میں ہو یا نہ ہو۔مقتدی ہو یا منفرد یا کسی اور کا امام۔(درمختار)

۲۔ اگر لقمہ دینے کی غرض سے نہیں پڑھا۔ ویسے ہی پڑھا ہے تو پھر نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۳۔ اپنے مقتدی کے سوا دوسرے کا لقمہ لینا بھی مفسد نماز ہے۔(بہار شریعت)

۴۔ اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا لقمہ لینا مفسد نماز نہیں ہے۔ہاں اگر مقتدی نے کسی ایسے شخص سے سن کر لقمہ دیا جو شریک نماز نہیں تھا اور امام نے لقمہ لے لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اگر امام نے لقمہ نہ لیا تو صرف مقتدی کی نماز فاسد ہوگی۔(درمختار)

۵۔ لقمہ دینے والا قرأت کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۶۔ فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے تھوڑا انتظار کرنا چاہیے کہ شاید امام صاحب خود ہی درست کر لیں مگر جب یہ معلوم ہو کہ اسے رکنے کی عادت ہے اور جب رکتا ہے تو ایسے الفاظ منہ سے نکلتے ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو فوراً لقمہ دے۔

۷۔ امام مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے یہ مکروہ ہے اسے چاہیے اگر بقدر حاجت قرأت کر چکا ہے تو رکوع کر لے یا دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نماز نہ ہو۔ مجبور کرنے کے معنی ہیں بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، ردالمحتار)

۸۔ لقمہ دینے کے لئے بالغ ہونا ضروری نہیں بلکہ نابالغ بھی لقمہ دے سکتا ہے بشرطیکہ نماز کے مسائل جانتا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری۔ ردالمحتار)

۹۔ امام بھول کر بیٹھ جائے تو مقتدی کو اللہ اکبر کہہ کر لقمہ دینا چاہیے تاکہ امام کو پتہ چل جائے کہ اس نے کھڑا ہونا ہے۔

۱۰۔ امام بھول کر کھڑا ہو جائے تو مقتدی سبحان اللہ کہے تاکہ امام کو پتہ چل جائے کہ اس نے بیٹھنا ہے۔

۱۱۔ عورت تالی بجا کر لقمہ دے، آواز کے ساتھ لقمہ نہ دے۔

خلیفہ بنانے کا طریقہ

جس وقت امام کو نماز میں حدث ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اپنی جگہ ایسے شخص کو (جو خلیفہ ہونے کے مسائل سے واقف ہو) خلیفہ بنا کر فوراً اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور وضو سے فارغ ہو کر واپس آجائے اور خلیفہ کی جگہ کھڑے ہو کر خلیفہ کے پیچھے اپنی بقیہ نماز پوری کرے۔

احکام و مسائل

۱۔ جو شخص اس محدث کا امام ہو سکتا ہے وہ خلیفہ بھی ہو سکتا ہے اور جو امام نہیں بن سکتا وہ خلیفہ بھی نہیں بن سکتا (فتاویٰ عالمگیری۔ بہار شریعت)

۲۔ جب امام کو حدث لاحق ہو جائے تو ناک بند کر کے (کہ لوگ نکسیر گمان کریں) پیٹھ جھکا کر پیچھے ہٹے اور اشارے سے خلیفہ بنائے، بات نہ کرے۔

(ردالمختار۔ فتاویٰ عالمگیری)

۳۔ خلیفہ اس وقت امام نہ ہوگا جب تک نیت امامت نہ کرے (ردالمختار)

۴۔ باہر سے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا جا سکتا اگر بنایا تو نماز جاتی رہے گی۔

۵۔ امام کو جنون ہو گیا یا بے ہوشی طاری ہوئی یا قہقہہ لگایا یا کوئی موجب غسل پایا گیا تو ان صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی نئے سرے سے پڑھے۔ (درمختار)

۶۔ امام کے لیے افضل یہ ہے کہ مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے۔

بنائے نماز کے احکام

۱۔ نماز کے دوران سلام سے پہلے اگر وضو ٹوٹ جائے تو نئے سرے سے وضو کر کے جس رکن سے نماز چھوڑ دی تھی وہیں سے شروع کر کے نماز مکمل کر سکتا ہے۔ اس کو بنا کہتے ہیں۔ مگر افضل یہ ہے کہ نئے سرے سے پڑھے۔ اسے استیناف کہتے ہیں۔ اس عمل میں مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ (بہار شریعت)

کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے پہلے پڑھی ہوئی نماز سے آگے آ کر شروع کرے۔

۳۔ امام و مقتدی کے لیے بناء کرنا از سر نو پڑھنے سے افضل ہے ورنہ جماعت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

۴۔ اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لیے از سر نو نماز پڑھنا افضل ہے۔

۵۔ جس رکن میں حدث واقع ہوا ہوا سے دوبارہ ادا کرے۔

بنا کی شرائط

بنا کی تیرہ شرائط ہیں اگر ان میں سے ایک شرط بھی معدوم ہوئی تو بنا جائز نہیں۔

۱۔ حدث موجب وضو ہو۔ (اگر موجب غسل ہو تو نماز لوٹانا واجب ہوگی)

۲۔ اس کا وجود نادر نہ ہو۔

۳۔ وہ حدث سماوی ہوا (یعنی بندہ کے اختیار سے نہ ہو اور نہ اس کا کوئی سبب)

۴۔ وہ حدث اس کے بدن سے ہو (اگر کوئی اس کے جسم پر نجاست پھینک دے یعنی کپڑا پاک کرنا پڑے تو بنا نہیں کر سکتا)

۵۔ اس حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کیا ہو۔

۶۔ نہ بغیر عذر بقدر ادائے رکن ٹھہرا ہو۔

۷۔ نہ چلتے میں رکن ادا کیا ہو۔

۸۔ کوئی فعل منافی نماز جس کی اجازت نہ تھی نہ کیا ہو۔

۹۔ کوئی ایسا فعل جس کی اجازت تو تھی مگر بغیر ضرورت بقدر منافی زائد نہ کیا ہو

۱۰۔ اس حدث سماوی کے بعد کوئی حدث سابق ظاہر نہ ہوا ہو۔

۱۱۔ حدث کے بعد صاحب ترتیب کو قضا یاد نہ آئی ہو۔

۱۲۔ مقتدی ہو تو امام کے فارغ ہونے سے پہلے دوسری جگہ ادا نہ کی ہو

۱۳۔ امام تھا ایسے شخص کو خلیفہ بنایا ہو جو لائق امامت نہیں۔

(درمختار، عالمگیری، بہار شریعت)

چند اہم مسائل:

۱۔ نماز میں کوئی موجب غسل پایا گیا مثلاً کسی وجہ سے انزال ہو گیا تو بنا نہیں کر سکتا۔ نئے سرے سے نماز پڑھنا ضروری ہے۔

۲۔ اگر حدث نادرالوجود نہ ہو تو بنا کر سکتا ہے۔ اگر نادرالوجود ہو جیسے قہقہہ بے ہوشی۔ جنون وغیرہ تو بنا نہیں کر سکتا (عالمگیری۔ بہار شریعت)

۳۔ حدث کا سماوی نہ ہونا یعنی قصداً اپنا وضو توڑ دے مثلاً منہ بھر قے کا کرنا۔ پھوڑے کو دبا کر مواد نکالنا دور سے پتھر مار کر خون جاری کر دینا تو وہ بنا نہیں کر سکتا نئے سرے سے پڑھے گا۔ (بہار شریعت، عالمگیری)

۴۔ بلا اختیار قے کی خواہ منہ بھر ہو بنا کر سکتا ہے۔ نماز میں سو گیا اور حدث ہوا اور دیر کے بعد بیدار ہوا بنا کر سکتا ہے۔

۵۔ اگر بیدار ہونے میں توقف کیا اور چھینک یا کھانسی سے ہوا خارج ہو گئی یا قطرہ آ گیا تو بناء نہیں کر سکتا۔

۶۔ اگر کپڑا ناپاک ہو گیا تو فوراً بدل کر بنا کر سکتا ہے اور اگر دوسرا کپڑا موجود نہیں کہ تبدیل کرے یا اسی حالت میں ایک رکن ادا کیا یا وقفہ کیا نماز فاسد ہو جائے گی اور بنا نہیں کر سکے گا۔

۷۔ سجدہ یا کسی اور رکن میں حدث ہوا بہ نیت ادائے رکن سر اٹھایا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ بناء نہیں کر سکے گا۔

۸۔ حدث سماوی کے بعد حدث ہوا تو بناء نہیں کر سکتا۔

۹۔ بقدر ضرورت پانی موجود ہے۔ حدث ہوا تو دور جا کر اگر وضو کرے گا تو بنا نہیں کر سکتا۔

باجماعت نماز کا طریقہ

اقامت کے بعد امام نماز کی نیت کرتے ہوئے تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا، تعوذ تسمیہ بالترتیب پڑھ کر فاتحہ اور سورت پڑھے۔

مقتدی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کے بعد ثنا پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ پھر امام قراٴت کرے تو مقتدی اسے خاموشی کے ساتھ خشوع و خضوع سے سنیں اور جب امام **ولا الضالین** کہے تو امام اور مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں۔ پھر امام کوئی اور سورت پڑھے تو مقتدی خاموشی سے سنیں۔

امام جہری نماز پڑھا رہا ہو یا سری مقتدی کسی رکعت میں قراٴت نہیں کریں گے۔ امام کے ساتھ رکوع، سجود اور تشہد وغیرہ میں مسنون دعائیں پڑھ سکتے ہیں۔

امام رکوع سے اُٹھتے وقت **"سمع اللہ لمن حمدہ"** کہے گا اور مقتدی **ربنا لک الحمد** کہیں گے۔ نماز میں امام مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے قراٴت کو زیادہ لمبا نہ کرے۔ بلکہ مقتدیوں کی حاجت، ضعف وغیرہ کا خیال رکھے۔

آخر میں امام اور مقتدی تشہد، درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ اگر تین یا چار رکعتی نماز ہو تو تشہد کے بعد تیسری اور چوتھی کے لئے کھڑے ہو جائیں اور رکعتیں مکمل کر کے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیریں۔

دیگر احکام و مسائل

۱۔ عاقل، بالغ اور آزاد پر جماعت واجب ہے۔ بلا عذر ایک بار چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے۔ کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادۃ ہے اور اسے سخت سزا دی جائے گی۔ (درمختار، ردالمحتار، بہار شریعت)

۲۔ جمعہ اور عیدین میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں سنت کفایہ (محلے کے لوگوں

نے اگر جماعت قائم کر لی تو سب سے ساقط ہو جائے گی ورنہ گنہگار ہوں گے)
رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔سورج گرہن میں سنت ہے۔ چاند گرہن میں تداعی کے ساتھ مکروہ ہے۔ (تداعی کا معنی تین سے زیادہ مقتدی ہوں)(عالمگیری۔ بہارشریعت)

۳۔ محلّہ کی مسجد میں امام مقرر ہو۔امام محلّہ نے اذان و اقامت کے ساتھ مسنون طریقہ سے نماز جماعت سے پڑھ لی ہو تو اذان کے بغیر جماعت ثانیہ قائم کی جائے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ محراب سے ہٹ کر کھڑا ہو۔ہیئت بدلنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام محراب سے دائیں یا بائیں ہٹ کر کھڑا ہو(درمختار۔ردالمختار)

۴۔ شارع عام،سرائے کی مسجد،اسٹیشن کی مسجد میں لوگ جوق در جوق آتے اور پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔جن مساجد کے نمازی مقرر نہ ہوں ان مساجد میں اگر جماعت ثانیہ اذان و اقامت سے قائم کی جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ افضل ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان واقامت سے جماعت قائم کرے۔ (درمختار۔ بہارشریعت)

۵۔ اگر ایک مقتدی ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو۔دوسرا مقتدی آنے کی صورت میں امام آگے بڑھ جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ جائے۔

۶۔ امام درمیان میں کھڑا ہو۔دائیں یا بائیں کھڑا نہ ہو۔

۷۔ مرد، بچے،عورتیں جمع ہوں تو مردوں کی صف پہلے ہو پھر بچوں کی اور پھر عورتوں کی۔اگر بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں شامل ہو جائے۔

۸۔ صفیں ترتیب سے مکمل کریں درمیان میں خلا نہیں ہونا چاہیے۔

۹۔ عورتوں کا مردوں کے برابر کھڑا ہونا مردوں کی نماز فاسد کرتا ہے۔

۱۰۔ امام سے قبل کوئی رکن مقتدی ادا نہ کرے۔اس پر سخت وعید ہے۔

جماعت کے ساتھ شامل ہونے کا طریقہ

۱۔ مسجد کے آداب کے پیش نظر مسجد میں دوڑنا نہیں چاہیے۔

۲۔ وضو کے پانی کے قطرے خشک کر کے حدود مسجد میں داخل ہوں تاکہ قطرات مسجد میں نہ گریں۔

۳۔ اگر امام کو رکوع میں پالیں تو رکعت مل جائے گی ورنہ نہیں۔

۴۔ امام رکوع میں ہو تو پہلے تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اگر اس طرح نہ کیا تو رکعت نہیں ہوگی۔

ذیل میں نمازوں میں جماعت کے ساتھ ملنے کا طریقہ نقشوں کی مدد سے بیان کیا جاتا ہے۔

فجر کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

پہلی رکعت + دوسری رکعت

امام کے ساتھ

← پہلی رکعت

ثناء ← فاتحہ ← سورۃ ← رکوع ← سجدہ ← التحیات ← سلام

نقشہ میں اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام فجر کی نماز کے دو فرض پڑھا رہا ہے۔ نیچے کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی دوسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب ترتیب کے لحاظ سے مقتدی کی پہلی رکعت رہ گئی اور دوسری رکعت امام کے پیچھے ہو گئی۔ اب وہ اکیلا پہلی رکعت کو اس طرح پڑھے گا کہ امام کے ساتھ تشہد میں التحیات عبدہٗ و رسولہ تک پڑھ کر خاموش ہو جائے گا۔ پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ثناء پڑھے۔ تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورت پڑھ کر رکعت مکمل کرے اور قعدہ کے بعد سلام پھیر کر نماز مکمل کر لے۔

نوٹ: نماز جمعہ کی جماعت میں ملنے کا بھی یہی طریقہ ہے جو فجر کی دوسری رکعت میں ملنے کا ہے۔

ظہر، عصر، عشاء کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

ثناء ← فاتحہ ← سورۃ ← رکوع ← سجدہ ← التحیات ← سلام
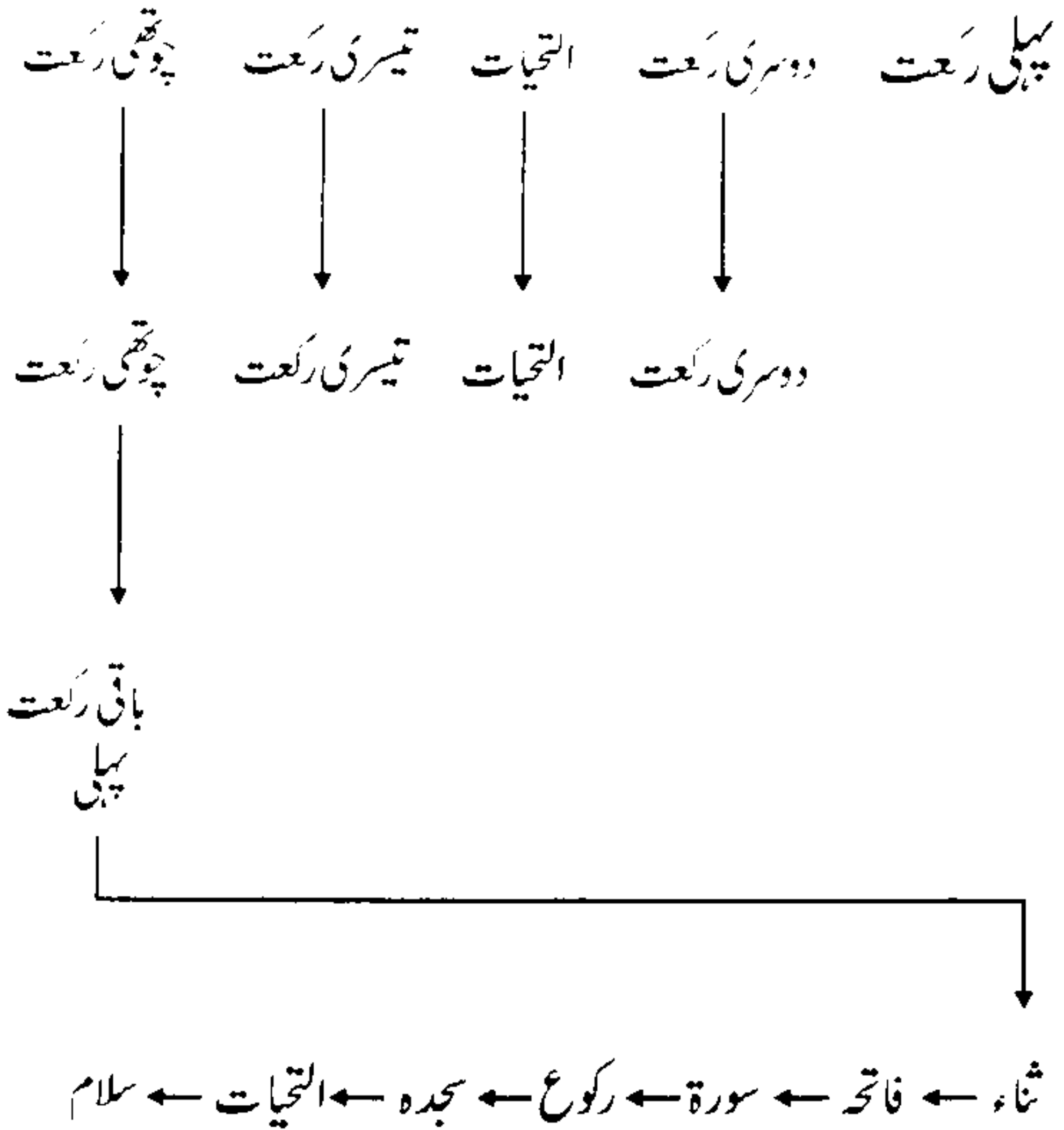
نقشہ کے اوپر کے خانے ظاہر کررہے ہیں کہ امام چار رکعت نماز پڑھا رہا ہے۔ نیچے کے خانے یہ ظاہر کررہے ہیں کہ مقتدی دوسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب اس نے امام کے پیچھے دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت ترتیب سے پڑھی ہے اسکی پہلی رکعت باقی رہ گئی ہے جسے وہ اس طرح پڑھے گا پہلے ثنا، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، سورت پڑھ کر رکعت مکمل کرے پھر قعدا خیرہ کے بعد سلام پھیر دے نماز مکمل ہو جائے گی۔

ظہر، عصر، عشاء کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ
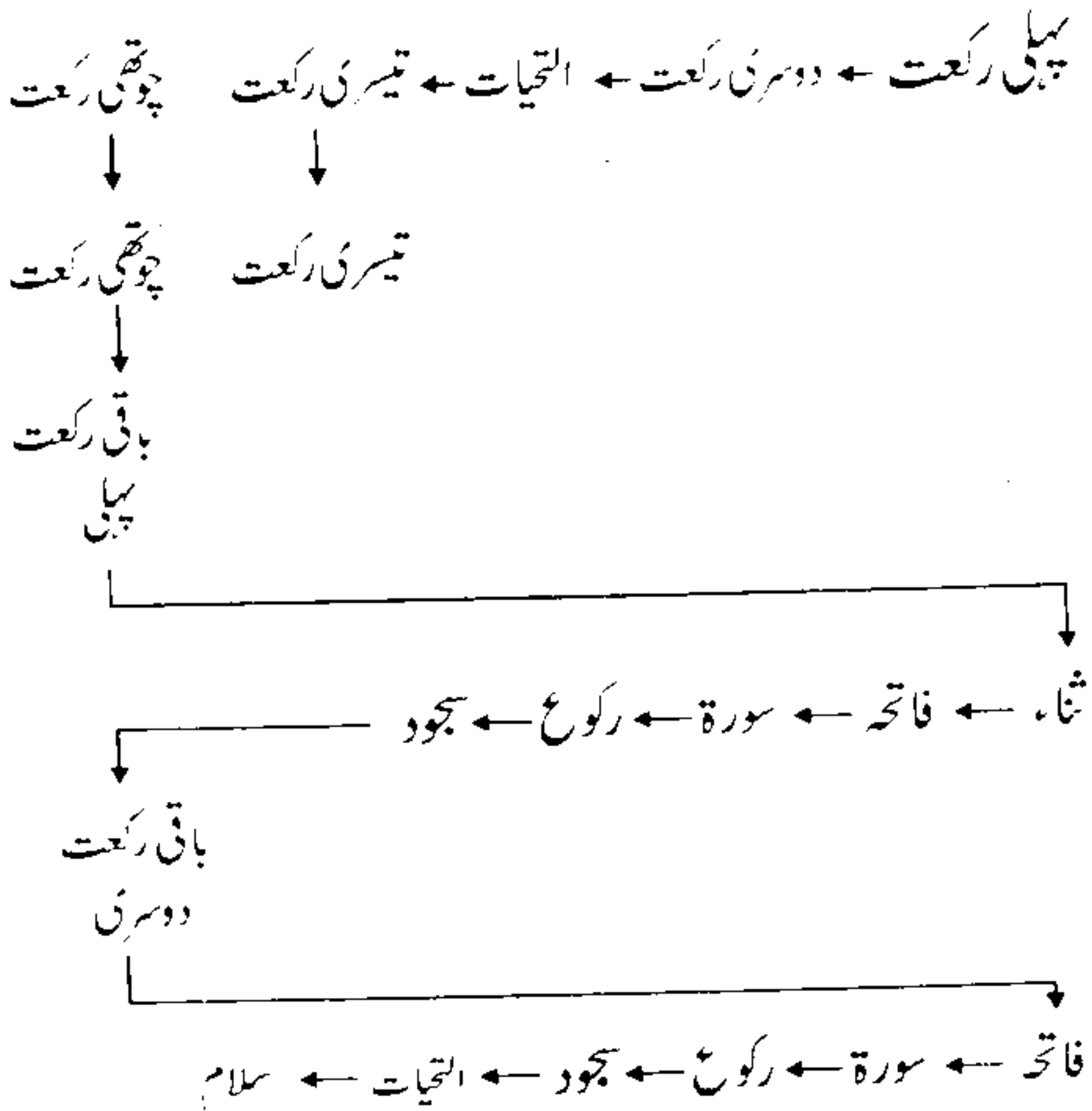
پہلی رکعت ← دوسری رکعت ← التحیات ← تیسری رکعت ← چوتھی رکعت

↓ تیسری رکعت ↓ چوتھی رکعت

↓ باقی رکعت پہلی

ثناء ← فاتحہ ← سورۃ ← رکوع ← سجود

↓ باقی رکعت دوسری

فاتحہ ← سورۃ ← رکوع ← سجود ← التحیات ← سلام

نقشہ کے اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام چار رکعت نماز پڑھا رہا ہے۔ نیچے کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی تیسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب اس نے امام کے پیچھے تیسری رکعت اور چوتھی رکعت ترتیب سے ادا کر لی ہے۔ اب مقتدی کی پہلی رکعت اور دوسری رکعت بچ گئی ہے۔ اب وہ کھڑا ہو کر پہلی رکعت اس طرح ادا کرے کہ پہلے اس میں ثنا، فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع اور سجود کر کے رکعت مکمل کرے اور کھڑا ہو کر دوسری رکعت اس طرح ادا کرے گا کہ پہلے اس میں فاتحہ پھر سورت پڑھے گا اور آخری قعدہ کے بعد سلام پھیر لے گا نماز مکمل ہو جائے گی۔

ظہر، عصر، عشاء کی چوتھی رکعت میں ملنے کا طریقہ

پہلی رکعت ← دوسری رکعت ← التحیات ← تیسری رکعت ← چوتھی رکعت
↓
التحیات
↓

باقی رکعت ← التحیات ← دوسری رکعت ← التحیات ← تیسری رکعت

پہلی ↓ ثناء ↓ فاتحہ ↓ سورۃ ↓ رکوع ↓ سجود

دوسری رکعت: ↓ فاتحہ ↓ سورۃ ↓ رکوع ↓ سجود

تیسری رکعت: ↓ فاتحہ ↓ رکوع ↓ سجود ↓ التحیات ↓ سلام
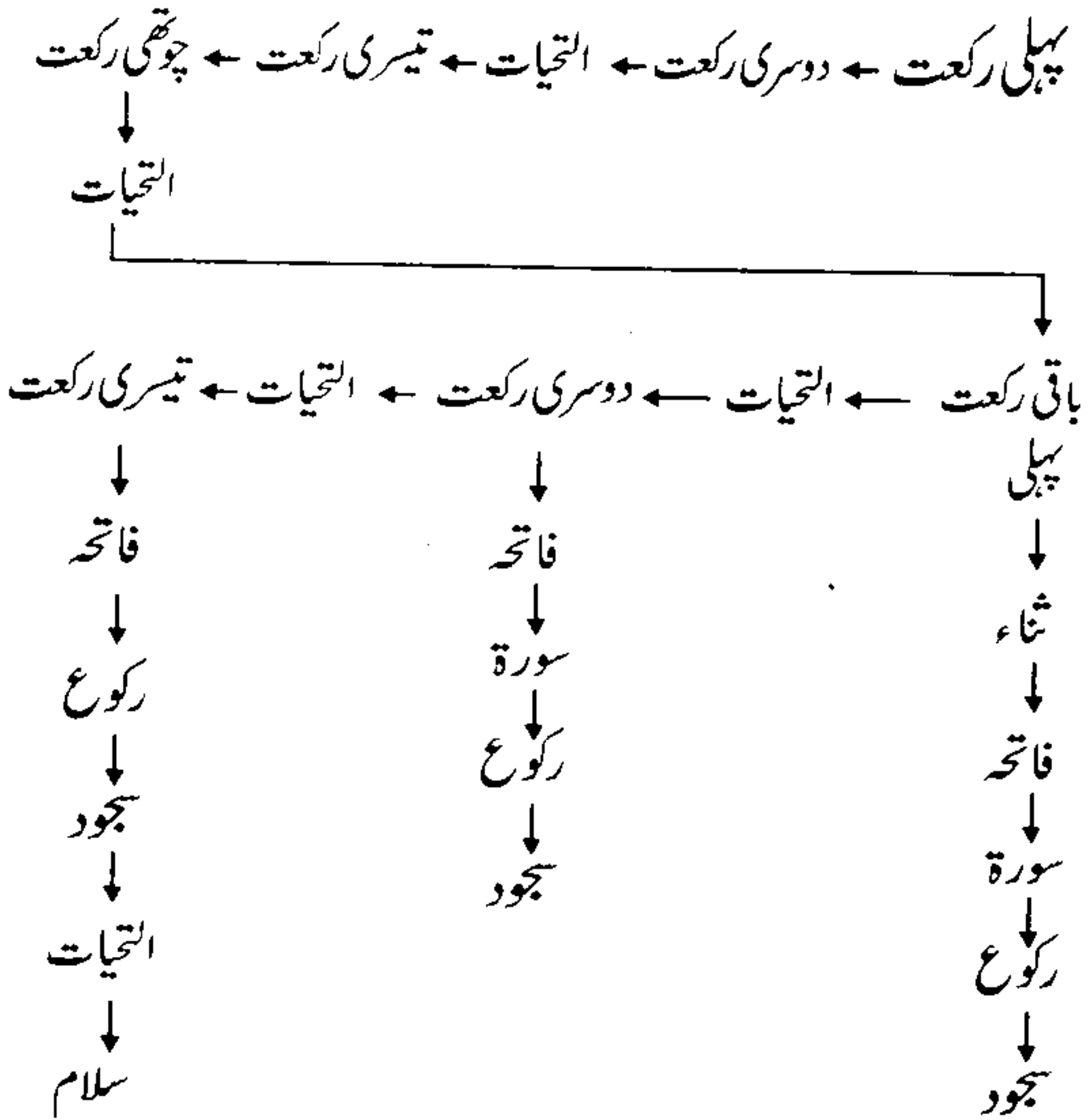
امام چار رکعت نماز پڑھ رہا ہے اور مقتدی چوتھی رکعت میں شامل ہو رہا ہے چوتھی رکعت امام کے ساتھ مکمل کر کے التحیات کے بعد جب امام سلام پھیرے گا تو مقتدی کھڑا ہو کر پہلے پہلی رکعت پڑھے جس کی ترتیب یوں ہوگی۔ ثناء، فاتحہ، سورت، رکوع، سجود کے بعد التحیات عبدہ ورسولہ تک پڑھے گا پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگا اور سورہ فاتحہ، سورہ، رکوع وسجود کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگا۔ اس میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا۔ رکوع وسجود کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیرے گا۔ اس طرح نماز مکمل ہو جائے گی۔

نمازِ مغرب کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

پہلی رکعت + دوسری رکعت

↓

امام کے ساتھ ← التحیات ← تیسری رکعت ← التحیات

↓

پہلی رکعت

↓
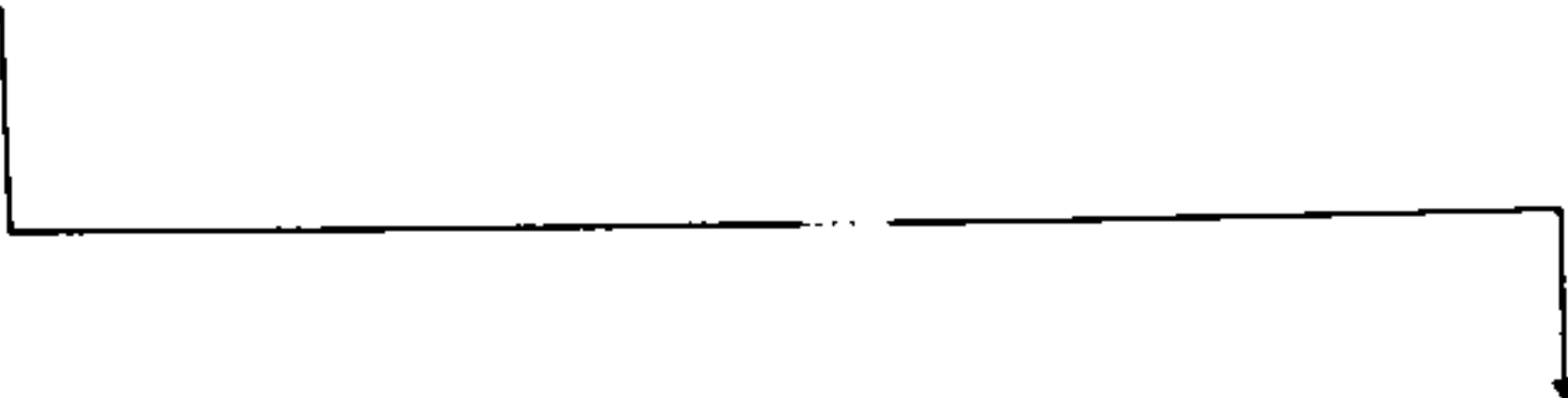
ثناء ← فاتحہ ← سورۃ ← رکوع ← سجدہ ← التحیات ← سلام

اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام تین رکعت نماز کی جماعت کرا رہا ہے مقتدی دوسری اور تیسری رکعت ترتیب سے ادا کرے گا۔ امام کے سلام کے بعد پہلی رکعت کے لیے کھڑا ہوگا اس میں ثنا، فاتحہ سورت، رکوع اور سجود کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے سلام پھیرے گا، نماز مکمل ہو جائے گی۔

مغرب کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام تین رکعت کی نماز پڑھ رہا ہے نیچے کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی کی تیسری رکعت امام کے پیچھے ادا ہوگئی۔ پہلی اور دوسری رہ گئی ہے۔اب وہ قعدہ کے بعد پہلی رکعت کے لئے کھڑا ہوگا پہلے ثناء فاتحہ اور سورت کے بعد رکوع سجود کر کے التحیات عبدہ ورسولہ تک پڑھے گا پھر کھڑا ہو کر دوسری رکعت اسی طرح پڑھے گا کہ پہلے سورہ فاتحہ پھر سورت پھر رکوع اور سجود کر کے قعدا خیرہ کے بعد سلام کہے گا، نماز مکمل ہو جائے گی۔

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ
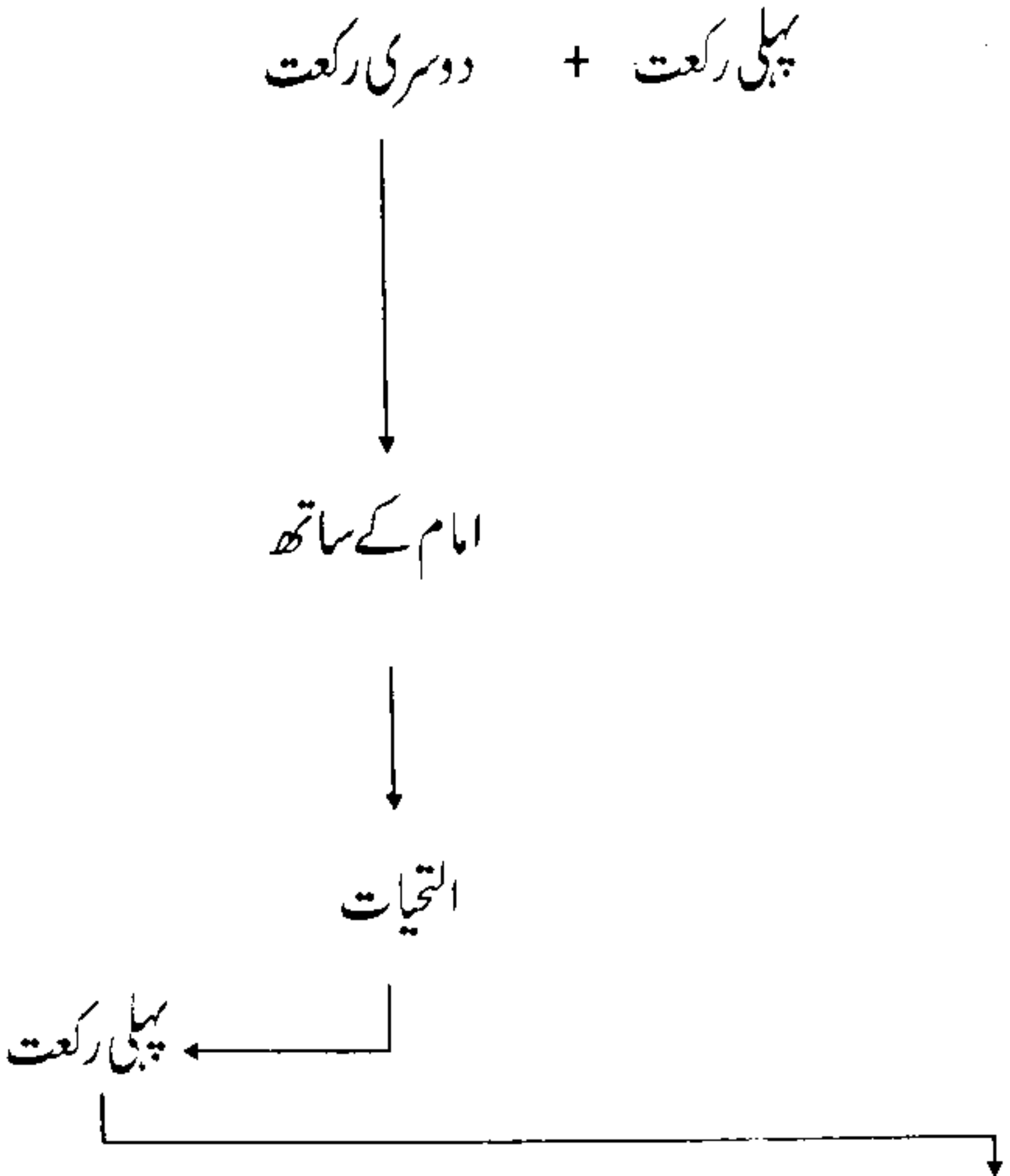
ثناء ← تین تکبیریں ← فاتحہ ← سورۃ ← رکوع ← سجدہ ← التحیات ← سلام

اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام عید کی دو رکعت نماز پڑھ رہا ہے۔ نیچے کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی دوسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب ترتیب کے لحاظ سے مقتدی کی پہلی رکعت رہ گئی ہے امام کے سلام کے بعد مقتدی پہلی رکعت کے لئے کھڑا ہوگا۔ پہلے ثنا پھر تین تکبیریں پھر سورہ فاتحہ پھر سورت پڑھ کر رکوع اور سجود کر کے التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے گا۔ اس طرح نماز مکمل ہو جائے گی۔

جماعت میں بسم اللہ کا بلند آواز سے پڑھنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین جماعت کرواتے وقت جب قرات شروع فرماتے تو الحمدللہ رب العالمین سے شروع فرماتے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ آجکل غیر مقلدین حضرات کرتے ہیں۔

بسم اللہ جماعت میں آہستہ پڑھنا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکروعمر کانوا یفتتحون الصلوۃ بالحمد للہ رب العلمین.

نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد للہ رب العلمین سے شروع کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری حدیث رقم: ۷۰۴، صحیح مسلم حدیث رقم: ۷۹۴، سنن ابن ماجہ حدیث رقم: ۷۵۹، سنن نسائی حدیث رقم ۹۰۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

قمت وراء ابی بکروعمر و عثمان فکلھم کان لا یقراء بسم اللہ الرحمن الرحیم اذا افتتح الصلوۃ.

(میں نے حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے پس ان میں سے کوئی بھی نماز شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھا کرتا تھا۔)

(موطا امام مالک، ص: ۱۹۳ احکام الاحکام، ص: ۷۸۔ کنز العمال: ۴/ ۲۰۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکرو عمر وعثمان کانوا یفتتحون القراۃ بالحمد للہ رب العلمین (سنن ابوداؤد حدیث رقم ۷۷۳)

(نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کیا کرتے تھے)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جماعت میں امام ہونے کی حالت میں زور سے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** نہیں پڑھتے تھے۔ اگر پڑھتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ ضرور سنتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پا گئے۔ اس لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کان رسول اللہ ﷺ یفتتح القراۃ بالحمد للہ رب العلمین. رسول اللہ ﷺ قرأت الحمد للہ رب العلمین سے فرماتے۔

(ابن ماجہ ۱/۲۴۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ان النبی ﷺ کان یفتتح القراۃ بالحمدللہ رب العلمین. (رسول اللہ ﷺ قرأت الحمدللہ رب العلمین سے شروع فرماتے۔)

(ابن ماجہ ۱/ ۲۴۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے نماز میں پڑھنا بدعت ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میرے والد نے نماز میں مجھے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** زور سے پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اے بیٹے! یہ بدعت ہے بدعت سے بچو، نیز فرمایا میں نے صحابہ کرام کو اس سے زیادہ کسی بدعت سے بغض رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ بھی کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی لیکن ان میں سے کسی سے یہ (بسم اللہ بلند آواز سے) کہتے ہوئے نہیں سنا۔ لہٰذا تم بھی جہراً (بلند آواز

سے) نہ کہو جب نماز پڑھو تو صرف الحمدللہ رب العلمین سے شروع کرو۔

(سنن ترمذی، ۱/ ۱۸۵؛ سنن ابن ماجہ ۱/ ۲۴۸)

امام ترمذی فرماتے ہیں عبداللہ بن مغفل کی حدیث حسن ہے اور اکثر اصحاب رسول جن میں خلفائے راشدین اور تابعین کا اسی پر عمل ہے۔ سفیان ثوری۔ ابن مبارک ۔ احمد، اسحاق اور امام ابوحنیفہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اونچی آواز سے پڑھنا قرار نہیں دیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ آہستہ پڑھنی چاہئے۔ (سنن ترمذی: ۱/ ۱۸۶)

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کے متعلق ائمہ کا مذہب

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک ہے کہ سورہ نمل میں جو اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ اسے جہر سے پڑھنا واجب ہے۔ اس کے علاوہ ہر سورۃ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے وہ سورت کا جز نہیں بلکہ ایک سورت کو دوسری سورۃ سے ممتاز کرنے کے لئے ہر سورت کی ابتداء میں اللہ الرحمن الرحیم لکھا گیا ہے۔ اسی طرح سورہ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین جہری نمازوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ سورہ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔ خواہ فرض نماز ہو یا نفل بعض فقہائے احناف نے ہر رکعت میں بسم اللہ کا پڑھنا واجب لکھا ہے۔ مندرجہ بالا احادیث میں فقہائے احناف کے مذہب پر واضح دلیل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرض نماز میں خواہ جہری ہو یا سری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے۔ تاہم ان کا مذہب ہے کہ بسم اللہ کو جہری نمازوں میں آہستہ پڑھا جائے

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز ہے اور اس کو جہری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھنا اور دوسری نمازوں میں آہستہ پڑھنا فرض ہے۔ اگر بسم اللہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

چند اعتراضات اور ان کا ازالہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے والی صرف دو حدیثیں ہیں۔ ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اور دوسری حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث بکثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ سے مروی ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

کثرت اسانید کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دلیل صحیح ہو اور بسم اللہ کو جہر (بلند آواز) سے پڑھنے کے متعلق کوئی حدیث صریح یا صحیح نہیں۔ اس کے برعکس اخفاء آہستہ پڑھنے سے متعلق صحیح اور صریح احادیث ہیں نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث کو ترجیح نہیں دیتے۔ (عمدۃ القاری ۲۹۰/۵)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ

آہستہ پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے والی احادیث بھی مثبت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ پڑھتے تھے۔ اگرچہ صورۃً نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔ علاوہ بسم اللہ میں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ۲۹۰/۵)

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے۔ کیونکہ امام احمد اور دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ سعید بن زید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدللہ رب العلمین** پڑھتے تھے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ امام دار قطنی نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔ اس اعتراض کا جواب علامہ بدر الدین حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انکار کی حدیث صحیح بخاری کے پائے کی نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دار قطنی کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ۵/۲۹۱)

بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے کے متعلق محدثین کا مذہب

محدثین کا مذہب بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے کا نہیں۔ اسی لئے انہوں نے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کو بلند آواز سے نہ پڑھنے کے باب باندھے ہیں۔ امام ابوداؤد نے **باب من لم یر الجهر** امام نسائی نے **باب ترك الجهر بسم اللہ الرحمن الرحیم** ○ عماد الدین قاضی اسمٰعیل حلبی نے **باب ترك الجهر** قائم کیا (سنن ابی داؤد۔ نسائی، احکام الاحکام)

فیصلہ آپ پر ہے!

سابقہ صفحات میں احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعت میں زور سے بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسی طرح خلفائے راشدین کے متعلق بھی صحاح کی احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل بھی بسم اللہ کو جماعت میں بلند آواز سے پڑھنے کا نہیں تھا۔ اب بھی اگر کوئی مسلمان امام جماعت میں جہراً بسم اللہ پڑھتا ہے تو فیصلہ خود کر لیں کہ ایسا شخص سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنت صحابہ رضی اللہ عنہم سنت محدثین کا تابع ہے یا مخالف؟

تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام

قرآن کریم، کثیر احادیث طیبہ اور بزرگان دین کے اقوال وافعال کی روشنی میں مقتدی کے لیے جائز نہیں کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرے، (نہ سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی قرآن کریم کی کوئی اور سورت یا آیت) کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہے۔ نماز جہری ہو یا سری ہر صورت میں مقتدی پر واجب ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ امام جہری (بلند آواز سے) نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی کان لگا کر سنے اور اگر سری نماز (آہستہ آواز سے) پڑھ رہا ہے تو مقتدی خاموشی اختیار کرے۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات، احادیث صحیحہ اور سلف صالحین کے اقوال وافعال پیش خدمت ہیں اس امید کے ساتھ کہ بارگاہ الٰہی سے شاید کسی کو ہدایت کی دولت میسر آجائے۔ اور وہ اپنی نمازوں کو برباد ہونے سے بچالے۔

قرآن مجید سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذ قری القران فاستمعو اله وانصتوا لعلکم ترحمون (الاعراف: ۲۰۴)

ترجمہ (اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو)

اکثر مفسرین کے مطابق یہ آیت نماز اور بعض کے نزدیک خطبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ نماز میں جب قرآن پڑھا جائے تو اس وقت خاموش رہنا ہے اور غور سے سننا ہے اسی طرح جمعہ کے خطبہ کے وقت بھی نہ نماز جائز ہوگی اور نہ بات چیت بلکہ صرف خطبہ ہی سننا ہے۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال ابن عباس قرأ رسول اللہ ﷺ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ وقرا الصحابۃ ورأہ رافعین اصواتھم فخلطوا علیہ فنزلت ھذہ الایۃ.

(تفسیر کبیر ۴/۵۰۰)

(عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرض نماز میں قرأت کی اور آپ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کے اصحاب نے بھی بلند آواز سے قرأت کی جس سے حضور اقدس ﷺ کی قرأت میں خلط پیدا ہوا پس یہ آیت نازل ہوئی۔)

عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں مجاہد سے یہ روایت کی ہے کہ انصار میں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز کی قرأت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ابن جریر وغیرہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی پس سنا کہ کچھ لوگ پیچھے قرأت کر رہے ہیں۔ پس آپ ﷺ نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کیا تم سوچتے اور سمجھتے نہیں دیکھو جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور چپ رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ (روح المعانی ۹/۱۵۰)

علامہ ابن کثیر نے بھی یہی بات لکھی ہے اور اصحاب رسول میں عبداللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سعید بن جبیر، عطاء بن رباح۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ابراہیم نخعی، شعبی، حسن بصری، ابن شہاب زہری، مجاہد، قتادہ اور عبید بن عمیر رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی نقل کیئے ہیں اور لکھا ہے کہ ان تمام حضرات کی روایات کے مطابق اس آیت کریم کا تعلق نماز میں قرآن پڑھنے اور خطبہ سے ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۲: ۲۵۵)

امام ابن تیمیہ اپنے فتاوی میں یہی بات یوں فرماتے ہیں۔

سلف سے شہرت اور استفاضہ کے طریقہ سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز میں قرأت سے متعلق نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

(فتاوی ابن تیمیہ: ۲۳/۲۴۹)

اس آیت کریمہ سے درج ذیل امور واضح ہو کر سامنے آتے ہیں۔

۱۔ نماز میں جب قرآن پڑھا جائے تو مقتدی کو چاہیے کہ اسے خاموشی سے سنے، خود نہ پڑھے۔ اگر خود پڑھے گا تو غور سے سننا اور خاموش رہنا کیسے پایا جائے گا۔

۲۔ ظاہر ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنے والا امام ہوگا اور جنہیں خاموش رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ وہ مقتدی ہیں۔

۳۔ آیت کریمہ میں مقتدی کے لئے بلا کسی قید کے مطلقاً قرأت کی ممانعت ہے۔ خواہ جہری نماز ہو یا سری۔ لہٰذا اسی طرح بلا کسی تخصیص کے چپ رہنا اور غور سے سننا بھی عام ہونا چاہیے۔ لیکن غور سے سننے کی بات ظاہر ہے جہری نماز میں ہی ممکن ہے سری میں نہیں۔ لہٰذا غور سے سننا جہر کے ساتھ خاص ہوگا اور چپ رہنا دونوں (سری و جہری) میں ممکن ہے لہٰذا یہ دونوں کے لئے حکم عام ہوگا۔

۴۔ قرآن کا لفظ عام ہے سورہ فاتحہ بھی قرآن کا حصہ ہے جس طرح دیگر سورتیں۔ لہٰذا سورہ فاتحہ پڑھی جائے یا کوئی اور سورت مقتدی کیلئے ہر حال میں خاموش رہنا ضروری ہے ایسا نہیں ہوگا کہ سورہ فاتحہ کے وقت مقتدی پڑھ لیں اور دوسری سورت کی قرأت کے وقت چپ ہو جائیں۔

۵۔ مطلق قرأت امام اور مقتدی دونوں پر فرض ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں مقتدی کو قرأت کرنے سے مطلقاً منع کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز باجماعت میں قرأت مقتدی کے ذمہ نہیں بلکہ یہ فرض اس کی طرف سے امام ادا کرے گا اور مقتدی خاموش رہے گا اور امام کا ادا کرنا مقتدی کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔

ایک اعتراض

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق اہل ایمان سے نہیں ہے بلکہ کفار سے ہے۔ یہ اعتراض جہالت پہ مبنی ہے کیونکہ جب یہ بات سابقہ دلائل سے واضح

ہیں۔ نہ کہ کفار، ظاہر ہے کہ نماز کون پڑھے گا؟ جمعہ کا خطبہ کون سنے گا۔ اس کے علاوہ آیت کا سیاق وسباق بھی گواہی دیتا ہے کہ آیت کا تعلق مسلمانوں سے ہے نہ کہ کفار و مشرکین سے۔ چنانچہ اس سے پہلی آیت میں یہ ارشاد خداوندی ہے۔

هذا بصائر من ربكم وهدى ورحمة لقوم يومنون (الاعراف ۲۰۳)

یہ بصیرت کی چیزیں ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس آیت میں اہل ایمان کا تذکرہ ہے اور اس کے فوراً بعد یہ آیت کریمہ زیر بحث آتی ہے۔

وانا قرى القرآن .... لعلكم ترحمون٥

اس کے بعد اگلی آیت میں ارشاد خداوندی ہے۔

واذكر ربك فى نفسك تضرعا وخيفة ودون الجهر من القول بالغدو والا صال ولا تكن من الغفلين٥ (الاعراف ۲۰۵)

(اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اور غافلوں میں سے نہ ہو جانا۔)

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے **واذكر ربك فى نفسك** میں اپنے رب کا ذکر کرے دل میں تو ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی اگر دل میں پڑھ لے تو جائز ہے تو اس کے دو جواب ہیں:

۱۔ واذکر صیغہ واحد ہے۔ فرض نماز پڑھنے کے دو طریقے ہیں:

امام کا آہستہ پڑھنا اور زور سے پڑھنا۔ جب امام زور سے پڑھے تو فرمایا خاموش رہو اور سنو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اگر تم خاموش رہو گے تو تم رحمت خداوندی کے مستحق ہو گے ورنہ نہیں۔

پھر آگے کے لئے بصیغہ واحد ہی فرمایا کہ سب نمازیں جہری نہیں بلکہ اپنے دل میں بھی ذکر کیجئے تو یہ نماز سری کا ذکر ہے اور اکیلے امام کا ذکر ہے اگر مقتدیوں کو بھی یہ حکم ہوتا تو بصیغہ جمع فرمادیا کہ جب امام پڑھنے لگے تو تم بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تضاد نہیں کہ پہلی آیت میں فرمادیا خاموشی سے قرآن سنو اور دوسری میں یہ فرمادیا کہ نہیں پہلے غلط کیا کہا ہے دل میں پڑھ لیا کرو تو یہ ممکن ہی نہیں یا اس آیت کو پہلی آیت سے منسوخ ثابت کرو۔

پس معلوم ہوا کہ **واذکر ربك فی نفسك** صیغہ واحد امام کی خفیہ (سری) نماز کے لیے ہے۔

لا تحرك به لسانك لتعجل به ۰ ان علینا جمعه و قرانه ۰ فاذا قرانه فاتبع قرانه ۰ ثم ان علینا بیانه

(القیامۃ ۱۶ تا ۱۹)

(اے حبیب ﷺ! اپنی زبان مبارک کو قرآن کے ساتھ حرکت نہ دیجئے تا کہ آپ اس کو جلدی جلدی پڑھیں بے شک ہم پر لازم ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا تو جب ہم قرآن کو پڑھیں تو آپ اس کے پڑھنے کی اتباع فرمائیں پھر بے شک ہم پر لازم ہے اس کا بیان کرنا۔)

اس آیت کی تفسیر ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں۔ آپ اس آیت پاک کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ کلام اللہ نازل ہوتے وقت تکلیف فرماتے اور اپنے ہونٹوں کو ہلایا کرتے اس لئے پڑھتے کہ کہیں بھول نہ جائے تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **لاتحرك ....**)

آپ ﷺ اپنی زبان مبارک کو جلدی سیکھنے کے لئے حرکت نہ دیں قرآن کو جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ ﷺ اس کی پیروی فرمائیں۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اقدس ﷺ کے پاس جبرائیل امین علیہ السلام حاضر

ہوتے تو آپ ﷺ سماعت فرماتے اور جبرائیل علیہ السلام تلاوت فرماتے جب جبرائیل علیہ السلام واپس تشریف لے جاتے تو حضور اقدس ﷺ ایسے ہی پڑھ دیتے جیسے جبرائیل علیہ السلام نے پڑھا ہوتا۔ (سنن نسائی: ۱/۲۹۴)

پس معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ سے کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قرآن پڑھا جائے تو ہی آپ اس کی اتباع کریں اور اتباع اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ **لاتحرك به لسانك** اپنی زبان کو حرکت ہی نہ دیں۔ ہم خود آپ کو پڑھا دیں گے ۔ جب جبرائیل علیہ السلام قرآن پڑھیں تو رب العزت نے ارشاد فرمایا:

''اے محبوب ﷺ! اپنی زبان مبارک کو نہ ہلائیں اور نہ حرکت دیں''۔

تو جب ہمارا امام قرآن پڑھے تو ہمیں بطریق اولیٰ زبان نہیں ہلانی چاہیے۔ اگر امام بھی پڑھتا جائے اور مقتدی بھی تو وہ قرآن کی اتباع کو ترک کر کے **فاتبع قرانه** کا مکذب ثابت ہوا۔

خلاصہ کلام

پس معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے نماز میں فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت پڑھنا ضروری نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یہ قاعدہ یاد رکھیں کہ اللہ کا فرمان سب سے بڑا ہے جو بات قرآن سے ثابت ہو اس پر اعتراض کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں قرآن کے مقابلے میں نہ کوئی روایت پیش کی جا سکتی ہے نہ کسی بزرگ کا قول۔

امام کے پیچھے عدم قرأت کا ثبوت احادیث مبارکہ سے

جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید پڑھا جا رہا ہو تو سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی امام کے پیچھے قرأت سے منع فرمایا ہے۔

جہری نمازوں میں قرأت کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولو ربنا لك الحمد (سنن نسائی: ۱/۲۹۰)

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام تو صرف اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرآن پڑھے تو چپ رہو اور جب کہے سمع الله لمن حمده (اللہ نے اس کی سنی جس نے اس کی تعریف کی) تو تم کہو ربنالك الحمد اے ہمارے پروردگار حمد و ثناء تیرے لئے ہے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصحابه رضی اللہ عنہم صلوۃ نظن انها الصبح فقال هل قرامنکم من احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن (ابن ماجہ ۱/۲۵۲)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی خیال ہے کہ صبح کی نماز تھی۔ پھر فرمایا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں نے فرمایا: میں بھی کہوں کہ مجھے کیا ہوا کہ قرآن کے ذریعے میرے ساتھ جھگڑا کیا جارہا ہے۔

۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقراۃ الامام له قراۃ (ابن ماجہ: ۱/۲۵۲)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہو جس کا امام ہو تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔) (یعنی امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے)

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔

من قرا خلف الامام فلا صلوۃ له

(جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوگی۔)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انما الا مام لیوتم به فاذاکبر فکبروا اذا قراء فانصتوا

(سنن نسائی ۲/۲۹۰: دار قطنی ۱/۱۲۵)

(امام اسی لیے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو)

۶۔ حضرت نافع بیان کرتے ہیں۔

ان عبدالله بن عمر کان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراۃ الامام واذاصلى وحده فليقرأ قال وكان عبدالله بن عمر لايقرأ خلف الامام. (موطا امام مالک۔۹۷)

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرات کرسکتا ہے تو آپ فرماتے: جب تم میں کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور نیز جب تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔)

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوة جهر فيها بالقراۃ فقال هل قرأ معى منكم احد انفاً فقال رجل نعم انا يارسول الله قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "انى اقول مالى انازع القرآن" فانتهى الناس عن القراۃ مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه بالقرأة حين سمعواذالك من رسول الله صلى الله عليه وسلم (موطا امام مالک ص: ۹۸، سنن نسائی ۱/۲۸۹، ترمذی ۱/۲۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا ابھی تم میں سے میرے ساتھ کوئی قرأت کر رہا تھا۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کر رہا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی کہوں کہ مجھے کیا ہوا جو مجھ سے قرآن چھینا جارہا ہے۔ پس لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے رک گئے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن لیا۔

امام ولا الضآلین تک پڑھے اور مقتدی صرف آمین کہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین فقولوا آمین.

(سنن نسائی: ۱/۲۹۱)

(جب امام **غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین** کہے تو تم آمین کہو۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرأ فانصتوا و اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولو آمین واذا رکع فارکعووا اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا ولک الحمد و اذا سجد فاسجدو واذا صلی جالساً فصلوا جلوساً اجمعین .)

(ابن ماجہ: ۱/۲۵۱، ۲۵۲)

(امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو جب وہ ولا الضآلین کہے تو آمین کہو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔)

ان ارشادات عالیہ نے ثابت کر دیا ہے کہ جب امام **غیر المغضوب علیھم ولاالضالین** کہے تو مقتدی آمین کہے تو اس سے مقتدی کے لئے قرآن شریف سے الحمد پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا امام کی طرح فرض ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے کہ جب تم ولا الضآلین کہو تو امام کے ساتھ آمین بھی کہہ لیا کرو۔ **غیر المغضوب علیھم ولاالضالین** کی تخصیص امام کے ساتھ نہ ہوتی بلکہ ارشاد امام اور مقتدیوں کے لئے عام ہوتا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کی تخصیص امام کے ساتھ فرما کر ثابت کر دیا کہ الحمد شریف کے

جملہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تک امام کی قراءت ہے اور آمین مقتدیوں کے لئے خاص ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سے روایات پیش کی جا سکتی ہیں لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں جو ذی علم اور صاحب ایمان کے لئے کافی ہے۔

سری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت

جس طرح جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنا منع ہے۔ اسی طرح احادیث طیبہ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ سری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرنا چاہیے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلوۃ الظھر والعصر فقال ایکم قرء خلفی بسبح اسم ربک الاعلیٰ فقال رجل انا ولم اردبھا الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیھا.

(صحیح مسلم، حدیث رقم: ۸۸۵)

(ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی پھر فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے یہ آیت پڑھی تھی۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی اور میں نے اس کے پڑھنے سے خیر کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھی کہوں کہ کون تم میں سے قراءت کو الجھا رہا ہے (خلل ڈال رہا ہے)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت مآب ﷺ میں صحابہ کرام نماز میں امام کے پیچھے قرآن کریم نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھا تو حضور اقدس ﷺ نے اسے ٹوک دیا اور جب پوچھا کہ کس نے پڑھا ہے؟ تو صرف ایک صحابی نے جواب دیا۔ اگر اکثر پڑھتے تو سب جواب دیتے۔ ایک نے جواب دیا اور آپ ﷺ نے اسے بھی منع فرما دیا۔

وہب بن کیسان نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

من صلی رکعة لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل، الا وراء الامام (جس نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے اور بات ہے۔)

(موطا امام مالک، ص: ۹۵)

حقیقت میں مقتدی امام کی وجہ سے عند اللہ قاری شمار ہوتا ہے کیونکہ امام اپنی ساری جماعت کی جانب سے قرأت کر رہا ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جب سری نمازوں میں (جن میں امام آہستہ پڑھتا ہے) مقتدی کا پڑھنا منع ہے تو جہری نمازوں میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا کیونکہ ان میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس میں امام کی قرأت میں خلل کا زیادہ اندیشہ ہے۔

امام کے پیچھے بغیر فاتحہ کے نماز کا طریقہ بزبان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کے باعث کاشانہ اقدس میں ہی بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی۔ آپ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب فارغ ہوئے تو فرمایا:

انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا رکع فارکعوا واذ رفع فارفعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولك الحمد واذا صلی جالساً فصلوا جلوساً (امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولك الحمد کہو وہ جب بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔)

(بخاری: ۱/۳۴۱).

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انما جعل الامام لیو تم به فاذا کبر فکبروا اذا قرا فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا ولك الحمد واذا سجد فاسجدوا واذا صلی جالساً فصلوا جلوساً اجمعین

(ابن ماجہ:۱/۲۵۶،۲۵۵)

(امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللھم ربنا و لك الحمد کہواور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرواور جب وہ بیٹھ کرنماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کرنماز پڑھو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا کان عند القعدة فلیکن اول ذکر احدکم التشهد

(ابن ماجہ:۱/۲۵۶)

(جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہواور جب وہ قعدہ کرے تو تم التحیات پڑھا کرو)

ان احادیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱- امام کی اتباع کی جائے۔

۲- قرأت امام کا حق ہے، مقتدی کا نہیں۔

۳- سورہ فاتحہ امام پڑھے گا اور مقتدی خاموشی سے سنیں گے۔ اور جب امام سورہ فاتحہ مکمل کرے گا تو مقتدی آمین کہیں گے۔

۴- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو بالکل خاموش رہنے کا حکم دیا جب امام قرأت کرے۔

۵- اگر سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فرماتے: جب امام فاتحہ پڑھے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ پڑھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: چپ رہو۔

فاتحہ خلف الامام میں اصحابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا عقیدہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت محمد بن عجلان کا بیان ہے کہ

ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرا خلف الامام حجراً

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہوتا۔)

(موطا امام محمد: ۹۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے کسی بیٹے کا بیان ہے کہ میرے والد سعد بن ابی وقاص نے فرمایا:

انہ ذکر لہ ان سعداً قال وددت ان الذی یقرا خلف الامام فی فیہ جمرۃ

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے۔ مجھے یہ بات پسند ہے کہ اس کے منہ میں آگ کی انگاری ہو۔

(موطا امام محمد: ۹۷)

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لان امض علی جمرۃ احب الی من ان اقرا خلف الامام

(امام کے پیچھے قرأت کرنے سے مجھے یہ چیز زیادہ پسند ہے کہ آگ کا انگارہ چبا لوں۔)

(موطا امام محمد: ص ۷۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا گیا۔

انصت فان فی الصلوٰۃ شغلاً سیکفیك ذلك الامام (چپ رہا کرو اس سے نماز میں یکسوئی ہوتی ہے۔ رہی قرات وہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہوگی۔)

(طحاوی: ۱/۴۵۰ موطا امام محمد ۹۴۔ مجمع الزوائد ۱/۱۸۵)

حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

لیت الذی یقرا خلف الامام ملئ فوہ ترابا (طحاوی: ۱/۴۵۰) (کاش اس آدمی کا منہ مٹی سے بھر جائے جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے۔)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من صلی خلف الامام کفتہ قرائتہ (موطا امام محمد: ۹۵) (جو شخص امام کے پیچھے نماز ادا کرے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہوگی۔)

کان عبداللہ بن عمر لا یقرا خلف الامام۔ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔)

(طحاوی: ۱/۴۵۱، موطا امام مالک: ۹۷)

حضرت جابر بن عبداللہ کا فتویٰ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام له قراءۃ (جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے بلا شبہ امام کی قرأت اس کی قرأت ہوگی۔)

(موطا امام محمد ۹۵، طحاوی ۱/۴۴۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

من صلی رکعة لم یقرا فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام هذا حدیث حسن صحیح (ترمذی: ۱/ ۲۱۷) (جس نے ایک رکعت بھی سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھی اس نے مکمل نماز نہیں پڑھی البتہ امام کے پیچھے ہو تو جائز ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنا جائز ہے)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے؟ فرمایا: ہاں! ایک انصاری نے کہا واجب ہوگیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اری ان الامام اذا ام القوم فقد کفاهم (طحاوی: ۱/۴۴۴) (میرے خیال میں جب امام قوم کی امامت کرائے تو وہ انہیں کفایت کرے۔)

ستر بدری صحابہ کا فتویٰ

شعبی کہتے ہیں کہ میں نے ستر ۷۰ بدری صحابہ کو پایا سب کے سب مقتدی کو امام

کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔ (روح المعانی: ۹/۱۵۲)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا فتویٰ

ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

قال یکفیک قراۃ الامام (امام کا قرآن پڑھنا تیرے لئے کافی ہے۔)

(سنن دارقطنی: ۱۲۶)

اور فرمایا:

من قرا خلف الامام فقد اخطاء الفطرۃ (جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (یعنی دین کے خلاف کیا)

(مصنف عبدالرزاق: ۲/۱۳۷، الطحاوی ۱/۴۵۰، سنن دارقطنی ۱۶۶)

کیا فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب"

(جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہوتی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

من صلی صلوۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج ثلاثا غیر تام (جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں فاتحہ نہ پڑھی وہ نماز ناقص ہے۔ تین بار فرمایا یعنی مکمل نہیں ہے۔)

(مسلم: ۱/۱۶۹)

پہلا جواب

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حدیث پاک یعنی حضور اقدس ﷺ کا فرمان فعل یا تقریر ہے۔

قرآن میں کمی وبیشی جائز نہیں۔ حدیث پاک میں کسی راوی کی غلطی کی وجہ سے کمی بیشی ہوسکتی ہے۔

اس لئے صحت حدیث کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ قرآن کے خلاف نہ ہو۔

قرآن نے فاتحہ پڑھنے کی قید نہیں لگائی بلکہ فرمایا:

فاقروا ما تیسر من القرآن (المزمل: ۲۰) (پس قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔)

تو اب فاتحہ کی تخصیص بطور فرض کرنا قرآن کے عموم واطلاق کے خلاف ہوگا۔

ہاں مطلق قرآن پڑھا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن واجب رہ جائے گا۔

غلطی سے ایسا کیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔ دانستہ کیا تو دوبارہ ادا کرے کہ واجب الاعادہ ہے۔ "**فھی خداج**" کا مفہوم یہی ہے کہ ناقص ہوئی۔

اگر فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو نماز نہ ہوتی جس طرح کے احادیث میں ہے کہ جس نے رکوع میں امام کو پایا اس نے پوری رکعت پائی۔ اگر فاتحہ فرض ہوتی تو رکعت کیسے مل سکتی ہے۔ حالانکہ بالاتفاق رکوع میں ملنے والا رکعت پالیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن فی سجود فاسجدوا ولا تعدوہ شیأ و من ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ (سنن ابی داؤد: ۱/ ۳۴۸)

(جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو سجدہ کرلو اور اسے شمار نہ کرنا اور جس نے رکوع پالیا تو اس نے رکعت پالی۔)

اگر امام کے پیچھے فاتحہ مقتدی کے لئے فرض یا واجب ہوتی تو اس کے رہ جانے

سے رکعت پانے کا فیصلہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے کیسے صادر ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ امام کی قرأت اسی مقتدیوں کی قرأت ہے۔ امام حقیقتاً قاری ہے اور مقتدی حکماً قاری ہیں۔

جن حضرات کا مذہب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر محض رکوع پانے والا رکعت پانے والا نہیں ایسے حضرات اس فرمان رسالت ﷺ کو ٹالتے ہیں اور اپنی انانیت کو پالتے ہیں۔

دوسرا جواب

"**لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب**" اس میں من واحد کے لئے ہے: نہیں ہے نماز اس شخص کی جس نے فاتحہ نہیں پڑھی حکم واحد ہے، جماعت کا نہیں۔ منفرد کا حکم علیحدہ ہوتا ہے اور جماعت کا حکم منفرد کا نہیں ہوتا۔

واحد اور جماعت کا حکم یکساں تب ہوتا جب حکم بصیغہ جمع ہوتا تو عموم واحد ہو یا جماعت میں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معنى قول النبي ﷺ لا صلوة لمن يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده واحتج بحديث جابر بن عبدالله حيث قال من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبي ﷺ تاول قول النبي ﷺ لا صلوة لمن يقرأ بفاتحة الكتاب ان هذا اذا كان وحده.

(ترمذی: ۱/ ۲۱۷)

(نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو فاتحہ ضروری ہے اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بنایا کہ جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ہو" پس اس صحابی نے حضور اقدس ﷺ کے اس قول پر عمل کیا کہ یہ (بغیر فاتحہ نماز کا نہ ہونا) اس وقت ہے جب اکیلا ہو۔

تیسرا جواب:

حدیث کے کلمات "لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب" (اس کی نماز ہی نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی)۔ اس میں دو احتمالات ہیں ایک تو یہ سورہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں اور دوسرا یہ کہ کامل نماز نہیں ہوتی یعنی نماز تو ہو جاتی ہے۔ مگر ناقص ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی کے بارے میں یہ دونوں احتمالات بالکل یقینی اور شک وشبہ سے بالاتر ہیں کیونکہ عربی زبان میں "لا" کا لفظ کبھی نفی وجود پر دلالت کرتا ہے اور کبھی نقص اور نفی کمال پر چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

لا نفی وجود کے معنی میں

۱- لا الہ الا اللہ — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

۲- لا حول ولا قوۃ الا باللہ — نہیں ہے کوئی طاقت اور نہ قوت مگر اللہ کی طرف سے

۳- لا تثریب علیکم الیوم — آج تم پر کوئی سرزنش نہیں

یہاں پر "لا" نفی وجود کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

لا نفی کمال کے معنی میں

حضرت انس سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے خطبہ دیا ہو اور یہ بات نہ فرمائی ہو۔

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہ (اس کا ایمان نہیں جس کے اندر امانت کی صفت نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جس کے اندر عہد نہیں۔)

(مشکوۃ:۱/۱۵)

حدیث کے الفاظ "لا ایمان" اور "لا دین" سے مراد بالاتفاق محدثین، ایمان اور دین کے وجود کی نفی نہیں بلکہ کمال ایمان اور کمال دین کی نفی ہے۔

لاصلوۃ لجار المسجد الا فی (نہیں ہے نماز مسجد کے پڑوسی کی مگر

یہاں بھی نماز جائز نہ ہونے کا مطلب کامل و مکمل نماز کی نفی ہے۔ نہ یہ کہ سرے سے نماز ہی نہیں ہوتی۔

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ میں بھی مندرجہ بالا مثالوں کی روشنی میں نفی کمال مراد ہے۔

لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب (اس کی نماز ہی نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔)

اس میں ''لا'' استعمال ہوا ہے وہ ''ذات صلوٰۃ'' اور ''وجود صلوٰۃ'' کی نفی کے لئے یا کمال صلوٰۃ کی نفی کے لئے؟

تو دوسری احادیث کریمہ جو اسی معنی و مفہوم کی ہیں ''لا'' کے نفی کمال کے معنی میں تعیین وتائید کرتی ہیں۔

یہی ہم کہتے ہیں کہ نماز کا کافی نہ ہونا دوسری بات ہے اور نماز نہ ہونا اور بات ہے۔ سورہ فاتحہ کے بغیر احناف کے یہاں بھی نماز ناکافی ہے اور بھول کر نہ پڑھنے سے سجدہ سہو سے اس کی تلافی کرنے کا حکم ہے اور جان بوجھ کر چھوڑنے سے نماز کے دہرانے کا حکم ہے۔

اس کی تائید ائمہ اربعہ کے ان ارشادات سے ہوتی ہے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں جہری اور سری ہر نماز میں دیگر سورہ یا رکوع کی طرح امام کا سورہ فاتحہ پڑھنا بھی مقتدی کی طرف سے کافی ہوگا۔ لہٰذا مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنی جائز نہیں۔ (موطا امام محمد، ص:۹۵)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے نزدیک جہری نمازوں (فجر، مغرب، عشاء) میں امام کا سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے لئے کافی ہے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ امام کی قرأت سننی چاہیے اور اگر مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے تو اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا اور سری نمازوں (ظہر، عصر) میں مقتدی کا سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔ فرض یا واجب نہیں۔

(ہدایۃ المجتہد ۱/۱۲۱، المیزان الکبریٰ للشعرانی ۱/۱۵۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنی وفات سے دو سال قبل مصر میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ آپ کے اس آخری دور کا قول یہ ہے کہ ہر نماز میں جہری ہو یا سری، مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ (المیزان الکبری: ۱/ ۱۳۷)

لیکن مصر آنے سے پہلے امام مالک کی طرح آپ بھی جہری نماز میں مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ کہتے تھے۔ (کشف المعضلات، ص: ۱۹۳)

امام شافعی کے مجموعہ اقوال کتاب الام سے مترشح ہوتا ہے کہ جہری نمازوں میں امام شافعی کے نزدیک بھی مقتدی کے لئے فاتحہ پڑھنا واجب نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہری نمازوں میں مقتدی کا سورت فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور سری نمازوں میں مستحب ہے اور جہری نمازوں میں اس وقت مستحب ہے جب مقتدی امام کی قرأت نہ سن سکے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۳/ ۲۶۶)

چوتھا جواب:

ابتدائے اسلام میں وہ پابندیاں نہیں تھیں جو بعد میں درپیش آئیں۔ نماز میں گفتگو تک ہوتی تھی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كنا نتكلم فى الصلوة يكلم احدنا اخاه فى حاجته حتى نزلت هذه الآية حافظوا على الصلوات و الصلوة الوسطى وقوموالله قانتين فامرنا بالسكوت

(سنن ترمذی: ۱/۲۴۳، بخاری: ۲/۶۵۰)

نماز میں بات چیت کر لیتے تھے ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے کام اور حاجت کے متعلق پوچھتا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیان والی نماز کی بھی اور اللہ کیلئے عاجزی سے کھڑے ہوا کرو۔ پھر ہمیں خاموش رہنے کا حکم ہوا۔

چنانچہ پہلے کوئی شخص حکم واضح نہ ہونے کی وجہ سے فاتحہ پڑھتا بھی تھا تو قرآن کریم کی ممانعت سے خاموش ہو گیا۔

فاستمعو وانصتوا (سنو اور چپ رہو)

پس ہم امام کے پیچھے مطلق قرآن پڑھنے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کو مطلق ناجائز سمجھا جاتا ہے تو قعدہ میں جو قرآنی دعائیں پڑھی جاتی ہیں وہ کیوں پڑھتے ہیں؟

جواب اس کا یہ ہے کہ ہم انہیں بطور قرأت نہیں بطور دعا پڑھتے ہیں۔ نیز مقام قرأت قیام ہے۔ قعدہ نہیں۔ نیز قرأت کا تعلق سورہ فاتحہ اور قرآن کی کسی سورت کے تلاوت کرنے سے ہے۔ تسبیحات اور دعاؤں سے نہیں۔ لہٰذا امام جب تسبیحات یا دعائیں پڑھے تو مقتدی بھی پڑھے۔

ایک اعتراض اور اس کا رد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انی اراکم تقرأون وراء امامکم قال قلنا بلی قال لا تقرأوا الا بام القرآن (سنن ترمذی)

(میں دیکھتا ہوں کہ تم نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو عرض کیا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا سورہ فاتحہ کے سوا قرأت نہ کرو۔)

واضح ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

اس اعتراض کے مندرجہ ذیل جوابات ہیں۔

۱۔ ضابطہ شرعیہ ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں امر (حکم) بھی ثابت ہو اور نہی (منع کرنا) بھی تو نہی کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ سابقہ صفحات میں ہم نے قرأت کے عدم جواز پر آیات کریمہ اور احادیث طیبات پیش کیں جن میں قرأت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور غیر مقلدین کی پیش کردہ روایات میں قرأت کا ثبوت ہے۔ لہٰذا مذکورہ قاعدہ کی بنا پر ہماری نفی والی روایات کو فوقیت حاصل ہوگی۔ جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی روایات منسوخ ہیں۔

۲۔ غیر مقلدین کی پیش کردہ روایت صرف عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جبکہ ہماری روایات کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔ لہٰذا ہماری کثیر روایات کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

۳۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ تم بھی کہتے ہو کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے اگر مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے تو اس مقتدی کو یہ رکعت بغیر سورہ فاتحہ پڑھے کیسے مل گئی اس کا جواب سوچ کیا دو گے؟

مسئلہ ضاد (ض) کو ظاء پڑھنے کا

ہمارے ہاں کچھ حضرات آج کل ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ ضاد کو ظاء پڑھنے سے نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے اور اگر جان بوجھ کر پڑھے تو نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ گویا کہ ضاد کو ظاء پڑھنا شرعی جرم ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاذکار للنووی میں ہے۔

ولو قال ولا الضالین بالظاء بطلت صلاته علی ارجح الوجهین الا ان یعجز عن الضاد بعد التعلم فیعذر
(کتاب الاذکار نووی، ص:۲۳)

(اور اگر نماز پڑھنے والے نے ولاالضالین کو ظاسے پڑھا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ دونوں وجہوں میں سے راجح قول کی بنا پر مگر سیکھنے کے بعد ضاد سے اگر عاجز ہو تو معذور ہے۔)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی المحیط سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او یقرا اصحب الجنة مکان اصحاب النار او علی العکس فقال لایجوز امامته ولو تعمد یکفر قلت اما کون تعمده کفرا فلا کلام فیه (شرح فقہ اکبر ۲۰۵)

(کتاب محیط میں مذکور ہے کہ امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے متعلق جو ضاد کی بجائے ظاء پڑھتا ہے یا اصحاب الجنة کی جگہ اصحب النار پڑھے یا اصحب النار کی بجائے اصحاب الجنة پڑھے تو فرمایا اس شخص کی امامت جائز نہیں اور اگر جان بوجھ کر ضاد کی بجائے ظاء پڑھتا ہے یا اصحب الجنة کی بجائے اصحب النار پڑھتا ہے تو وہ کافر ہو گا۔ (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اگر عمداً پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

ولو قری والعدیت ضبحاً بالظاء تفسد صلاته (فتاویٰ قاضی خاں: ۱/۱۴۲)	اور اگر والعدیت ضبحاً کی بجائے ظبحاً ظاء سے پڑھا نماز فاسد ہوجائے گی۔
وکذا لو قرأ غیر المغضوب با لظاء او بالذال تفسد صلوته (فتاویٰ قاضی خاں: ۱/۱۴۳)	اور اسی طرح اگر **غیر المغضوب** کی بجائے ظاء ذال سے پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

قاضی امام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی امام ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان تعمد فسدت (فتاویٰ عالمگیری ۱/۷۹ فتاوی بزازیہ ۱/۳۲)	اگر عمداً (جان بوجھ کر) ضاد کو ظاء پڑھے نماز فاسد ہوجائے گی۔)

مذکورہ بالا فقہائے کرام اور محدثین عظام کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ضاد کو ظاء اور ذال پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یہ تمام فقہاء کا متفقہ فیصلہ ہے اور بعض نے کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے۔

لہٰذا جو لوگ ضاد کو ظاء پڑھتے ہیں۔ وہ نمازیں ضائع کرتے ہیں اگر امامت کرواتے ہیں تو تمام نمازیوں کی نمازیں ضائع کرتے ہیں اور امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجرم اور تارک نماز بناتے ہیں۔ صرف مذہبی ضد کی بنا پر ضاء کو ظاء پڑھ کر قرآن کو الٹا پڑھ رہے الفاظ میں تغیر وتبدل تو کر نہیں سکتے ہو۔ مگر معانی میں تغیر پیدا کر کے مسلمانوں کو مجرم بنانے سے گریز کرو۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو!
تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

مسئلہ آمین بالجہر

(اونچی آواز سے آمین کہنا)

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ہر نمازی کیلئے ضروری ہے کہ وہ دوران نماز آہستہ آمین کہے۔ چاہے نماز سری ہو یا جہری اور یہی سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

آمین کا معنی ہے ''اے اللہ قبول فرما''

صحیح بخاری میں حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے **الآمین دعاء** آمین ایک دعا ہے۔ (صحیح بخاری:۱/۳۲۹)

دعا میں اگرچہ جہر بھی جائز ہوتا ہے مگر اصل اخفاء ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ادعوا ربکم تضرعا و خفیة (الاعراف:۵۵) (اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔)

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اذنادی ربه نداء خفیا (مریم:۳) (جب اس نے اپنے رب کو آہستہ سے پکارا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے۔ قرآن حکیم نے دونوں کی دعا اور آمین کو دعا ہی قرار دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قد اجیبت دعوتکما (یونس۔۸۹) (تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔)

معلوم ہوا کہ آمین دعا ہی ہے اور آمین کا دعا ہونا اختلافی مسئلہ نہیں، متفق علیہ ہے

اور آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ آہستہ دعا مانگنا ہی اصل اور افضل ہے۔ اس لئے آمین بھی آہستہ کہنا ہی اصل و افضل ہوگا۔

آہستہ آمین کہنا احادیث کی روشنی میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا ویقول لاتبادروا الامام اذا کبر فکبروا اذا قال ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا. (مسلم شریف: ۱/ ۱۷۷)

(رسول اللہ ﷺ ہمیں سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب رکوع کرے تو رکوع کرو۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین (صحیح بخاری: ۱/ ۳۷۵)

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔)

ان احادیث میں مقتدیوں کے آمین کہنے کو امام کے ولا الضالین کہنے پر معلق کیا نہ کے امام کہ آمین کہنے پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام آہستہ آمین کہے گا جسے مقتدی نہ سن سکیں گے۔ البتہ ولا الضالین کی آواز جہری قرأت کی وجہ سے سبھی سن لیں گے۔ اس لئے مقتدی امام کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائکۃ تقول آمین وان الامام یقولھا آمین فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہ. (سنن نسائی: ۱/۲۹۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ پھر جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے مطابق ہوگی اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

غور کیجئے اس حدیث مبارکہ کے الفاظ **فان الامام یقولھا** (اس لئے کہ امام بھی آمین کہتا ہے) سے واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ امام آہستہ آمین کہے گا امام آمین بلند آواز سے کہے تو امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو خود ہی پتہ چل جاتا کہ امام نے آمین کہا یا نہیں کہا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہ ہوتی کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مقتدیوں کو امام کے آمین کے متعلق بتانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ امام آہستہ سے آمین کہتا ہے جس کی مقتدیوں کو خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے مقتدیوں کو کہا گیا کہ امام جب **ولا الضآلین** کہے تو آمین کہا کرو کیونکہ امام بھی آمین کہتا ہے۔

ان تینوں احادیث سے ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ سورہ فاتحہ صرف امام پڑھے گا کیونکہ امام ہی کے پڑھنے کا ذکر ہے مقتدی کو صرف آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ آمین آہستہ کہنا ہی مسنون ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ آمین اس طرح کہو کہ تمہاری آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اور فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے نہ کہ بلند آواز سے نہ کسی نے آج تک کسی

فرشتے کو بلند آواز سے کہتے ہوئے سنا ہے۔ لہٰذا فرشتوں سے آمین میں موافقت تب ہوگی جب آمین آہستہ کہی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آمین کہی

حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرا غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال آمین و خفض بھا صوتہ (جامع ترمذی ۱/۱۸۸: بیہقی ۲/۵۷)	(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آواز سے آمین کہا۔)

پتہ چلا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔ جن احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کو مقتدیوں کے سننے کا ذکر ہے وہ فقط تعلیم کے لیے تھا۔ آمین آہستہ کہنا ہی مستحب ہے۔

حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ابو وائل سے مروی ہے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

لا یجھران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا التعوذ ولا التامین (مجمع الزوائد ص: ۱۰۸)	(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تعوذ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

اربع یخفیھن الامام التعوذ و بسم اللہ الرحمن الرحیم وامین واللھم ربنا لک الحمد (کنزل العمال: ۴/۲۴۹)

(چار چیزوں کو امام آہستہ کہے گا: ۱-اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، ۲-بسم اللہ الرحمن الرحیم، ۳- آمین، ۴-اللھم ربنا لک الحمد)

جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ

جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چار چیزیں امام آہستہ کہے گا۔

تعوذ۔ آمین اور جب **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو ربنا لک الحمد۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲/ ۸۷)

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر

فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے۔لیکن اگر کچھ لوگ ابھی نماز میں مشغول ہوں اور ان کی نماز میں خلل اندازی کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں سنتوں سے فارغ ہو کر ذکر کرنا بہتر ہے تاکہ نمازی سکون اور پوری توجہ سے نماز ادا کر سکیں۔

مطلقاً ذکر کرنا قرآن وحدیث کی نصوص صیحیہ قطعیہ سے ثابت ومشروع ہے۔اس لئے اگر کوئی شخص محض تعصب،عناد،ہٹ دھرمی اور کسی فریق کی مخالفت کے باعث ذکر کو خلاف سنت یا بدعت قرار دیتا ہے تو یہ زیادتی کے علاوہ شریعت اسلامیہ کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے مترادف ہے۔

ذکر اور قرآن مجید:

قرآن مجید ذکر کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

۱۔ **فاذکرونی اذکرکم** (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔)

(البقرہ۔۱۵۲)

۲۔ **اذکروالله ذکرا کثیرا** (اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔)

(الاحزاب۔۴۱)

۳۔ **الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم** (وہ لوگ جو کھڑے،بیٹھے اور اپنے پہلو کے بل لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔)

(آل عمران:۱۹۱)

آیات مذکورہ بالا اور ان کے علاوہ کئی دوسری آیات میں ذکر کرنے کا مطلق حکم دیا گیا ہے لیکن کہیں بھی اس کے لیے وقت،مقام اور ہیئت کی قید نہیں لگائی گئی۔تو جب اللہ تعالیٰ کسی عمل کے لئے کوئی قید اور پابندی نہیں لگاتا تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ قرآن کے مطلق حکم کو مقید کرتا پھرے

نماز کے بعد ذکر کا خصوصی حکم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاذا فرغت فانصب ○ والی ربك فرغب ○ (الم نشرح: ۸-۷)

(اور جب (نماز سے) فارغ ہو جائے تو اس کی طرف رغبت کر (یعنی اس کا ذکر کر)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم (النساء: ۱۰۳)

(پس جب تم نماز ادا کر چکو تو پھر اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹے ہوئے۔)

یعنی نماز ادا کرنے کے بعد یہ نہ سمجھو کہ اب مزید ذکر کی ضرورت نہیں رہی اتنا ذکر ہی ہے جو نماز میں کیا گیا ہے فرمایا نماز کے بعد ذکر کی شمع کو روشن رکھو اور جس حالت میں ہو ذکر الٰہی میں مشغول رہو۔ لمحے وہی اچھے ہوتے ہیں جو یاد الٰہی میں گذریں۔

اوقات ہمہ آں بود کہ بایار بسر شد
باقی ہمہ بے حاصلی و بے خردی بود

(یعنی زندگی کے قیمتی لمحے وہی تھے جو محبوب حقیقی کی یاد میں بسر ہوئے۔ اس کے علاوہ جو کچھ کیا وہ لا حاصل تھا، بے مقصد تھا، بے نتیجہ اور نادانی تھا۔)

ذکر الٰہی سے روکنا منافقت ہے

ذکر بالجہر یا بعد نماز ذکر کو بدعت قرار دینا اور اس سے منع کرنا ذکر الٰہی کو کم کرنے کے مترادف ہے اور یہ ایک نیک عمل سے روکنا ہے۔ جب کہ قرآن مجید نے منافقین کی علامات بیان کرتے ہوئے بیان کیا:

ولا یذکرون اللہ الا قلیلا (النساء: ۱۴۲)

(اور وہ (منافقین) اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا۔)

معلوم ہوا کہ کثرت ذکر اہل ایمان کی علامت ہے اور قلت ذکر منافقت کی علامت ہے۔

احادیث مبارکہ اور ذکر:

ذکر الٰہی کی انہی تعلیمات کو صاحب قرآن نبی کریم ﷺ نے اپنے جاں پرور ارشادات سے بھی واضح فرمایا ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔

کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے سب سے اچھا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے مالک کے پاس بہتر اور پاکیزہ ہے۔ تمہارے درجات میں سب سے بلند ہے۔ تمہارے سونے اور چاندی کی خیرات سے بھی افضل ہے اور تمہارے دشمن کا سامنا کرنے یعنی جہاد سے بھی بہتر ہے درآنحالیکہ تم انہیں قتل کرو اور وہ تمہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے ذکر سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات دلانے والی ہو۔ (ترمذی: ۵۶۴/۲، ابن ماجہ: ۴۲۳/۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اکثر و اذکر اللہ حتی یقولوا مجنون (اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔) (مستدرک حاکم: ۶۷۷/۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم مراؤن (اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریاکار کہیں۔) (طبرانی فی المعجم الکبیر: ۱۶۹/۱۲)

زمانہ رسالت مآب ﷺ میں نماز کے بعد ذکر

ابو معبد مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا۔

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی ﷺ وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعتہ.

(صحیح بخاری: ۱/۳۹۰، باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

(بلند آواز سے ذکر کرنا جب کہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے یہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لوگوں کے فارغ ہونے (نماز سے) کو اسی سے جان لیتا جب کہ اس (بلند آواز سے ذکر) کو سنتا۔)

ابو معبد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ النبی ﷺ بالتکبیر.

صحیح مسلم، حدیث رقم: ۱۲۱۸-۱۲۱۹)

(میں نبی کریم ﷺ کی نماز کے ختم ہو جانے کو تکبیر (کی آواز یعنی ذکر) سے جان لیتا۔)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا معمول تھا۔ حالانکہ اس وقت بھی مسبوقین ہوتے تھے۔ اس حدیث کی ناسخ کوئی حدیث نہیں، تاہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے آواز توسط اور اعتدال سے نہیں بڑھنی چاہیے تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے ایام تشریق میں بعد نماز بلند آواز سے تکبیرات تشریق پڑھنے کے عمل سے بھی دیگر دنوں میں بعد نماز ذکر کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

محدثین اور بعد نماز ذکر:

شارح صحیح مسلم امام نووی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھذا دلیل لما قالہ بعض السلف انہ یستحب رفع الصوت بالتکبیر و الذکر عقب المکتوبۃ کان علی عھدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

(یہ دلیل ہے اس پر جو بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فرض نماز کے بعد تکبیر و ذکر بلند آواز سے کرنا مستحب ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں بھی مروج تھا۔)

(شرح المسلم للنووی: ۱/ ۱۱۷)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وفیہ دلیل علی جواز الجھر بالذکر عقب الصلوٰۃ

(فتح الباری: ۲/ ۳۲۵)

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اجمع العلماء سلفا وخلفاء علی استحباب ذکر الجامعۃ فی المساجد وغیرھا الاان یشوش جھرھم علی نائم او مصلی اوقاری.

(تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند قرأت یا نماز میں خلل ہو۔)

(ردالمحتار: ۱/ ۶۱۸)

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

استدل بہ بعض السلف علی استحباب رفع الصوت بالتکبیر والذکر عقیب المکتوبۃ.

(اس حدیث سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔)

(عمدۃ القاری: ۲/ ۱۲۴)

مولانا رشید احمد گنگوہی کے استاد مولانا شیخ محمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ

ان النبی ﷺ کان یجھر مع الصحابہ بالاذکار التھلیل والتسبیح بعد الصلوۃ. (رسالہ اذکار، ص:۷۹)

(حضور اقدس ﷺ نماز کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ تسبیح و تہلیل بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔)

رہا یہ مسئلہ کہ نماز باجماعت کے بعد درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ جس طرح تسبیحات اور کلمہ طیبہ اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح درود شریف بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اس لئے جن نصوص سے ذکر کا جواز ثابت ہوتا ہے انہیں سے درود شریف کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ماجلس قوم مجلسا لم یذکر واالله فیہ ولم یصلوا علی نبیھم الاکان علیھم ترۃ فان شاء عذبھم وان شاء غفرلھم (ترمذی:۲/۵۶۸)

(جس مجلس میں بھی لوگ بیٹھیں اور نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجیں وہ مجلس ان لوگوں پر وبال (نقصان دہ) ہوگی۔ پھر چاہے وہ ان کو عذاب دے اور چاہے تو بخشش دے۔)

جو لوگ گھنٹوں جلسہ کریں اور درود سلام نہ پڑھیں بلکہ اس کے خلاف پروپیگنڈا کریں وہ یہ فرمان الٰہی یاد رکھیں:

ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا ○ اولئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین○ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم○ (البقرہ:۱۱۴)

(اور اس سے بڑا ظالم کون ہے؟ جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر سے منع کرے؟ اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ ان لوگوں کو مسجدوں میں داخل ہونے کا حق نہیں سوائے اس کے کہ ڈرتے ہوئے آئیں ان کیلئے دنیا میں رسوائی اور انہی کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔)

معلوم ہوا کہ مسجدوں میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکنے والا سب سے بڑا ظالم ہے اور ذکر وہی روکے گا جو ذکر کی آواز سنے گا اور آواز اسی وقت آئے گی ۔ جب بلند آواز سے ذکر ہوگا۔ غور کیجئے بلند آواز سے ذکر کس کا کام ہے اور اس سے منع کرنا کس کا کام ہے؟

بعد میں آنے والے نمازیوں کا بہانہ بنا کر ذکر سے منع کرنا غلط ہے

کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کسی نمازی ایک دو رکعتیں نہیں رہ جاتی تھیں؟

کیا وہ صحابہ بعد میں اٹھ کر اپنی بقایا نماز مکمل نہیں کرتے تھے؟

کیا اس کا بہانہ بنا کر کسی نے کسی صحابی کو ذکر بالجہر سے منع کیا؟

امام بخاری اور امام مسلم و دیگر محدثین نے فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر کرنے کا ذکر کیا ہے اور **باب الذکر بعد الصلوۃ** کا عنوان لکھا ہے کہیں کسی کتاب میں ''''عدم ذکر بالجہر'' کا عنوان بھی لکھا ہے؟ اب صریح طور پر عمل نبوی ﷺ اور عمل صحابہ ملاحظہ فرمائیں اور منع کرنے والوں کی جرأت کو داد دیں۔ **فاعتبروا یااولی الابصار**

دعا کے آداب

دعا بظاہر ایک دینی اصطلاح ہے اور اہل دنیا اسے نیکوں، نمازیوں، صوفیوں اور مولویوں کا وظیفہ گردانتے ہیں یا زیادہ غریب ومحتاج، سائل اور کمزور لوگوں کا نفسیاتی سہارا۔ یہ بلا شبہ پاکبازوں اور صوفیوں کا وظیفہ ہے اور محتاج و بے وسیلہ لوگوں کی روحانی ڈھارس ہے۔ لیکن بات یہاں آکر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ دعا وہ وظیفہ ہے جو بندے کو احساس بندگی دلاتا ہے اور رحمت حق کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے دعا وہ نقطہ اتصال ہے جو بندے کی تمنا اور اللہ کی عطاء کو ایک جگہ جمع کرتا ہے۔

کیسے مزے کے دن تھے کہ راتوں کو صبح تک
میں تھا تیری جناب تھی دست سوال تھا

دعا درحقیقت راز الٰہی پانے کی تمنا ہے جس پر یہ راز کھل گیا اس پر کشادوفلاح کے سارے دروازے کھل گئے۔ وہ شخص راز پا گیا جسے معلوم ہوا کہ میں کچھ نہیں سب کچھ میرا پروردگار ہے پھر سب کچھ اسی کا ہو جاتا ہے: ارض بھی، سما بھی، بندے بھی اور خدا بھی۔

دعا کی حقیقت:

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دعا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے پرودگار سے اعانت و مدد کا طلبگار رہو۔

(تفسیر کبیر ۵/۱۰۴)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کمتر شخصیت کے برتر ہستی سے عاجزانہ انداز میں کسی چیز کے طلب کرنے کو دعا کہتے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوۃ: ۵/۳۳)

قرآن کریم اور دعا

قرآن کریم نے جگہ جگہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی ترغیب دی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

واسئلو الله من فضله (النساء:۳۲) (اور مانگتے رہو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل (کرم) کو)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دامن طلب پھیلاؤ وہ اپنی جود وسخا سے تمہیں سب کچھ عطا کرنے پر قادر ہے۔ اس کے خزانے ختم ہونے والے نہیں۔ وہ کثرت سوال سے نہیں اکتا بلکہ خوش ہوتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

واسئلوالله من فضله فانه يحب ان يسال وافضل العبادة انتظار الفرج (ضیاء القرآن: ۱/۳۴۰) (اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل وکرم کا سوال کیا کرو وہ اس کو دوست رکھتا ہے اور بہترین عبادت مصیبت کے دور ہونے کا انتظار کرتا ہے۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذا سالك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان (البقرہ۔۱۸۶) (اور جب پوچھیں آپ سے (اے حبیب ﷺ!) میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی جب وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ادعوا ربكم تضرعاً وخفية انه لايحب المعتدين (الاعراف۔۵۵) (تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ اور آہستگی سے پکارو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)

اس آیت کریمہ میں اپنی تمام حاجات اور مشکلات میں بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے نہ مانگنا بہت بڑا جرم ہے

قل ما یعبوابکم ربی لولا دعاؤکم (آپ ﷺ فرمایئے کہ کیا پروا ہے تمہاری میرے رب کو کہ اگر تم اس کی عبادت نہ کرو) (الفرقان۔ ۷۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ خبر دی ہے کہ اگر تم ایمان نہ لائے اور تم نے اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ کو نہ پکارا تو پھر اللہ تعالیٰ کو تمہاری کوئی پروا نہیں ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ہی بندوں کی طرف توجہ اور التفات فرماتا ہے جو اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس سے دعا کرتے ہیں اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور گڑگڑاتے ہیں۔ اسی کے سامنے اپنی جبیں نیاز جھکاتے ہیں اور اسی کے نام کی مالا جپتے ہیں اور جو اسے یاد نہیں کرتے نہ اس کو پکارتے ہیں اس بے نیاز ذات کو ایسے لاتعلق رہنے والوں، منحرف اور سرکش لوگوں کی طرف التفات اور توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

دعا نہ مانگنے والوں کے لیے وعید

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں یا جو اس کی جناب میں دست دعا دراز کرنے سے گریز کرتے ہیں یا توہین سمجھتے ہیں ایسے مغرور اور سرکش لوگوں کو رسوا کر کے جہنم رسید کیا جائے گا۔

ارشاد خداوندی ہے:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین (المومن: ٦٠) (اور تمہارے رب نے فرمایا ہے: مجھے پکارو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہونگے ذلیل وخوار ہو کر۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے **ادعونی استجب لکم** کی یہ تفسیر منقول ہے۔

یہ قول ضحاک۔ مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے۔

دیگر علماء نے اس کا مفہوم یہ بیان فرمایا ہے **اسئلونی اعطکم** (روح المعانی) تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔

حقیقت میں یہ دونوں تفسیریں ہم معنی ہیں۔ ان میں اصلاً کوئی تفاوت نہیں۔ دعا عبادت کی روح اور مغز ہے کیونکہ انتہا درجے کی عاجزی اور نیاز مندی کو عبادت کہتے ہیں اور اس کا ظہور صحیح معنوں میں اسی وقت ہوتا ہے جب انسان مصائب میں گھرا ہوا ہو۔ (ضیاء القرآن ۴/۳۱۴)

دعا اور احادیث مبارکہ

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنی بارگاہ سے مانگنے کا حکم دیا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی رب کی بارگاہ سے مانگنے کی ترغیب دی ہے۔ ذیل میں چند احادیث مقدسہ بطور تبرک درج کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ بندوں سے فرماتا ہے مجھ سے مانگو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہمارا رب ہر رات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے؟ میں اس کی دعا کو قبول کرلوں۔ کون مجھ سے سوال کرتا ہے؟ تو میں اس کو عطا کروں۔ اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے؟ میں اس کی مغفرت کردوں۔ (صحیح بخاری، حدیث رقم: ۱۲۹۸۔ ۲/۵۶۴)

دعا عبادت کا مغز ہے

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الدعا مخ العبادۃ — دعا عبادت کا مغز ہے۔

اللہ کے نزدیک سب سے بڑی عظمت والی چیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز بزرگ تر نہیں ہے''
(جامع ترمذی، حدیث رقم: ۱۲۹۷۔ ۲/۵۶۴)

اللہ تعالیٰ نہ مانگنے والوں پر غضب فرماتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے۔ (جامع ترمذی، حدیث رقم: ۱۳۰۰۔ ۲/۵۶۵)

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ نماز ہی دعا ہے، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطن سے سوال کرو اور ہتھیلیوں کی پشت سے سوال نہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱/ ۵۴۹)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تمہارا رب حیا والا کریم ہے جب کوئی بندہ اس کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیا فرماتا ہے۔
(سنن ابوداؤد، حدیث رقم: ۱۴۷۴۔ ۱۵۴۹)

دعا کی شرائط وآداب

دعا کرتے وقت مندرجہ ذیل شرائط وآداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

۱۔ آدمی دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور ہتھیلیوں کا باطنی حصہ اپنے کندھوں کے بالمقابل رکھے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

۲۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھے اس کے بعد دعا مانگے۔ (مجمع الزوائد)

۳۔ دعا کی ابتداء اپنے سے کرے۔ (جامع ترمذی)

۴۔ دعا میں وہم وگمان و بے یقینی کا شکار نہ رہے بلکہ جب دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے یوں نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر (صحیح بخاری)

۵۔ حرام دعاؤں سے اجتناب کرے۔ یہ حد سے تجاوز کرنا ہے۔ یعنی قطع رحم۔ گناہ وغیرہ (جامع ترمذی)

۶۔ عاجزی وانکساری سے دعا کرے غرور وتکبر کو دل سے نکال دے۔

۷۔ غافل دل سے دعا نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل دل سے دعا کرتا ہے۔ (مجمع الزوائد)

۸۔ اپنی زبان کو جھوٹ سے پاک رکھے۔

۹۔ حرام روزی سے اجتناب کرے اور حلال روزی کی طرف رغبت رکھے (صحیح مسلم)

۱۰۔ قبولیت کے اوقات میں دعا کرے۔ مثلاً رات کے آخری حصہ میں۔ فرض نمازوں کے بعد، یوم عرفہ، رمضان، جمعہ، اذان واقامت کے درمیان اور سجدہ میں۔

۱۱۔ قبلہ کی طرف منہ کرے دعا کرے۔

۱۲۔ شوق وخوف اور خشوع وخضوع سے دعا کرے۔

۱۳۔ تین بار دعا کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو تین بار کرتے سوال

کرتے تو تین بار کرتے۔ (صحیح مسلم شریف)

۱۴۔ قبولیت کے لیے جلدی نہ کرے۔

۱۵۔ حضور اقدس ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے۔

۱۶۔ نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا کرے اور نیک بندوں سے اپنے لئے دعا کروائے۔ جیسے حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امت کی بخشش کی دعا کے لئے بھیجا۔

۱۷۔ قبولیت دعا کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ لوگوں کے جو حقوق دبا رکھے ہیں ان کو واپس کرے۔ جس پر ظلم کیا ہے اس سے معافی مانگے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے۔

دعا کا طریقہ

دعا کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے جائیں کہ وہ سینے کے سامنے آجائیں دونوں ہاتھوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ ہو۔ نہ ہاتھوں کو بالکل ملائیں اور نہ دونوں ہاتھوں کے درمیان زیادہ فاصلہ رکھیں۔ دعا کرتے وقت ہاتھوں کے اندرونی حصے کو چہرے کے سامنے رکھیں۔

دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟

اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ جب رب تعالیٰ فرماتا ہے مجھ سے مانگو اور ہم مانگتے ہیں تو سوال پورا کیوں نہیں ہوتا، دامن مراد کیوں نہیں بھرتا؟

حضرت ابراہیم بن نصر کرمانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ دس وجوہات ہیں جن سے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں مگر اس کا حکم نہیں مانتے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں مگر آپ کی سنتوں پر عمل نہیں کرتے۔

۳۔ جنت کو پسند کرتے ہیں مگر اس کی راہ کو اختیار نہیں کرتے۔

۴۔ جہنم کو ناپسند کرتے ہیں لیکن اس کے راستہ پر بخوشی چلتے ہیں۔

۵۔ قرآن مجید پڑھتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔
۶۔ ابلیس کو اپنا دشمن کہتے ہیں لیکن اس کی موافقت کرتے ہیں۔
۷۔ لوگوں کو دفن کرتے ہیں اپنی موت کو یاد نہیں کرتے۔
۸۔ اپنے بھائیوں کے عیوب تلاش کرتے ہیں مگر اپنے عیوب کی طرف نظر نہیں کرتے۔
۹۔ مال جمع کرتے ہیں (حلال وحرام کی تمیز کے بغیر) اور حساب کے دن کو یاد نہیں رکھتے۔
۱۰۔ قبریں کھودتے ہیں پھر بھی عالیشان مکانات بناتے ہیں۔
(مختصر تاریخ دمشق ۴/۱۶۹، تبیان القرآن ۱/۷۳۶)

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

بعض لوگ دعا مانگنے یا ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے سے روکتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا نہ مانگو۔ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگو وہ قرآن مجید کے اس مطلق حکم کو اپنی رائے سے مقید کرنے کے جرم میں ملوث ہو کر مسلمانوں کو اپنے رب کی بارگاہ سے دور کرنے کی ناکام اور مردود کوشش کرتے ہیں۔

دعا کا حکم:

ارشاد ربانی ہے:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ (اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ۔)
(الاعراف۔۵۵)

ارشاد باری تعالیٰ:

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب وہ مجھے پکارے۔)
(البقرہ:۱۸۴)

ان آیات مبارکہ میں کسی وقت اور حالت کی قید کے بغیر دعا مانگنے کا مطلق حکم دیا گیا ہے اور اسے قبول فرمانے کا مژدہ جانفزا سنایا گیا ہے۔

نماز کے بعد دعا کا حکم:

فاذا فرغت فانصب ○ والی ربك فارغب (المنشرح:۸-۷)

(تو جب نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔)

ان آیات کی تفسیر میں سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اذا فرغت من الصلوٰة فانصب فی الدعاء واسأل الله وارغب اليه (تفسیر درمنثور ۶/۳۲۵)

یعنی جب تم نماز سے فراغت پاؤ تو خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور اس کی طرف رغبت کرو۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

فاذا فرغت من الصلوٰة فانصب الی الدعاء والیٰ ربك فارغب فی المسالة (درمنثور:۱/۳۲۵)

(یعنی نماز سے فارغ ہو جائیں تو دعا میں مشغول ہو جائیں اور سوال کرنے میں اپنے رب کی طرف ہی راغب ہوا کریں۔)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال قیل لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ای الدعاء اسمع ؟ قال جوف الیل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات.

(ترمذی:۱/ ۶۱۹، فتاویٰ ثنائیہ:۱/۵۰۳)

(حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کس وقت کی دعا زیادہ سنی (قبول ہوتی) جاتی ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصے (تہجد) کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد۔

دعا میں ہاتھ اٹھانا:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم رفع یدیه ورأیت بیاض ابطیه

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات:۳/۵۳۱)

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بغلوں کی سفیدی دیکھی۔)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ
(سنن ترمذی باب الدعوات: ۲/۵۶۹)

(حضور اکرم ﷺ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو اپنا چہرہ اقدس پر پھیرنے سے پہلے نیچے نہیں کرتے تھے۔)

دعا مانگنے کا طریقہ:

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی:

اللھم اغفرلی وارحمنی (اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے نمازی! تو نے جلدی کی ہے جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھ جایا کرو پھر اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کی حمد وثنا کرو مجھ پر درود شریف پڑھو اور پھر دعا مانگو۔

راوی فرماتے ہیں: پھر ایک اور آدمی آیا اس نے نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا اس سے آپ ﷺ نے فرمایا:

اے نمازی! دعا مانگو: قبول ہوگی۔ (سنن ترمذی: ۲/۶۱۱)

قبولیت دعا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو بندہ بھی اپنے رب سے دعا مانگتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ یا تو اسے جلد دنیا میں پورا کر دیا جاتا ہے یا آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے۔ یا دعا کے مطابق اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ بشرطیکہ گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ ہو اور جلدی نہ کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی جلدی کیسے کرے گا؟ فرمایا: یہ کہنا کہ یا اللہ میں نے دعا مانگی تو نے قبول ہی نہیں فرمائی۔ (سنن ترمذی: ۲/۶۲۳)

دعا نہ مانگنے والوں کا انجام

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین (المومنون:۴۰)

(اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم یسأل اللہ یغضب علیه (ترمذی:۲/۵۶۵)

(جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قال اخسئوا فیها ولا تکلمون ۔ انه کان فریق من عبادی یقولون ربنا اٰمنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین فاتخذ تموهم سخریا حتیٰ انسوکم ذکری وکنتم منهم تضحکون. (المومن:۱۰۸تا۱۱۰)

(رب فرمائے گا پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا اے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں بخشدے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے تو تم نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس مشغلہ نے غافل کر دیا تمہیں میری یاد سے اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔)

ان آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور نہ مانگنے والوں پر غضب فرماتا ہے اور ان کو جہنم کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ وہ لوگ جو دعا مانگنے سے روکتے ہیں اور عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں انہیں اپنے اس انجام بد سے ڈرنا چاہیے۔

علماء دیو بند اور مسئلہ دعا

مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ

فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت ﷺ کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے۔ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگیں اور دعا سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ پر پھیریں آنحضرت ﷺ دعا مانگتے کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے فرضوں کے بعد کی دعا کو بھی شامل کیا کرتے۔

(النفائس المرغوبہ، ص: ۲۰-۱۵-۱۳، تصدیقات علمائے دہلی)

مولانا اشرف علی تھانوی:

مندرجہ بالا فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہی تحقیق میرے ذہن میں موجزن تھی جو اس رسالہ میں اختیار کی گئی ہے۔ پس اس سے میری موافقت کا اندازہ کر لیا جائے۔ (النفائس المرغوبہ، ص: ۳۳)

خود اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں:

نماز کے بعد ذکر اور دعاء کے مستحب ہونے پر علماء نے اجماع فرمایا ہے اور اس کے بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ (بحوالہ تہذیب الاذکار (املی) استحباب الدعوات عقیب الصلوٰۃ: ۳۲)

مولوی فیض احمد ککروی

ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے۔ (نماز مدلل: ۱۳۴)

مولوی عبدالحمید سواتی

نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون و مستحب ہے اور بہت مقبول ہوتی ہے۔ دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا بھی مسنون و مستحب ہے۔ (نماز مسنون: ۴۰۸)

علمائے اہلحدیث اور مسئلہ دعا:

مولوی بشیر الرحمٰن سلفی

مقلد مکتبہ فکر کے نامور عالم اور ادارہ العثمانیہ کے بانی مولوی بشیر الرحمٰن سلفی اپنی کتاب کے سرورق پر لکھتے ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد اذکار ماثورہ سے فراغت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت مصطفی ﷺ ہے۔ (روح عبادت، الدعاء)

مزید لکھتے ہیں:

اب فضا یہ بنتی جا رہی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نہ صرف ضروری نہیں بلکہ اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ کچھ تو جاہل اسے بدعت کہتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ نماز کے بعد دعا نہ کرنے کا بے نور مسئلہ ابتدا حکومت سعودیہ میں پیدا ہوا بعد ازاں پاکستان میں یہ غیر شرعی مسئلہ گوجرانوالہ سے ظہور پذیر ہوا۔

(روح عبادت الدعا، ص: ۱۳)

مزید لکھتے ہیں:

مولوی برکات احمد صاحب نے فتاویٰ برکاتیہ میں اجتماعی دعا کو بدعت قرار دیا ہے اسے بدعت قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے (روح عبادت الدعا۔ ۵۹)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کا فتویٰ

میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ترجیح اس بات کو ہے کہ نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا جائز ہے۔

مزید لکھتے ہیں۔

بیشک فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

(تحفۃ الاحوذی: ۱/۲۴۶)

مزید لکھتے ہیں:

بے شک دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا دعا کے آداب سے ہے اور تحقیق بہت سی دعاؤں میں رسول اللہ ﷺ سے ہاتھ اٹھانا ثابت ہے اور فرض نمازوں کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے سے ممانعت ثابت نہیں بلکہ اسکے ثبوت میں احادیث آئی ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی: ۱/۲۷۶)

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتویٰ

فرض نماز کے بعد دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا رسول اکرم ﷺ سے قولاً فعلاً ثابت ہے جیسا کہ اہل علم پر (یہ بات) پوشیدہ نہیں۔ (فتاوی نذیریہ: ۲/ ۲۶۶)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا فتویٰ

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض دعا مانگنا درست ہے (فتاوی ثنائیہ: ۱/ ۵۰۶)

مولوی محمد صادق صاحب سیالکوٹی

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے۔ (صلوٰۃ الرسول۔ ۳۴)

مولانا علی محمد سعیدی صاحب کا فتویٰ

اس سوال کہ بعد نماز فرائض وسنت ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ۔ نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواز پر قولی وفعلی اثری بہت سی دلیلیں ہیں۔ جن کو نمونۃً درج کیا جاتا ہے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں (فتاوی علمائے حدیث ۳/۲۱۵)

سوال: کیا صحابہ کرام نے بھی سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگی ہے؟

جواب: جب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی پر عامل ہوں گے۔ (فتاوی علمائے حدیث ۳/۲۱۷)

حرف آخر:

عقل مند اور انصاف پسند مسلمان کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے۔ ہٹ دھرم متعصب کے لیے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق دے۔

خلاف شرع وہ کام ہوتا ہے جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو نہ کہ وہ جو کسی کی طبیعت کے خلاف ہو جھوٹے مسلک کے خلاف ہو۔ دعا مانگنا بدعت نہیں بلکہ نہ مانگنا اور

چند قرآنی دعائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

(۱) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے ہمارے رب! عطا فرما ہمیں دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچالے ہمیں آگ کے عذاب سے۔

(۲) رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

اے ہمارے رب! اتار ہم پر صبر اور جمائے رکھ ہمارے قدموں کو اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر۔

(۳) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ وَاغْفِرْ لَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

اے ہمارے رب! نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا خطا کر بیٹھیں اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ جیسے تو نے ڈالا تھا ان پر جو ہم سے پہلے گذرے ہیں۔ اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر وہ بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں قوت نہیں اور درگزر فرما ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر تو ہی ہمارا دوست اور مددگار ہے، پس تو مدد فرما ہماری، قوم کفار پر۔

(٤) رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

اے ہمارے رب! نہ ٹیڑھے کر ہمارے دل بعد اس کے کہ تو نے ہدایت دی ہمیں اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت۔ بے شک! تو ہی سب کچھ بہت زیادہ دینے والا ہے۔

(٥) رَبَّنَآ اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے ہمارے رب! یقیناً ہم ایمان لائے تو معاف فرما دے ہمارے لئے ہمارے گناہ اور بچا ہمیں آگ کے عذاب سے۔

(٦) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

اے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کام میں اور ثابت قدم رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر۔

(٧) رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ.

اے ہمارے مالک! پس بخش دے ہمارے گناہ اور مٹا دے ہم سے ہماری برائیاں اور اپنے کرم سے موت دے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ۔

(٨) رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

اے ہمارے رب! عطا فرما ہمیں جو وعدہ کیا تو نے ہمارے ساتھ اپنے رسولوں کے ذریعہ اور نہ رسوا کر ہمیں قیامت کے دن بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

(۹) رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ.

اے پروردگار! اتار ہم پر خوان آسمان سے بن جائے ہم سب کے لئے خوشی کا دن ہمارے اگلوں کے لئے بھی اور ہمارے پچھلوں کے لئے بھی اور ہو جائے ایک نشانی تیری طرف سے اور رزق دے ہمیں اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

(۱۰) رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

ہمارے پروردگار! ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر، اور اگر نہ بخشش فرمائے تو ہمارے لئے اور نہ رحم فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔

(۱۱) رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ.

اے میرے رب! بنادے مجھے نماز کو قائم کرنے والا اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے رب! میری یہ التجا ضرور قبول فرما۔ اے ہمارے رب! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

﴿روزمرہ زندگی کی چند اہم مسنون دعائیں﴾

نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی دعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ط

(صحیح بخاری، حدیث: ۶۳۱۲۔)(صحیح مسلم۔، حدیث: ۲۷۱۱)

ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں زندہ کیا، بعد اس کے کہ اس نے ہمیں ماردیا تھا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

سوتے وقت یہ دعاء پڑھے

(۱) بِاسْمِكَ وَضَعْتُ جَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ .

تیرے ہی نام کے ساتھ میں لیٹا ہوں پس تو ہی میری مغفرت کر دے۔

یا یہ دعا پڑھیں

بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْیَا . (صحیح بخاری، حدیث: ۶۳۲۴)

تیرے ہی نام کے ساتھ اے اللہ! میں مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔

(۲) پھر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ، چونتیس مرتبہ اللہ اکبر۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۳۱۸)

یہ وہ عظیم ترین عطیہ ہے جو آقائے دو جہاں ﷺ نے اپنی چہیتی صاحب زادی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنھا کو غلام اور کنیز کے بجائے عطا کیا۔

(۳) سوتے وقت دونوں ہاتھ ملا لے اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر ان پر دم کرے۔ پھر جہاں تک ہوسکے ان کو تمام جسم پر پھیرے سر اور چہرہ اور بدن کے سامنے حصہ سے شروع کرے۔ اس طرح تین مرتبہ عمل کرے۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۵۰۱۷)

([illegible])

(۴) سوتے وقت بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص سوتے وقت بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے آس پاس کے گھروں کی حفاظت فرماتے ہیں اور صبح تک۔ شیطان اس کے پاس نہیں آتا۔

(صحیح بخاری، حدیث:۲۳۱۱)

(۵) سوتے میں اچھا یا برا خواب دیکھ کر آنکھ کھل جانے کے وقت کے آداب اور دعاء

حدیث شریف میں آیا ہے اگر سوتے میں کوئی اچھا خواب دیکھے اور آنکھ کھل جائے تو اس پر الحمد للہ کہے اور اس کو بیان بھی کرے۔ مگر انہیں لوگوں کے سامنے بیان کرے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی برا خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تھوک دے یا پھونک مار دے۔ اور تین مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ خواب کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور جس کروٹ پر سو رہا تھا اس کو بدل دے یا اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھے۔

(۶) سوتے میں ڈر جائے یا کوئی گھبراہٹ یا پریشانی محسوس ہو تو یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ.

میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ لیتا ہوں اس کے غضب سے۔ اس کے عذاب سے، اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ شیطان میرے پاس بھی آئیں"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ یہ دعا اپنے سمجھ دار بچوں کو لفظاً لفظاً یاد کرایا کرتے تھے اور نا سمجھ بچوں کے گلے میں تعویذ لکھ کر ڈال دیا کرتے تھے۔

جو شخص درج ذیل آیات رات کے وقت پڑھتا ہے یہ اس کے لئے کافی ہوتی ہیں۔

(۷) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ (البقرہ:۲۸۵۔۲۸۶)(صحیح مسلم، حدیث:۸۰۷)

ایمان لایا یہ رسول (کریم) اس (کتاب) پر جو اتاری گئی اس کی طرف اس کے رب کی طرف سے اور (ایمان لائے) مومن بھی یہ سب دل سے مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو (نیز کہتے ہیں) ہم فرق نہیں کرتے کسی میں اس کے رسولوں سے اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی ہم طالب ہیں تیری بخشش کے اے ہمارے رب! اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹنا ہے۔ ذمہ داری نہیں ڈالتا اللہ تعالیٰ کسی شخص پر مگر جتنی طاقت ہو اس کی۔ اس کو اجر ملے گا جو (نیک عمل) اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو (برا عمل) اس نے کمایا اے ہمارے رب! نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا خطا کر بیٹھیں۔ اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر بھاری بوجھ جیسے تو نے ڈالا تھا ان پر جو ہم پہلے گزرے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! نہ ڈال ہم پر وہ بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں قوت نہیں اور درگزر فرما ہم سے اور بخش دے ہم کو اور رحم فرما ہم پر۔ تو ہی ہمارا دوست (اور مددگار) ہے۔ تو مدد فرما ہماری قوم کفار پر۔

جو شخص بستر پر لیٹتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) ۳۳ دفعہ الحمد للہ (ہر تعریف اللہ کے لئے ہے) اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے) کہے، یہ اس کے لئے ایک نوکر سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث:۶۳۱۸، صحیح مسلم، حدیث:۲۷۲۷)

تہجد کے وقت اٹھے تو یہ پڑھے

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ . سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ .

پاک ہے اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے پاک ہے اللہ تعالیٰ اور اسی کی حمد کرتے ہیں۔

مغرب اور فجر کی نماز کے بعد پڑھنے کی دعاء

صبح کی نماز کے بعد جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں اسی طرح دوزانو بیٹھے ہوئے بات کرنے سے قبل

دس مرتبہ یا سو مرتبہ یہ کلمہ توحید پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کی سب تعریف ہے

وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اسی کے ہاتھ میں تمام تر خیر اور بھلائی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے بعد یہ دعا مانگے

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا.

اے اللہ! میں تجھ سے حلال روزی، نفع رساں علم، مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔ مغرب کی نماز کے

بعد بھی یہی کلمہ دعائے قنوت:۔ دس مرتبہ پڑھے۔

گھر سے نکلتے وقت کی دعائیں

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

(ابوداؤد۔ حدیث: ۵۰۹۵۔ ترمذی: حدیث ۳۴۲۶)

(میں اس گھر سے) اللہ کے نام کے ساتھ (نکل رہا ہوں) میں نے بھروسہ کیا اللہ پر، اور گناہ

سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت، مگر اللہ کی توفیق سے۔

(۲) اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَیَّ ۔ (ابوداؤد۔حدیث ۵۰۹۴، ترمذی، حدیث: ۳۴۲۷)

اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں (اس بات سے) کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا مجھے گمراہ کر دیا جائے، میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے، میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں کسی سے جہالت سے پیش آؤں یا میرے ساتھ جہالت سے پیش آیا جائے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دعاء

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کی بہتری کا، اللہ کے نام کے ساتھ ہم (گھر میں) داخل ہوئے اور اللہ ہی کے نام کے ساتھ ہم نکلے، اور اپنے رب ہی پر ہم نے توکل کیا، پھر اپنے گھر والوں کو سلام کہے۔ (ابوداؤد۔حدیث:۵۰۹۶،)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان گھر میں داخل ہونے کے وقت، کھانا کھانے کے وقت اللہ تعالی کا ذکر کر لیتا ہے تو شیطان اپنی ذریت سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تمہارے لئے رات کا ٹھکانہ ہے اور نہ کھانا پینا۔ چلو یہاں سے۔ اور جو شخص گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ تعالی کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان اپنی ذریت سے کہتا ہے آؤ! آؤ! رات کا ٹھکانہ بھی تمہیں مل گیا اور کھانا بھی۔ اسی گھر میں ڈیرے ڈال دو۔

سجدہ تلاوت کی دعاء

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ. (ترمذی شریف۔حدیث

۳۴۲۵۔احمد: ۶/۳۰ اور حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی

اور یہ زائد الفاظ "فتبارک اللہ احسن الخالقین بھی حاکم کے ہیں۔)

سجدہ کیا میرے چہرے نے اس ذات کو جس نے اسے پیدا فرمایا۔اور اس نے اس کے کان اور آنکھ کے سوراخ بنائے اپنی طاقت اور قوت کے ذریعے سے بڑا بابرکت ہے اللہ تعالی جو بہترین خالق ہے۔

کھانا کھانے سے پہلے کی دعاء

(۱) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اسے بسم اللہ (اللہ کے نام کے ساتھ (کھانا) شروع کرتا ہوں) کہنا چاہیے اور اگر شروع میں کہنا بھول جائے تو اسے

بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ. (ابوداؤد۔حدیث: ۳۷۶۷۔ترمذی،حدیث: ۱۸۵۷)

اللہ کے نام کے ساتھ (کھانا شروع کرتا ہوں) اس کے شروع اور اس کے آخر میں کہنا چاہیے۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جسے اللہ تعالی کھانا کھلائے اسے کہنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ.

اے اللہ! برکت عطا کر ہمارے لئے اس میں اور کھلا ہمیں زیادہ بہتر اس سے۔

اور جسے اللہ تعالی دودھ پلائے، اسے کہنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ. (ترمذی شریف،حدیث: ۳۴۵۵)

الٰہی! برکت فرما ہمارے لئے اس میں اور زیادہ دے ہمیں اس سے بھی۔

کھانے سے فراغت کے بعد کی دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمان کیا۔ (حصن حصین)

مہمان کی میزبان کے لئے دعاء

(۱) اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ فَاغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ ۔

(صحیح مسلم، حدیث ۲۰۴۲)

اے اللہ! برکت عطا فرما ان کے لئے، ان چیزوں میں جو دیں تو نے ان کو اور انہیں معاف فرما اور ان پر رحم فرما۔

(۲) اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ ۔

(صحیح مسلم، حدیث: ۲۰۵۵)

اے اللہ! کھلا اسے جس نے مجھے کھلایا اور پلا اسے جس نے مجھے پلایا۔

بچوں کو کن الفاظ کے ساتھ اللہ کی حفاظت میں دیا جائے؟

رسول اللہ ﷺ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیتے۔

اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّةِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَآمَّةٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّآمَّةٍ ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۳۳۷۱)

میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے، اور ہر لگ جانے والی نظر سے۔

نوٹ: ایک بچہ ہو تو اُعِیْذُكَ اور ایک بچی ہو تو اُعِیْذُكِ، اور زیادہ یا مشترکہ ہوں تو اُعِیْذُکُمْ کہیں۔

مشکل کام کی آسانی کے لئے دعاء

اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلًا . (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۲۴۲۷)

اے اللہ! نہیں ہے کوئی کام آسان، مگر وہی جسے تو کردے آسان اور تو کردیتا ہے مشکل کام کو، جب تو چاہے آسان۔

بیمار پرسی کی فضیلت

نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے تو وہ بیٹھنے تک جنت کے میووں میں چلتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر صبح کا وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعاء کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کا وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعاء کرتے رہتے ہیں۔ (ترمذی، حدیث: ۹۶۷، ۹۶۹، ابن ماجہ، حدیث: ۱۴۴۲)

بیمار پرسی کے وقت مریض کے لئے دعاء

(۱) لَا بَاْسَ طُھُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ . (صحیح بخاری، حدیث: ۵۶۶۲)

کوئی حرج نہیں یہ بیماری پاک کرنے والی ہے اگر چاہا اللہ نے۔

(۲) اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ .

(رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: کہ کوئی مسلمان کسی ایسے مریض کی بیمار پرسی کرے جس کی موت کا وقت نہ آپہنچا ہو، اور سات دفعہ یہ دعا پڑھے تو اسے عافیت مل جاتی ہے، ابوداؤد، حدیث: ۳۱۰۶)

میں سوال کرتا ہوں بڑی عظمت والے اللہ سے، جو عرش عظیم کا رب ہے کہ وہ شفاء عطا فرمائے تمہیں۔

چھینک کی دعاء

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے کہنا چاہیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔

اور اس کے دوست یا بھائی کو کہنا چاہیے

یَرْحَمُکَ اللّٰہُ . رحم فرمائے تم پر اللہ۔

اور جب اس کا بھائی اسے یہ کہے تو وہ یہ کہے

یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ . (صحیح بخاری۔حدیث:۶۲۲۴)

تمہیں ہدایت دے اللہ، اور درست کرے تمہارا حال۔

شادی کرنے والے کے لئے دعاء

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ .

(ابوداؤد، حدیث:۲۱۳۰، ابن ماجہ، حدیث:۱۹۰۵)

برکت کرے اللہ تیرے لئے اور برکت کرے تجھ پر اور جمع کرے تم دونوں کو خیر (بھلائی) میں۔

شادی کرنے اور سواری خریدنے والے کی دعاء

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ "جب تم میں سے کوئی شخص شادی کرے یا خادمہ (لونڈی) خریدے تو اسے یہ دعا کرنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَاجَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَاوَشَرِّ مَاجَبَلْتَھَا عَلَیْہِ.

اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جس پر پیدا کیا تو نے اس کو اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا۔ اور جب اونٹ خریدے تو اس کی کوہان کی چوٹی پکڑے۔ پھر بھی یہی دعا پڑھے۔

(ابوداؤد، حدیث ۲۱۶۰۔ ابن ماجہ، حدیث ۱۹۱۸،)

بیوی کے پاس آنے سے پہلے دعاء

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا. (صحیح بخاری، حدیث: ۶۳۸۸۔ صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۳۴)

اللہ کے نام کے ساتھ، الٰہی! ہمیں بچا، شیطان (مردود) سے اور بچا شیطان سے (اس اولاد کو بھی) جو تو ہمیں عطا فرمائے۔

غصہ آجانے کے وقت کی دعاء

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ .

(صحیح بخاری، حدیث: ۶۱۱۵۔ صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۱۰)

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔

مجلس کا کفارہ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ . (ابو داود، حدیث: ۴۸۵۹۔ ترمذی، حدیث: ۳۴۳۳)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی مجلس میں تشریف رکھتے یا قرآن کریم کی تلاوت فرماتے یا نماز پڑھتے تو اس کا اختتام ان الفاظ پر کرتے: نسائی عمل الیوم واللیلۃ، حدیث: ۳۰۸،)

پاک ہے تو اے اللہ! اپنی تعریفوں سمیت۔ میں گواہی دیتا ہوں یہ کہ نہیں کوئی معبود سوائے تیرے، میں معافی مانگتا ہوں تجھ سے اور رجوع کرتا ہوں تیری طرف۔

اچھا سلوک کرنے والے کے لئے دعاء

جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً. (ترمذی شریف، حدیث: ۲۰۳۵)

بدلہ دے تمہیں اللہ (اس سے) زیادہ بہتر۔

سواری پر بیٹھنے کی دعاء

بِسْمِ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَاكُنَّالَهٗ مُقْرِنِيْنَ ط وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ يَغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. (ابوداؤد، حدیث: ۲۶۰۲، ترمذی: حدیث: ۳۴۶۴)

اللہ تعالیٰ کے نام سے، ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کر دیا ہمارے، اسے ورنہ نہیں تھے ہم اسے قابو میں لا سکنے والے۔ اور بے شک ہم اپنے ہی رب کی طرف واپس جانے والے ہیں سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، تو پاک ہے اے اللہ! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، پس تو معاف فرما دے مجھے، بے شک نہیں معاف کر سکتا گناہوں کو سوائے تیرے۔

سفر کی دعاء

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَاكُنَّالَهٗ مُقْرِنِيْنَ ط وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ط

پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کر دیا ہمارے اسے ورنہ نہیں تھے ہم اسے قابو میں لا سکنے والے اور یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف واپس جانے والے ہیں۔

سفر سے واپسی پر

یہی الفاظ کہتے اور ان میں یہ اضافہ کرتے

آئِبُوْنَ ،تَائِبُوْنَ ،عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ . (صحیح مسلم، حدیث:۱۳۴۲)

(ہم) واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے اور اپنے رب ہی کی تعریف کرنے والے ہیں۔

سفر میں ضرورت کے وقت مدد طلب کرنے کا مجرب عمل

(۱) اگر سفر میں سواری کا جانور چھوٹ کر بھاگ جائے بلند آواز سے پڑھے۔ اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَاللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ۔ مدد کرو اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔

(۲) اگر کسی مددگار کو بلانا ہو تو بلند آواز سے کہے یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ (تین مرتبہ کہے)

مصنف حصن حصین فرماتے ہے کہ یہ عمل آزمودہ ہے۔

(۳) جب اس شہر کو دیکھے جس میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کو دیکھتے ہی کہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَآ اَظْلَلْنَ . وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَآ اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَآ اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَاذَرَیْنَ اِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا .

اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے اور اس تمام مخلوق کے پروردگار جس پر یہ سایہ فگن ہیں۔ اور ساتوں زمینوں کے اور اس تمام مخلوق کے پروردگار جس کو یہ اٹھائے ہوئے ہیں اور تمام شیطانوں کے اور اس تمام مخلوق کے رب جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے اور تمام ہواؤں کے اور ان چیزوں کے رب جن کو ہواؤں نے بکھیر دیا ہے۔ اس گاؤں میں اور اس گاؤں کے رہنے والوں میں جو خیر و خوبی ہے ہم تجھ سے اس کا سوال کرتے ہیں۔

مسافر کی مقیم کے لئے دعاء

اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا تُضِیْعُ وَدَآئِعُهٗ (احمد ۲/۴۰۳، ابن ماجہ، حدیث: ۲۸۲۵)

میں سپرد کرتا ہوں تمہیں اس اللہ کے، کہ نہیں ضائع ہوتیں اس کے سپرد کی ہوئی چیزیں۔

مقیم کی مسافر کے لئے دعاء

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ (ترمذی، حدیث: ۳۴۴۳)

میں سپرد کرتا ہوں اللہ کے تمہارے دین کو اور تمہاری امانت کو اور تمہارے آخری عمل کو۔

مرغ بولے اور گدھا ہینگے تو کیا کہے؟

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے فضل کی دعا کرو۔ (مثلاً کہو):

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.

اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے فضل کا۔

کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کے ہینگنے کی آواز سنو تو کہو:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. (ابوداؤد، حدیث ۵۱۰۲)

میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔ اس لئے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے،

بازار میں داخل ہونے کی دعاء

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (ترمذی شریف، حدیث: ۳۴۲۸، حاکم: ۱/۵۳۸)

نہیں کوئی معبود مگر اللہ وہ اکیلا ہے نہیں کوئی شریک اس کا، اس کی بادشاہت اور اسی کی ہی سب

تعریف ہے، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ زندہ ہے نہیں وہ مرتا، اسی کے ہاتھ میں ہے سب بھلائی، اور وہ ہر چیز پر (کامل) قدرت رکھتا ہے۔

لباس پہننے کی دعاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا (الثَّوْبَ) وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ . (ابوداؤد، حدیث:۴۰۲۳)

ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے پہنایا یہ (لباس) اور عطا کیا مجھے یہ میری ذاتی قوت اور طاقت کے بغیر۔

نیا لباس پہننے کی دعاء

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ اَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِهٖ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَهٗ ط (ابوداؤد، حدیث:۴۰۲۰)

اے اللہ! تیرے ہی لئے ہر قسم کی تعریف ہے، تو نے ہی مجھے یہ پہنایا، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس کی بھلائی کا اور اس کام کی بھلائی کا جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور اس کام کے شر سے جس کے لئے اسے بنایا گیا ہے۔

نیا لباس پہننے والے کے لئے دعاء

(۱) تُبْلِیْ وَیُخْلِفُ اللّٰهُ تَعَالٰی . ط (ابوداؤد، حدیث:۴۰۲۰)

تم اسے بوسیدہ کرو، اور اللہ تعالیٰ (تمہیں) اس کے عوض اور دے۔

(۲) اِلْبَسْ جَدِيْدًا وَّعِشْ حَمِيْدًا وَّمُتْ شَهِيْدًا. (ابن ماجہ، حدیث: ۳۵۵۸)

پہنو! نیا لباس، اور زندگی بسر کرو قابل تعریف، اور فوت ہو تم شہید بن کر۔

سید الاستغفار

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْٓءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْٓءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ. (حصن حصین)

ترجمہ: الٰہی تو میرا رب ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے تیرے، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدہ پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کام کے شر سے جو میں نے کیا۔ میں اعتراف کرتا ہوں تیرے سامنے تیری ان نعمتوں کا جو تو نے مجھ پر فرمائی ہیں۔ اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ پس تو میرے گناہ بخش دے۔ اس لئے کہ تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس استغفار کو ایک مرتبہ دن میں یا رات میں یقین کامل کے ساتھ پڑھ لے گا اگر وہ اس دن یا رات میں وفات پائے گا تو وہ ضرور جنتی ہوگا۔

حدیث شریف میں اس استغفار کو سید الاستغفار (سب سے بڑے استغفار) کے نام سے ذکر فرمایا گیا ہے۔

دشمن کے شر سے بچنے کے لئے

سورہ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ پڑھا کرے۔ (حصن حصین)

حضرت ابوالحسن قزوینی فرماتے ہیں کہ سورہ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ہر نقصان و مضرت سے امان دینے والی ہے۔ آزمودہ عمل ہے۔

کسی بھی غم اور پریشانی آنے کے وقت یہ وظیفہ پڑھنا چاہیے

(۱) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۔ (حصن حصین)

(۲) یہ دعا بھی کثرت سے پڑھا کرے:۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ يَا حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ (حصن حصین)

(۳) یہ دعا بھی کم از کم تین مرتبہ پڑھے:۔

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا (یا) اَللّٰهُ رَبِّيْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا ۔ (حصن حصین)

(۴) کسی بھی رنج و غم اور مصیبت کے وقت یہ پڑھے اور دعا مانگے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَآءُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ بَصَرِيْ وَجَلَآءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ ۔ (حصن حصین)

الٰہی! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے ہی بندے، تیری ہی بندی کا بیٹا ہوں، میری پریشانی تیرے ہاتھ

میں ہے۔ تیرا ہر حکم میرے حق میں نافذ ہے، تیرا ہر فیصلہ میرے حق میں عدل ہے میں تیرے ہر اس نام کے توسل سے جو تیرا ہے تو نے خود اس کو اپنا نام رکھا یا اس کو اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو بتایا یا تو نے اس کو علم غیب کے خزانہ میں اپنے پاس ہی محفوظ رکھا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، نگاہ کا نور اور میرے غم کو ازالہ اور پریشانی کو دور کرنے کا ذریعہ بنا دے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ کسی مصیبت یا رنج وغم میں گرفتار ہو۔ اور وہ اس مذکورہ بالا دعا پڑھا کرے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت، پریشانی اور رنج وغم کو دور فرمائے گا۔ اور اس کے رنج واندوہ کو خوشی ومسرت سے بدل دے گا۔

(۵) کسی بھی رنج وغم پریشانی میں گرفتار ہونے کے وقت کثرت سے یہ پڑھے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ حدیث میں آیا ہے جو شخص یہ پڑھتا ہے اس کے لئے یہ ننانوے دکھ بیماریوں کی دوا ہے جس میں سے سب سے ہلکی بیماری فکر و پریشانی ہے۔

کسی بادشاہ یا ظالم شخص سے خوف کے وقت کی دعاء

یہ دعا تین مرتبہ پڑھے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَعَزُّ مِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللّٰهُ اَعَزُّ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلَانٍ وَّجُنُوْدِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَللّٰهُمَّ كُنْ لِّىْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَآؤُكَ وَعَزَّ جَارُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ. (حصن حصین)

اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اللہ اپنی تمام مخلوق سے زیادہ قوی ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ قوی ہے جس سے میں خائف ہوں اور ڈر رہا ہوں۔ میں اس اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جس نے اپنے حکم سے آسمان کو زمین پر آنے سے روکا ہوا ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں فلاں بندے کے اور اس کی فوج ولشکر کے اور اس کے پیروؤں اور ہم مت

گزاروں کے شر سے جن ہوں یا انسان۔ اے اللہ! تو انسب کے شر سے مجھے پناہ دینے والا بن جا! تیری حمد و ثناء بہت بڑی ہے اور تجھ سے پناہ لینے والا ہمیشہ غالب ہوتا ہے اور تیرے سوا کوئی بھی قابل عبادت نہیں ہے۔

پہلی کا چاند دیکھنے کے وقت کی دعاء

هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذَا الشَّهْرِ وَخَيْرِ الْقَدْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ ۔ (حصن حصین)

یہ خیر و برکت او نیکی کا چاند ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس ماہ کی خیر و برکت کا اور تقدیر الٰہی کی خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(چاند کو دیکھ کر یہ تین مرتبہ کہے)

چاند دیکھنے کی دعاء

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضٰى ، رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ ۔ (ترمذی شریف، حدیث: ۳۴۵۱، دارمی (الفاظ دارمی کے ہیں): ۳۳۶/۱)

اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! تو طلوع فرما اسے ہم پر امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ، اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند کرتا ہے، اے ہمارے رب! اور (جس سے) تو راضی ہوتا ہے۔ اے چاند! ہمارا اور تمہارا رب اللہ ہے۔

شب قدر دیکھنے کے وقت

اور جب شب قدر دیکھنا نصیب ہو تو یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔ (حصن حصین)

اے اللہ! بے شک تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے بھی معاف فرمادے

آئینہ دیکھنے کے وقت

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ وَحَسِّنْ خُلُقِيْ .

اے اللہ تو نے ہی میری صورت اتنی اچھی بنائی ہے پس تو ہی میرے اخلاق بھی خوب صورت بنا دے۔

قرض میں گرفتار ہونے کے وقت کی دعاء

(۱) اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ . (ترمذی، حصن حصین)

اے اللہ! تو مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام سے بچا لے اور اپنے فضل وکرم سے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دے۔

ادائیگی قرض یہ دعا کثرت سے پڑھا کرے:۔

(۲) اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تُعْطِيْهِمَا مَنْ تَشَآءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَّحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ .

اے اللہ سارے ملک کے مالک! تو ہی جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور تو ہی جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے تو ہی جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو ہی جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے ۔ ہر طرح کی خیر وخوبی تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے دنیا وآخرت میں بہت بڑے رحم کرنے والے تو جس کو چاہتا ہے دنیا وآخرت کی نعمتیں دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کو دونوں سے محروم کر دیتا ہے۔ تو مجھ پر وہ خاص رحمت فرما کہ اس کے ذریعہ تو مجھے اپنے ماسواء کی رحمت سے بے نیاز فرما دے۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ ۔

اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں ہر فکر و غم سے اور تیری ہی پناہ لیتا ہوں عاجزی اور کاہلی سے اور تیری ہی پناہ لیتا ہوں بزدلی اور بخل سے اور تیری ہی پناہ لیتا ہوں قرض کے غلبہ اور لوگوں کے زور و ظلم سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ دعا پڑھتا رہتا ہے اگر ریت کے ذروں کے برابر اس پر قرض ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ادا فرما دیتا ہے۔

کسی دکھ یا بیماری میں کسی کو گرفتار دیکھے تو یہ دعا مانگے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ۔

شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھے اس دکھ تکلیف سے عافیت میں رکھا جس میں تجھے مبتلا کیا اور بہت سی مخلوق پر مجھے نمایاں طور پر فضیلت دی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو دکھ، بیماری میں گرفتار دیکھ کر مذکورہ بالا دعا پڑھے گا وہ زندگی بھر اس دکھ تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ چاہئے کہ وہ یہ دعا آہستہ پڑھے تاکہ مریض اور دکھی کی دل شکنی نہ ہو۔

مبتلائے مصیبت کی دعاء

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۹۱۸)

یقیناً ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! اجر دے مجھے میرے صدمے میں اور بدلے میں دے مجھے زیادہ بہتر اس سے۔

قضا نماز کا پڑھنا

جب کسی سخت مجبوری کی وجہ سے وقت پر نماز ادا نہ کی جا سکے تو بعد میں اسے پڑھنا قضا کہلاتا ہے۔نماز جان بوجھ کر بلا عذر شرعی قضا کرنا بہت سخت گناہ ہے اس پر فرض ہے کہ اس کی قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے۔یہی توبہ درست اور قابل اعتبار ہے۔ لیکن اگر توبہ بھی کر لے اور گناہ سے باز بھی نہ آئے تو یہ توبہ نہیں۔ یہ رب ذوالجلال سے مذاق ہے۔

نماز قضا کرنے کا شرعی حکم

قصداً نماز قضا کرنا سخت گناہ ہے۔اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ دشمن اس کو مار دے گا تو اس کی وجہ سے وقتی نماز قضا کر سکتا ہے،بشرطیکہ وہ کسی طرح بھی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو۔

جن نمازوں کی قضا نہیں ہوتی

۱۔ مرتد کی حالت ارتداد کی نمازوں کی قضا نہیں۔

۲۔ مجنون پر حالت جنون کی وجہ سے جو نمازیں فوت ہو جائیں ان کی قضا نہیں ہے۔

۳۔ بیماری کی حالت میں بیمار پر جب وہ اشارے سے بھی نماز نہ پڑھ سکے اور یہ حالت 24 گھنٹے سے زائد باقی رہے تو ان فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں۔

۴۔ اگر بیماری یا جنون کی وجہ سے 24 گھنٹے سے زائد بے ہوش رہا تو اس دوران جو نمازیں فوت ہوئیں ان کی بھی قضا نہیں۔

۵۔ حیض و نفاس کے ایام کی نمازوں کی بھی قضا نہیں۔

احکام ومسائل

۱۔ قضا فرض اور وتروں کی ہوتی ہے۔

۲۔ سنتوں کی قضا نہیں ہوتی البتہ فجر کی سنتیں فرض نماز کے ساتھ قضا ہو جائیں تو دوپہر زوال سے پہلے پڑھنے کی صورت میں فرض کے ساتھ سنتیں بھی پڑھیں اور زوال کے بعد فجر کے صرف فرض قضا کریں۔

۳۔ عیدین اور جمعہ کی قضا نہیں ہوتی۔ اگر جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکیں تو ظہر کی نماز پڑھیں۔

۴۔ نماز تراویح کی بھی قضا نہیں ہوتی۔

۵۔ اگر چھ نمازیں قضا ہو جائیں تو اب وقت کی کوئی پابندی نہیں لیکن جلد قضا کرنا مستحب ہے۔

۶۔ اگر چھ نمازوں سے کم قضا ہوں تو وہ وقتی نماز سے پہلے پڑھیں اور ترتیب سے پڑھیں۔ ایسا شخص صاحب ترتیب کہلاتا ہے۔

۷۔ ممنوعہ اوقات میں قضا نماز بھی نہ پڑھیں مثلاً سورج کے طلوع اور غروب کے وقت۔ نیز زوال کے وقت بھی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

۸۔ اگر صاحب ترتیب (جس کی چھ سے کم نمازیں قضا ہوئیں) بھول کر یا وقت کم ہونے کی وجہ سے وقتی نماز پڑھ لے اور بعد میں قضا کر لے تو جائز ہے۔

۹۔ اگر وقت کی گنجائش ہو اور قضا نماز یاد بھی ہو اور ان کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو تو اب جب تک قضا نمازیں نہ پڑھے وقتی نماز جائز نہ ہوگی۔

۱۰۔ جو نماز جیسی فوت ہوئی اس کی قضا ویسی پڑھی جائے گی۔ مثلاً سفر میں نماز قضا ہوئی

تو چار رکعت والی دو رکعت ہی پڑھی جائے گی۔ اگرچہ حالت اقامت میں پڑھے اور حالت اقامت میں جو نماز فوت ہوگی تو چار رکعت والی کی چار رکعت ہی قضا ہے۔ اگرچہ سفر کی حالت میں ادا کرے۔

۱۱۔ ممنوعہ اوقات کے علاوہ دن میں جس وقت چاہیں جتنی چاہیں قضا نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

۱۲۔ یہ نیت کرنا ضروری ہے کہ فلاں وقت کی قضا ادا کر رہا ہوں۔

۱۳۔ جو نماز پہلے فوت ہو اسکی قضا پہلے کریں اور دوسری کی بعد میں مثلاً فجر اور ظہر کی نمازیں قضا ہوئیں تو پہلے فجر کی قضا کرے بعد میں ظہر کی۔

۱۴۔ قضا نمازیں نوافل سے اہم ہیں۔ یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے انہیں چھوڑ کر ان کے بدلے قضا پڑھیں کہ بری الذمہ ہو جائے البتہ تراویح اور سنت مؤکدہ نہ چھوڑے۔

نمازوں کا اسقاط/ فدیہ

جسکی نمازیں فوت یا قضا ہوگئیں اور انتقال ہو گیا تو اگر وصیت کر گیا اور مال بھی چھوڑا تو مال کی ایک تہائی سے ہر فرض و وتر کے بدلے نصف صاع جو یا گندم صدقہ کریں اور اگر مال نہ چھوڑا ہو اور ورثا فدیہ دینا چاہیں تو کچھ مال اپنے پاس سے یا قرض لے کر مسکین کو بطور صدقہ کر کے اس کے قبضہ میں دے دیں اور مسکین اپنی طرف سے ہبہ کر دے اور یہ قبضہ لے کر مسکین کو دے دے اسی طرح مختلف مساکین کو دیتے رہیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے، اسے حیلہ اسقاط کہتے ہیں۔ اگر میت نے مال چھوڑا ہے مگر تھوڑا ہے تو اسے بھی اسی طرح کریں۔

نوٹ

۱۔ ایک فرض نماز کا فدیہ سوا دو سیر گندم ہے۔

۲۔ میت نے وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے وصیت پوری کر دی جائے۔

۳۔ اگر وصیت نہ کی ہو تو ورثا اپنے ذاتی مال سے فدیہ دے دیں۔ اگر وہ تمام نمازوں کا فدیہ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں پھر حیلے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

۴۔ اگر فدیہ زیادہ بنتا ہو اور مال تھوڑا ہو تو حیلہ اسقاط کی ضرورت ہوگی۔

۵۔ فدیہ صرف فقراء کو ہی دیا جائے گا۔

۶۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ چند فقراء اکٹھے ہو جائیں میت کا ولی رقم ایک فقیر کو دے اس طرح فدیہ کی مقدار کے مطابق نمازیں ساقط ہو جائیں گی۔ مثلاً چھتیس سیر گندم ہو تو سولہ نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ اب وہ فقیر اس غلے یا رقم کا مالک ہے وہ اپنی مرضی سے دوسرے فقیر کو دے اور نیت یہ ہو کہ میت کی طرف سے فدیہ ہے۔ اس طرح بتیس 32 نمازیں ساقط ہو گئیں دوسرا فقیر اسی طرح تیسرے کو دے اور تیسرا چوتھے کو یہاں تک کہ تمام نمازیں ساقط ہو جائیں۔

۷۔ میت کے ترکہ سے وصیت نہ ہونے کی صورت میں فدیہ نہ دیں۔ کیونکہ اس میں نابالغ بچے بھی ہو سکتے ہیں۔ فدیہ میں قرآن کریم بھی دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے اتنا ہی فدیہ ادا ہوگا جو قرآن پاک کا ہدیہ ہوگا۔

۹۔ نماز کسی عاقل و بالغ کو کسی حالت میں معاف نہیں ماسوائے خواتین کے کہ انہیں کو خصوصی ایام میں نماز کی رخصت ہے۔

مریض کی نماز

اسلام نے مرض کی حالت میں بقدر ضرورت آسانیاں رکھی ہیں تاکہ نماز پڑھنے میں کوئی تساہل آمیز اور نامعقول عذر باقی نہ رہے۔ شریعت نے مریض کے لیے جو آسانیاں رکھی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اگر کوئی مریض ایسا ہے جو فرض قیام کی مقدار کے برابر کھڑا نہیں ہوسکتا اور کھڑا ہونے سے واقعی ضرر یا نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے یا مرض بڑھ جاتا ہے یا مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہے یا مرض کے اچھا ہونے میں دیر کا اندیشہ ہے تو ان سب صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ مریض بالکل کھڑا نہ ہوسکے اور اگر مریض بالکل سیدھا نہ کھڑا ہوسکتا ہو یا زیادہ دیر کھڑا نہ ہوسکتا ہو تو جتنا بھی کھڑا ہوسکتا ہو اور جتنی دیر کھڑا ہوسکتا ہو اتنی ہی دیر قیام کرنا واجب ہے۔ اگر لاٹھی کے سہارے یا دیوار سے ٹیک لگا کر یا کسی آدمی پر بوجھ ڈال کر کھڑا ہوسکتا ہے تو اسی طرح کھڑا ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ جب کوئی امکانی صورت کھڑا ہونے کی نہ ہو تو پھر بوجہ مجبوری قیام ترک کر کے بیٹھ کر نماز پڑھے۔

۲۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہوسکتا ہو مگر رکوع و سجود نہ کرسکتا ہو تو افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرے کیونکہ قیام کی صورت میں رکوع و سجود کے لیے اشارہ کرنا نسبتاً دشوار ہے اس لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا اور رکوع و سجود کے لئے اشارہ کرنا جائز اور افضل ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص قیام، رکوع اور سجود پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر سر کے اشارہ سے نماز پڑھے رکوع میں ذرا کم اور سجدے میں زیادہ جھکے۔ اگر سیدھا بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو آدمی دیوار کے سہارے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ الغرض جہاں تک ممکن ہو، بیٹھ کر نماز پڑھے قعود پر قادر ہوتے ہوئے لیٹ کر نہ پڑھے۔

۴۔ اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی کوئی امکانی صورت نہ ہو تو پھر لیٹ کر نماز پڑھے۔ شریعت نے بیمار کے لئے یہ چار سہولتیں رکھ کر بیماری کے تمام حیلے بہانوں کا قلع قمع کر دیا ہے اور اس میں بھی اس فرض کی ادائیگی کو اہل بنا دیا ہے۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کا طریقہ

سیدھا لیٹ کر قبلہ کی طرف پاؤں کر لے مگر پاؤں موڑ کر رکھے۔ پھیلا کر نہ رکھے۔ کیونکہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ اس طریقہ کے مطابق لیٹ کر سر کے نیچے کوئی اونچا سا تکیہ رکھ لے تاکہ رکوع و سجود کرنے اور قعدہ سے کسی قدر مشابہت پیدا ہو جائے۔ پھر سر کے اشارے سے رکوع و سجود کرے۔ اگر اس طرح نہ پڑھ سکے تو دائیں کروٹ لیٹ کر پڑھے یا بائیں کروٹ لیٹ کر پڑھے، منہ ہر صورت میں قبلہ کی طرف ہو۔ اگر منہ قبلہ کی طرف نہ کر سکے یا نہ رہ سکے اور اس طرف منہ پھیرنے والا بھی کوئی نہ ہو تو پھر مجبوری ہے۔ جدھر کو منہ ہو اسی طرف پڑھ لے۔

نماز کب ساقط ہوتی ہے؟

اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی تو نماز نہ پڑھے پھر اگر ایک دن اور ایک رات سے زیادہ یہی حالت رہے تو نماز بالکل معاف ہو گئی اور اس کی قضا بھی واجب نہیں اور اگر ایک دن کے اندر پھر اشارے سے پڑھنے کی طاقت آ گئی تو فوت ہوئی نماز کی بھی اشارہ سے قضا کر لے۔

چند اہم مسائل

۱۔ فرض، سنتوں (موکدہ۔ غیر موکدہ) اور وتر نماز کے لئے کھڑا ہونا ضروری ہے۔ جب تک مجبوری نہ ہو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے مگر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

۲۔ اگر مریض قرأت تسبیح اور تشہد پڑھنے سے عاجز ہو تو بوجہ مجبوری ان کو ترک

کر دے۔

۳۔ اگر مریض خود رکعتوں اور سجدوں کو شمار نہیں کر سکتا تو کسی دوسرے کو پاس بٹھا لے اور وہ اسے یاد دلاتا رہے۔

۴۔ بیمار یا حاملہ عورت اگر کسی اونچی چیز کو سجدہ کرنے کے لئے زمین پر سامنے رکھ لے تو جائز ہے اگر وہ چیز کسی آدمی کے ہاتھ پر رکھی ہو تو جائز نہیں اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

۵۔ اگر کسی کی پیشانی پر زخم ہو اور سجدہ نہ کر سکتا ہو تو ناک پر سجدہ کرے۔ اس صورت میں اشارہ سے سجدہ کرنا جائز نہیں، ہاں اگر سجدہ کے لئے جھک نہیں سکتا تو اشارہ سے سجدہ کر لے۔

۶۔ اگر بے ہوشی اور جنون کی حالت ایک دن رات طاری رہے تو فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے۔ اگر اس سے زیادہ مدت گزر جائے تو قضا بھی معاف ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں حکم ہے کہ یہ بے ہوشی بیماری یا کسی اور قدرتی سبب سے ہو۔

۷۔ اگر نشہ کی وجہ سے مستی اور مدہوشی ہو تو خواہ کتنی مدت تک رہے، نمازوں کی قضا واجب ہوگی۔

مسافر کی نماز

جو آدمی گھر سے سفر پر جائے اگر اس کا ارادہ تین دن رات کے سفر کا ہو یا ساڑھے ستاون (57.5) میل یا تقریباً بانوے (92 کلومیٹر) یا اس سے دور جانے کا ہے تو وہ شرعی مسافر ہے۔ راستے میں جو نماز پڑھے وہ نماز قصر کہلاتی ہے، یعنی اس پر واجب ہے کہ چار فرض کی بجائے دو فرض پڑھے۔

ضروری وضاحت:

۱۔ دن اور رات سے مراد جہاں سال کا سب سے چھوٹا دن ہے بشرطیکہ وہاں دن اور رات معتدل ہوں یعنی چھوٹے دن کے اکثر حصہ میں منزل طے کر سکتے ہوں۔ لہذا جن شہروں میں دن بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ وہاں دن کا اعتبار نہیں۔

۲۔ کسی جگہ جانے کے لئے دو راستے ہوتے ہیں ایک سے مسافت سفر ہے دوسرے سے نہیں۔ تو جس راستہ سے مسافر جائے گا۔ اس کا اعتبار ہے۔ نزدیک والے راستے سے گیا تو مسافر نہیں اور دور والے راستہ سے گیا تو مسافر ہے۔

۳۔ اگر ایک راستہ خشکی کا ہے اور دوسرا دریا کا۔ ان میں سے ایک راستہ دو دن کا ہے اور دوسرا تین دن کا اگر تین دن والے راستے سے جائے تو مسافر ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ اگر تین دن کے راستے کو تیز رفتار سواری کے ذریعے چند گھنٹوں میں طے کرلے تو مسافر ہی ہے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم:۴۲)

مسافر کیلئے پانچ سہولتیں:

شریعت نے مسافر کے لیے پانچ سہولتیں رکھی ہیں۔

۱۔ چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر (بجائے چار رکعت کے دو رکعتیں پڑھے دو معاف ہیں۔)

۲۔ جمعہ وعیدین کی نمازیں اس پر واجب نہیں

۳۔ موزوں پر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔

۴۔ قربانی اس کے ذمے واجب نہیں ہے۔

۵۔ رمضان کے فرضی روزے اگر رمضان المبارک میں ترک کردے تو جائز ہے۔

سفر کی نیت اور احکام سفر

نیت سفر کی صحت کی تین شرطیں ہیں:

۱۔ سفر کرنے والا نیت کرنے میں مستقل ہو کسی دوسرے کا تابع نہ ہو۔ عورت اور غلام کی نیت معتبر نہیں کیونکہ وہ خاوند اور مالک کے تابع ہیں۔

۲۔ مسافر بالغ ہو نابالغ کی نیت صحیح نہیں ہے۔

۳۔ مدت سفر تین دن سے کم نہ ہو۔ (92 کلومیٹر سے کم فاصلہ نہ ہو)

وطن اصلی و وطن اقامت

وطن کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وطن اصلی (۲) وطن اقامت

وطن اصلی

وہ جگہ ہے جہاں اس کی پیدائش ہوئی یا اس کے گھر کے لوگ وہاں رہتے ہوں یا وہاں سکونت اختیار کر لی ہو اس ارادہ کے ساتھ کہ اب وہاں سے نہیں جائے گا۔

وطن اقامت

وہ جگہ ہے کہ مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔
(فتاویٰ عالمگیری)

نوٹ: ان دونوں مقامات پر قصر نہیں کرے گا۔

احکام ومسائل

۱۔ مسافر کو صرف چار رکعتوں والی فرض نماز میں قصر کرنی چاہیے، مغرب یا فجر کے فرضوں میں قصر نہیں۔

۲۔ اگر چار رکعتوں والی فرض نماز میں قصر نہ کرے اور بھول کر پوری چار رکعت پڑھ لے تو آخر میں سجدہ سہو کرنا لازم ہے۔ سجدہ سہو کر لینے سے دو فرض ہو جائیں گے اور دو نفل۔

۳۔ اگر دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہ کیا اور چار رکعتیں پڑھ لی تو اس کے فرض ادا نہیں ہوں گے بلکہ سجدہ سہو کرے، اس طرح چاروں نفل ہو جائیں گے۔ فرض از سر نو ادا کرے۔

۴۔ اگر ارادۃً یا قصداً قصر نہیں کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا اس پر توبہ لازم ہے۔

۵۔ قصر صرف چار فرضوں میں ہے سنتوں میں نہیں۔ سنت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا ہے سنتیں سرے سے ہی نہ پڑھے اور بعض نے کہا ہے کہ سنتیں ضرور پڑھے۔ (ظہیری)

۶۔ اگر کوئی گھر میں ہی سفر کی نیت کر لے تو جب تک وہ اپنے شہر سے باہر نہ ہو، مسافر نہ ہوگا۔

۷۔ مسافر جب فنائے شہر (وہ مقامات جو عوامی فلاح و بہبود کے لئے آبادی سے باہر بنائے جاتے ہیں ان کو فنائے شہر کہتے ہیں (آج کل محصول چونگیاں ہیں) سے باہر نکل جائے تو اس وقت سے قصر کرنے لگے اور جب تک سفر میں رہے یا اپنی بستی (وطن اصلی) میں لوٹ نہ آئے تب تک قصر کرتا رہے۔

۸۔ اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو اس بستی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی سے باہر ہے تو بستی کے حکم میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اسٹیشن پر پہنچ جانے کے بعد نماز قصر کرے گا۔

۹۔ مقیم صرف نیت سے ہو جاتا ہے جبکہ مسافر صرف نیت سے نہیں بلکہ جب تک سفر

کے لئے نہیں نکلتا پوری نماز پڑھتا رہے اگرچہ اس نے سفر کی نیت کرلی ہو۔

۱۰۔ اگر کوئی شخص کسی شہر میں کسی کام کی غرض سے گیا اور اس کی نیت یہ تھی کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو اپنے وطن واپس آ جاؤں گا تو وہاں اگر دو سال بھی لگ جائیں تو مقیم نہ ہوگا بلکہ مسافر ہی رہے گا۔ اسے قصر نماز ہی پڑھنی چاہیے۔ ایسے مسافر کو متردد مسافر کہتے ہیں۔

۱۱۔ جو لوگ دن رات سفر میں رہتے ہیں مثلاً گارڈ، ڈرائیور وغیرہ وہ دوران ڈیوٹی مسافر نہیں کہلا سکتے۔ ان کو پوری نماز پڑھنی چاہیے۔

۱۲۔ اگر مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو ساری پڑھے گا۔

۱۳۔ اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو تو امام دو پڑھ کر سلام پھیر دے گا۔ جبکہ مقتدی کھڑا ہو کر باقی تیسری اور چوتھی رکعت اس طرح پوری کرے گا کہ تیسری چوتھی رکعت میں قرأت نہیں کرے گا صرف قیام کر کے رکوع میں چلا جائے گا۔

(جوہر درمختار۔ بہار شریعت)

۱۴۔ مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں نہ پہنچ جائے یا پورے پندرہ دن آبادی میں ٹھہرنے کی نیت نہ کرے۔

۱۵۔ مسافر امام کے لیے مستحب ہے کہ امامت کرانے سے پہلے بتا دے کہ میں مسافر ہوں دو رکعتیں پڑھوں گا تم بعد میں دو رکعتیں پوری کر لینا۔

۱۶۔ جو نماز جس طرح قضا ہوئی ہو اس کی قضا بھی اسی طرح ہوگی مثلاً اگر کسی کی سفر میں نماز قضا ہوتی ہے تو وہ قضا بھی قصر ہی پڑھے گا، بیشک وہ مقیم ہو کر یعنی گھر میں واپس آ کر پڑھتا ہے تو قصر ہی قضا کرے گا۔

۱۷۔ جنگی مشقوں کے دوران فوجیوں کو یا ایسے لوگوں کو جو کسی کے تابع ہوں۔ اگر معلوم ہو کہ کتنے سفر پر جا رہے ہیں یا کتنے دن کے لئے جا رہے ہیں اور اگر ان کا ارادہ (۹۲) بانوے کلو میٹر ہو اور وہاں پہنچ کر ۱۴ دن کے قیام کا ہو تو قصر پڑھیں۔ اگر آپ آفیسر (امیر) کی حیثیت سے ہوں تو آپ کو سب کچھ معلوم ہوگا۔ اگر ماتحت

کے طور پر ہیں تو آپ کو سفر اور قیام کے دنوں کا علم نہیں تو آپ پوری پڑھیں گے۔علمائے کرام نے لکھا ہے۔

پس وہ شخص جو جائے سکونت کی آبادی سے آگے نہ بڑھا یا آگے چلا گیا لیکن بچہ تھا یا کسی کے تابع تھا اور اس کے متبوع نے سفر کی نیت نہیں کی مثلاً عورت اپنے خاوند کے ساتھ غلام اپنے آقا کے ساتھ یا سپاہی اپنے آفیسر (امیر) کے ساتھ تو وہ قصر نہ کرے (نورالایضاح)

۱۸- اگر مسافر کی دو بیویاں ہیں اور الگ الگ شہروں میں رہتی ہیں۔ ان کے پاس پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔مسافر نہیں رہے گا۔

۱۹- نیت اقامت صحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔

۱- چلنا ترک کر دے۔ ۲- وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو۔

۳- پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو۔ ۴- نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو۔

(اگر دو مقامات پر ٹھہرنے کی نیت کرے گا تو مقیم نہیں ہوگا۔)

۵- اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کے تابع نہ ہو۔

۶- اس کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری، ردالمحتار)

سواری پر نماز

۱۔ جب ٹرین میں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھنی چاہیے اور اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہیں رکتی تو ٹرین میں نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک فرض کا ترک اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔ مسافر کو قبلہ نما رکھنا چاہئے اس کی مدد سے قبلہ کی سمت کا تعین کریں۔ دن میں سورج کو دیکھ کر قبلہ کی سمت کا تعین کریں اور قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

۲۔ ہوائی جہاز میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ سیٹ پر بیٹھ کر اشاروں سے رکوع سجود کرے اور سجود میں رکوع کی نسبت زیادہ جھکے اور فرض نماز کو ترک نہ کرے۔
(شرح صحیح مسلم)

۳۔ اگر مسافر کو چلتی ہوئی ٹرین یا کشتی یا جہاز پر رکوع وسجود کرنے کی قدرت ملے تو اسے اشارہ سے پڑھنا ناجائز ہے رکوع وسجود کرنا چاہیے۔

۴۔ اگر کشتی کنارہ پر بندھی ہوئی ہے یا ٹرین رکی ہوئی ہے تو رکوع اور سجود کرنا چاہیے۔ اور قیام بھی کرنا چاہیے جہاں تک ممکن ہو بہتر ہے کہ نیچے اتر کر نماز پڑھے۔ اگر باہر نکلنا ناممکن ہو تو بوجہ مجبوری ٹرین یا کشتی وغیرہ پر پڑھ لے۔

نمازِ خوف

خوف کے وقت مخصوص انداز سے نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہے۔

واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم ۰ فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم واسلحتھم (النساء۔۱۰۲)

(اے محبوب ﷺ! جب تم ان میں تشریف فرما ہوں۔ اور ان میں نماز کی امامت کرو تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت نماز میں شریک نہ تھی۔ اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ (بچاؤ) اور اپنے ہتھیار لیے رکھیں۔)

حالت سفر میں نمازِ خوف کا طریقہ

نمازِ خوف کا حالت سفر میں مختصر طریقہ یہ ہے کہ پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پوری کر کے دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اور دوسری جماعت جو دشمن کے مقابل کھڑی تھی وہ آ کر امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے پھر فقط امام سلام پھیرے اور پہلی جماعت آ کر دوسری رکعت بغیر قرأت کے پڑھے اور تشہد کے بعد سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابل چلی جائے پھر دوسری جماعت اپنی جگہ آ کر ایک رکعت جو باقی رہی تھی اس کو قرأت کے ساتھ پورا کر کے سلام پھیر دے کیونکہ یہ لوگ مسبوق ہیں اور پہلے لاحق۔ حضرت ابن مسعود سے سید عالم ﷺ کا اسی طرح نمازِ خوف ادا کرنا مروی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد بھی صحابہ نمازِ خوف پڑھتے رہے حالت خوف میں اس طرح نماز ادا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کس قدر ضروری ہے۔

حالت حضر میں نمازِ خوف کا طریقہ

اگر لڑائی حضر (اقامت کی صورت میں) ہو رہی ہو یعنی جہاں نماز قصر نہیں ہوتی تو پہلا گروہ دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ کر چلا جائے۔ امام کھڑا رہے اور دوسرا گروہ آخری دو رکعتیں امام کے ساتھ آ کر پڑھے اور امام بیٹھا رہے۔ پھر سلام پھیر دے پہلا گروہ آخری دو رکعتیں بغیر قرأت کے پڑھے گا۔ کیونکہ یہ گروہ مسبوق کے حکم میں ہے اور پہلا لاحق کے حکم میں۔

چند اہم مسائل

۱۔ یہ اہتمام اس وقت ضروری ہے جب ساری فوج ایک ہی امام کے پیچھے نماز ادا کرنا چاہتی ہو جیسے زمانہ رسالت مآب ﷺ میں ہوتا تھا۔

۲۔ جہاں ایسا نہ ہو اور لوگ الگ الگ اماموں کے پیچھے نماز ادا کرنے پر معترض نہ ہوں تو پھر ایک جماعت ایک امام کے پیچھے پوری نماز ادا کرے اور دوسری دشمن کے مقابل ڈٹی رہے۔ جب پہلی جماعت فارغ ہو تو وہ مورچے سنبھال لے تو دوسری آ کر دوسرے امام کے پیچھے نماز ادا کرے۔

۳۔ اگر معرکہ جنگ جاری ہے اور دشمنوں سے مسلمان فوج گتھم گتھا ہو تو اس وقت جماعت کے اہتمام کی ضرورت نہیں۔

۴۔ جب جماعت نہ ہو سکتی ہو تو سواری پر پیدل یا جیسے بن آئے خواہ فقط اشاروں سے ہی نماز ادا کر لیں۔

۵۔ اتنی فرصت بھی نہ ہو تو نماز ملتوی کر دیں۔ بعد میں جب فراغت ہو ادا کر لیں۔

نماز جمعہ کے احکام و مسائل

جمعہ کی نماز فرض عین ہے۔اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے اس لئے کہ یہ نماز ظہر کے قائم مقام ہے۔

جمعہ کے دن کو جمعہ کہنے کی وجہ

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہتے تھے وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا۔اس دن کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن عبادت کے لیے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔

علامہ ثعلبی کہتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے جدامجد کعب بن لوی تھے۔اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الروض الانف میں لکھا ہے حضرت کعب بن لوی اس دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں وہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں بتاتے اور یہ فرماتے کہ آپ ﷺ ان کی اولاد میں معبوث ہوں گے اور انہیں آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے۔(الروض الانف)

فضیلت جمعہ

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں امام حاکم اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وصال فرمایا اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔اس دن مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ نے

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا۔ حالانکہ آپ ﷺ وصال فرما چکے ہونگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (زادالمعاد: علامہ ابن قیم)

شرائط جمعہ

جمعہ کی نماز کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو نماز نہیں ہوگی۔ شہر ہو یا شہر کے قائم مقام گاؤں ہو جو اپنے علاقے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔

نوٹ: جامع مصر یا شہر سے مراد وہ بستی ہے جس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے (عاقل، بالغ، مقیم، مرد) مکین سمانہ سکیں (درمختار)
اکثر فقہا کا اسی پر فتویٰ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تعریف یہ بھی منقول ہے:

وہ بڑا شہر جس میں گلیاں، بازار، محلے ہوں۔ جہاں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے۔ اپنے رعب، اپنے علم یا دوسروں کے علم سے لوگ اپنے گوناں گوں مسائل میں اس کی طرف رجوع کر سکیں۔

(ردالمختار، شامی: ۲/ ۱۳۷)

۲- سلطان اسلام یا اس کا نائب وغیرہ کا ہونا اور اس کی اجازت سے بھی جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔

۳- وقت ظہر کا ہونا جمعہ کے لئے شرط ہے۔ اگر جمعہ کے دوران عصر کا وقت داخل ہو گیا تو جمعہ باطل ہوگیا۔ اب ظہر کی نماز قضا پڑھی جائے گی۔

۴- نماز جمعہ کے لئے خطبہ واجب ہے اور وہ نماز سے پہلے ہو اور اسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لئے شرط ہے یعنی کم از کم تین مرد خطیب کے سامنے موجود

ہوں اور خطیب کی آواز ان تک پہنچتی ہو۔

۵- امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ صرف عورتوں اور بچوں کی موجودگی میں نماز جمعہ نہ ہوگی۔

۶- اذن عام: یعنی جس جگہ جمعہ ہو رہا ہے وہاں ہر کسی کو آنے جانے کی اجازت ہونی چاہیے کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

جن پر جمعہ فرض ہے

جمعہ فرض ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱- مسلمان ہونا۔ ۲- بالغ ہونا۔ ۳- تندرست ہونا۔

۴- بینا ہونا۔ ۵- مرد ہونا۔ ۶- عاقل ہونا۔

۷- مقیم ہونا۔ ۸- کسی ظالم کا خوف نہ ہو۔

جن پر جمعہ فرض نہیں

۱- عورت ۲- غلام ۳- قیدی ۴- مخبوط الحواس

۵- بیمار ۶- اپاہج ۷- تیماردار ۹- مسافر

۹- نابالغ

نوٹ: مریض، مسافر، عورت اگر جمعہ میں شریک ہو جائیں تو ان کا جمعہ ہو جائے گا۔ اگر غلام کو مالک اجازت دے تو وہ بھی جمعہ پڑھ سکتا ہے۔

جمعہ کی ادائیگی کا طریقہ

جمعہ کی کل رکعتیں چودہ ہیں، جن کی ادائیگی کا طریقہ درج ذیل ہے۔

پہلے چار سنتیں ادا کی جائیں گی۔ پھر جمعہ کا خطبہ سنا جائے گا۔ پھر امام کے ساتھ دو

فرض پڑھیں گے۔ اس کے بعد چار سنتیں پھر دو سنتیں اور آخر میں دو نفل پڑھیں گے۔ جمعہ کی دس کی دس سنتیں مؤکدہ ہیں ان کا چھوڑنا گناہ ہے۔

چند ضروری مسائل:

۱- جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔

۲- اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، پہلی صف میں بیٹھنا مستحب ہے۔

۳- جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام ہیں۔ مثلاً کھانا، پینا، سلام اور کلام وغیرہ۔

۴- سب حاضرین پر خطبہ سننا اور خاموش رہنا فرض ہے۔

۵- دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھائے بغیر دعا کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ ان اوقات میں سے ہے جن میں دعا قبول ہوتی ہے۔

۶- سرکار دو عالم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومتے ہوئے آنکھوں سے لگانا اور یوں کہنا **قرۃ عینی بك یا رسول الله** ﷺ ایک اچھا عمل ہے اور ایسا کرنے والا بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔ لیکن خطبے کے دوران نہ چومیں۔

۷- خطبے کے دوران اذان کا جواب بھی دل میں دیں۔

۸- خطبے کے دوران قعدے کی صورت میں بیٹھیں اس میں ادب اور احترام ہے۔

۹- خطبے کے دوران نہ کچھ پڑھیں نہ ہاتھوں کو حرکت دیں۔

۱۰- نماز جمعہ سے پہلے مسجد میں وعظ و تقریر ہوتی ہے اور بعد میں امام صاحب عربی میں ''خطبہ'' پڑھتے ہیں۔ کوشش کی جائے کہ ایسے عالم کی تقریر سنیں جو علمی گفتگو کرتا ہو۔ خوش آوازی اور شعر و شاعری کی بجائے علم کو ترجیح دی جائے۔

۱۱- نماز جمعہ کی قضا نہیں ہوتی۔ اگر جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکیں تو اب ظہر کی نماز پڑھیں۔

۱۲- اگر جمعہ کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں تو فرضوں کے بعد والی چھ سنتیں پڑھنے کے بعد ادا کریں۔

۱۳- تیمم کر کے جمعہ میں وہی شامل ہو سکتا ہے جسے کوئی عذر ہو۔ یعنی بیمار وغیرہ۔ ورنہ نماز جمعہ کے لئے تیمم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جمعہ نماز ظہر کا قائم مقام ہے۔ جب تک ظہر کا وقت موجود ہے نمازی کو پانی کی تلاش جاری رکھنی چاہیے۔

۱۴- دو خطبوں کے درمیان خطیب کا بیٹھنے کی مقدار تین آیتوں کے برابر ہے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان نہ بیٹھنے والا برائی کا مرتکب ہے اور یہ بھی سنت ہے کہ رسول خدا ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے خطبہ منبر پر پڑھے۔ (عالمگیری: ۱/ ۱۴۷)

۱۵- جس شخص پر جمعہ فرض ہے اس کو جمعہ کی نماز سے پہلے سفر نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اس کا خیال ہو یا ارادہ ہو کہ مجھے راستے میں جمعہ مل جائے گا اور میں اسے ادا کر لوں گا تو پھر سفر کی اجازت ہے۔ بعض علماء جمعہ کی نماز سے پہلے کے سفر کو حرام اور بعض نے مکروہ جانا ہے۔

۱۶- شہر میں جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یہ جائز نہیں۔ ہاں مگر جن پر جمعہ فرض نہیں وہ جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کا وقت ہو جانے کی صورت میں پڑھ سکتے ہیں۔ مگر جماعت نہ کروائیں (درمختار)

۱۷- جہاں پر جمعہ درست نہیں وہاں کے باشندے ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ (درمختار)

۱۸- جو شخص گاؤں سے جمعہ کے لیے شہر آئے اسے جمعہ کی ادائیگی کی نیت سے آنا چاہیے اور اس کا مقصود اصلی جمعہ ہی ہونا چاہیے۔

۱۹- جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مسجد میں جتنے لوگ ہوں انہیں نوافل، سنتیں وغیرہ ادا نہیں کرنی چاہئیں۔

ترک جمعہ پر وعید

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو کاہلی (سستی) کے باعث تین جمعے ترک کر دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (ابوداؤد: ۱/۴۰۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جس نے بلا عذر تین جمعے چھوڑے گویا اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ (نزہتہ المجالس: ۱/۲۵)

ترک جمعہ کا کفارہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کا جمعہ بغیر عذر کے فوت ہوا سے چاہیے کہ ایک درہم یا نصف درہم یا ایک صاع گندم یا نصف صاع گندم خیرات کرے۔ (ابوداؤد: ۱/۴۰۲)

﴿نمازعیدین﴾

عید کا معنی

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

جس دن لوگوں کا اجتماع ہو اس کو عید کہتے ہیں۔ عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی لوٹنا ہے۔ کیونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے۔ اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ یا عادت سے ماخوذ ہے۔ (لسان العرب: ۳/۳۱۹ مطبوعہ ایران)

ابن العربی نے کہتے ہیں عید کو اس لئے عید کہتے ہیں کہ یہ ہر سال نئ خوشی کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے۔

وجوب عیدین کی شرائط

جن پر جمعہ کی نماز واجب ہے ان پر ہی عیدین کی نماز واجب ہے اور اسکی ادائیگی کی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کی ہیں۔

نماز جمعہ اور نماز عیدین میں فرق

نماز جمعہ اور نماز عیدین میں درج ذیل چند فرق بیان کیے جاتے ہیں:

۱- جمعہ میں خطبہ واجب ہے اور اس کے بغیر جمعہ نہیں ہوگا۔ مگر عیدین میں خطبہ سنت ہے۔ بغیر خطبہ پڑھے نماز ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا برا عمل ہے۔

۲- جمعہ کا خطبہ قبل از نماز پڑھا جاتا ہے۔ مگر عید کا خطبہ بعد از نماز پڑھا جاتا ہے۔

۳- جمعہ کی نماز کیلئے اذان واقامت ضروری ہے، مگر عیدین میں اذان واقامت نہیں ہوتی۔

۴- جمعہ کی نماز کیلئے ظہر کا وقت ہونا ضروری ہے مگر عیدین کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے لیکر نصف النہار شرعی (سورج کے ڈھلنے) سے پہلے تک ہے۔

عید کے مستحبات

عید کے دن مندرجہ ذیل امور کو بجالانا مستحب۔

حجامت بنوانا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، انگوٹھی پہننا، صبح کی نماز محلّہ کی مسجد میں ادا کرنا، نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا، عید گاہ کی طرف پیدل جانا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا، عید الفطر پر چند کھجوریں یا کوئی میٹھی چیز کھا کر عید گاہ کی طرف جانا، عید الاضحیٰ پر نماز کے بعد آکر کچھ کھانا بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت کھائے، مصافحہ کرنا، معانقہ کرنا، مبارک باد دینا، مسواک کرنا، ناخن ترشوانا وغیرہ۔

نماز عید کا طریقہ

مسلمان سال میں دو عیدیں مناتے ہیں۔ ایک کو عید الفطر اور دوسری کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ دونوں کی ادائیگی کا طریقہ ایک ہی ہے۔

سب سے پہلے اس طرح نیت کریں کہ نیت کرتا ہوں خاص واسطے اللہ کے دو رکعت نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ واجب، سمیت چھ واجب تکبیروں کے، منہ طرف قبلہ شریف کے پیچھے اس امام کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھا کر زیر ناف باندھ لیں۔ پھر ثنا پڑھیں پھر امام کی تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دے، پھر دوسری تکبیر میں بھی ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں۔ تیسری تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑے نہیں باندھ لیں۔ پھر امام کے ساتھ رکعت مکمل کریں۔ دوسری رکعت میں امام صاحب قرأت کے بعد تین تکبیریں کہیں گے۔ ہر تکبیر پر ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں چلا جائے اور بقیہ نماز امام کے ساتھ مکمل کریں۔

چند اہم مسائل

۱- عیدگاہ کی طرف سواری پر جانا جائز ہے، مگر پیدل جانا افضل ہے۔

۲- عیدالفطر پر تکبیریں آہستہ آواز سے اور عیدالاضحیٰ پر بلند آواز سے پڑھتا ہوا جائے۔

۳- گاؤں میں عید پڑھنا مکروہ ہے۔ (گاؤں سے مراد وہ قصبہ ہے جہاں حاکم نہ ہو۔ گلیاں بازار، محلّہ نہ ہو یعنی جامع مصر نہ ہو۔)

۴- بلاوجہ نماز عید چھوڑنا گمراہی اور بدعت ہے۔

۵- عیدالفطر میں دیر کرنا اور عیدالاضحیٰ کا جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

۶- عید کی نماز پڑھتے ہوئے زوال کا وقت شروع ہو گیا تو نماز جاتی رہی۔

۷- صدقہ فطر ادا کر کے عید کی نماز پڑھے۔

۸- قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ذوالحجہ کی پہلی سے دسویں تاریخ تک نہ حجامت بنوائے نہ ناخن ترشوائے۔

۹- نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک پنجگانہ نماز میں (سلام کے فوراً بعد) بلند آواز سے ایک بار تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ تین بار افضل ہے۔ تکبیر تشریق یہ ہے۔ (**اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد**)

۱۰- عید والے دن فجر کی نماز کے بعد عید کی نماز سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا۔ مطلقاً مکروہ ہے۔ عیدگاہ میں ہو یا گھر میں۔ بلکہ مستحب یہ ہے کہ چار رکعتیں عید کے بعد گھر آ کر پڑھے۔ (درمختار، ردالمختار)

۱۱- اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے اور مقتدی اب شامل نماز ہو رہا ہے تو اسے چاہیے کہ پہلے تکبیریں کہہ کر شامل رکوع ہو۔ اگر رکوع کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو رکوع میں شامل ہو کر رکوع میں تکبیریں کہہ سکتا ہے۔ اگر رکوع کے اٹھنے کے بعد شامل ہوا ہو تو اب تکبیریں نہ کہے بلکہ جب اٹھ کر اپنی رکعت مکمل کرے تو اس وقت تکبیریں کہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، درمختار، بہار شریعت)

نماز تراویح

نماز تراویح وہ نماز ہے جو رمضان المبارک کے مہینے میں عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ اس کی بیس رکعتیں ہیں۔ تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس لئے نہ پڑھنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

نماز تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ یعنی اگر بعض لوگ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ لیں گے تو دوسروں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔ اگر سرے سے تراویح کی جماعت ہی نہ ہو تو تمام لوگ ترک سنت کے مرتکب ہوں گے۔

وجہ تسمیہ تراویح:-

نماز تراویح وہ نماز ہے جو کہ عشاء کے بعد نیند سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کو اس لیے تراویح کہتے ہیں کہ اس کی ہر چار رکعت کے بعد صحابہ و تابعین جنہوں نے پہلے اس نماز پر اجتماع کیا آرام کیا کرتے تھے۔

اس واسطے ہر چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں۔ ترویحہ کے معانی ایک دفعہ آرام کرنے کے ہیں۔ تراویح اس کی جمع ہے۔ اس نماز کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز آٹھ رکعت نہیں۔ کیونکہ آٹھ رکعت دو ترویحے ہیں۔ تراویح جمع ہے۔ کم از کم تین ترویحہ پر اس کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے۔ آٹھ پر حقیقتاً اس کا اطلاق درست نہیں۔ بیس رکعت چونکہ پانچ ترویحے ہوتے ہیں اس لئے بیس رکعت پر تراویح کا اطلاق حقیقتاً صحیح ہے۔

تراویح کا نام کب سے شروع ہوا:-

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ زمانہ تابعین میں یہ نام عام مشہور تھا۔ چنانچہ ابو الخصیب تابعی سوید بن غفلہ سے جو کبار تابعین میں سے تھے۔ جو رسول اکرم ﷺ کے دفن کے دن مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ رمضان

میں پانچ تروِیح (20 رکعت) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ (آثار سنن بحوالہ بیہقی)

نواب صدیق حسن اپنی کتاب مسک الختام میں اس نام کا اصل ایک حدیث مرفوع سے لکھتے ہیں۔

کہ اس نماز کا نام تراویح حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ماخوذ ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ چار رکعت نماز پڑھ کر آرام فرمایا کرتے تھے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مغیرہ بن زیاد منفرد ہیں اور قوی نہیں۔ اگر ثابت ہو جائے تو یہ حدیث نماز تراویح میں امام کے تروح یعنی آرام کرنے کے ثبوت میں اصل ہے۔

(مسک الختام: ۱/۵۴۲)

معلوم ہوا چار رکعت کے بعد حضور ﷺ کے آرام کرنے سے اس نماز کا نام تراویح ہوا۔ یہ نام آج کسی کا ایجاد کردہ نہیں۔ قیام اللیل میں وقار بن ایاس۔ حبیب بن ابی عمرو عمران بن حدیر ذکوان جرشی وغیرہم سے یہ نام منقول ہے۔ پس جو لوگ اس نام کو اصطلاح فقہاء حنفیہ کہتے ہیں اور چار رکعت پر تروح کو خلاف سنت کہتے ہیں۔ ان کا قول سراسر غلط ہے۔

تراویح کا ثواب:۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

جو شخص ایمان اور طلب ثواب کے ساتھ رمضان کا قیام کرے۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (متفق علیہ)

عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان شریف کا ذکر کیا اور دوسرے مہینوں پر اسے فضیلت دی اور فرمایا کہ جو شخص رمضان کی راتوں کا قیام کرے۔ ایمان اور طلب ثواب کیلئے وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے۔ یعنی پاک

ہو جاتا ہے۔ جیسے اس دن اسکی والدہ نے اس کو جنا ہے۔ (نسائی شریف)

پس معلوم ہوا کہ تراویح پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔

ادائیگی کا طریقہ

نماز تراویح دو دو رکعت کی نیت سے پڑھیں۔ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا مستحب ہے۔ اس کو ترویحہ کہتے ہیں۔ اس بیٹھنے میں اختیار ہے کہ خواہ کچھ پڑھیں یا خاموش بیٹھے رہیں لیکن اس تسبیح کا پڑھنا افضل ہے۔

تسبیح تراویح

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِیَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ ط سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ ط سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ ط اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ ط

پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمانوں کی بادشاہی والا پاک ہے وہ عزت اور بزرگی اور ہیبت اور قدرت والا اور بڑائی اور دبدبے والا، پاک ہے بادشاہ (حقیقی) زندہ ہے جو سوتا نہیں اور نہ مرے گا بہت ہی پاک اور بہت ہی مقدس ہمارا پروردگار اور فرشتوں اور روح کا پروردگار۔ الٰہی! ہم کو دوزخ سے پناہ دے۔ اے پناہ دینے والے! اے پناہ دینے والے! اے پناہ دینے والے!

مسائل تراویح

۱۔ نماز تراویح بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار، شامی)

۲- اگر کسی کی نماز تراویح رہ جائے تو اس کی قضا نہیں۔

۳- نماز تراویح کا وقت عشاء سے فجر تک ہے۔

۴- اگر کسی نے عشاء کے فرض نہ پڑھے ہوں تو وہ تراویح کی نماز میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ تراویح کی نماز عشاء کی تابع ہے۔

۵- اگر عشاءُ کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو پھر بھی تراویح کی نماز جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔

۶- اگر ایک شخص نے فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں تو پھر بھی وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔

۷- نماز تراویح وتروں کی ادائیگی کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

۸- تراویح میں اکثر لوگ سستی اور تساہل پسندی کی وجہ سے انتظار کرتے رہتے ہیں کہ اگر امام رکوع میں جائے تو ہم جماعت میں شامل ہوں۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (در مختار)

۹- نماز تراویح میں ایک بار ختم قرآن پاک کرنا سنت ہے اور تین مرتبہ تو بہت افضل ہے۔ (در مختار)

۱۰- اگر لوگ قرآن سننے میں سستی کریں تو ان کے خیال سے ختم قرآن پاک ترک نہ کریں۔ تراویح کی غرض و غایت ہی ختم قرآن ہے۔

۱۱- قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز نہیں۔ جو حافظ پہلے ہی اجرت مقرر کرتے ہیں وہ گویا قرآن کو چند سکوں کے عوض فروخت کرتے ہیں۔ یہ سخت نامناسب اور مکروہ فعل ہے۔

۱۲- اگر لوگ اپنی خوشی سے حافظ صاحب کی خدمت کریں تو جائز ہے مگر حافظ صاحب

کو چاہیے کہ قرآن پڑھنا اپنا فرض سمجھیں اور رضائے الٰہی کی خاطر پڑھیں۔ حصول دولت کا ذریعہ نہ بنائیں۔

۱۳۔ اگر فرض اور وتر ایک امام پڑھائے اور تراویح دوسرا امام تو جائز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر پڑھاتے اور حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ تراویح پڑھاتے تھے۔ (عالمگیری)

۱۴۔ ایک مسجد میں تراویح کی دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے۔

۱۵۔ تراویح صحیح العقیدہ امام کے پیچھے ادا کریں۔

۱۶۔ اگر تراویح کی دو رکعتیں قرأت کی غلطی سے فاسد ہوگئیں یا کسی اور سبب سے تو جو قرآن کا حصہ ان رکعتوں میں پڑھا گیا اسے دوبارہ پڑھیں۔

۱۷۔ اگر تراویح کی دوسری رکعت میں امام قعدہ کرنا بھول گیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا تو اگر تیسری رکعت کے سجدہ کے بعد یاد آئے تو اب چوتھی رکعت ملا کر آخر میں قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ مگر یہ چار رکعتیں دو ہی شمار ہوں گی۔ ہاں اگر دوسری رکعت کا قعدہ بقدر تشہد کر لیا اور پھر کھڑا ہوا تھا اور پوری چار رکعتیں پڑھ لیں تو پھر چار ہی شمار ہوں گی۔ (عالمگیری)

(مزید مسائل کے لئے کتب فقہ اور ہماری کتاب روزہ و رمضان المبارک کے احکام و مسائل کی طرف رجوع فرمائیں۔)

نماز تراویح بیس رکعت ہی مسنون ہے

بعض لوگ یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت مذمومہ ہے۔ اس کے جواب میں پہلے تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ مذکورہ بالا دعویٰ کرنے والے انشاء اللہ العزیز قیامت تک کسی صریح، صحیح غیر مجروح حدیث اور آثار صحابہ و اقوال آئمہ دین سے رمضان میں تراویح کا آٹھ رکعت ہونا اور بیس رکعت کا بدعت مذمومہ ہونا ثابت نہیں کر

سکتے۔

ذیل میں ہم بیس رکعت تراویح کا ثبوت عہد نبوی ﷺ وعہد خلفائے راشدین اور اقوال ائمہ کرام سے پیش کرتے ہیں۔

1- عہد نبوی ﷺ

عہد نبوی ﷺ میں تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حدثنا یزید بن هارون قال انا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة الوتر.
(المصنف:۱/۳۹۴)

(رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔)

علامہ زیلعی اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس حدیث کی سند میں امام ابن ابی شیبہ کے دادا، ابراہیم بن عثمان ہیں جن کے ضعف پر اتفاق ہے۔ ابن ابی عدی نے الکامل میں ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے یہ حدیث معلول ہے۔ (نصب الرایہ:۲/۱۵۳)

علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم لکھتے ہیں:
ہر چند کہ بیس رکعت تراویح کی حدیث مرفوع سنداً ضعیف ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ اس لئے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے۔ (شرح صحیح مسلم:۱/۴۹۶)

نوٹ: اس حدیث کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بیس رکعت تراویح کے مسنون ہونے پر ظاہر ہے۔

2- عہد فاروقی رضی اللہ عنہ وعثمانی رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی بیس رکعت نماز تراویح پڑھی جاتی تھی۔

حضرت سائب صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور سو سے زائد آیتوں والی سورتیں پڑھتے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شدت قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے۔ (سنن کبریٰ بیہقی ۲/۴۹۶ باب قیام اللیل)

یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ماہ رمضان المبارک میں تئیس 23 رکعت نماز تراویح پڑھتے تھے۔
(موطا امام مالک: ۱۲۲)

اس روایت کو بیہقی نے سنن کبریٰ میں بھی روایت کیا ہے۔

3- عہد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ الکریم نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن تیمیہ منہاج السنۃ: ۴/۲۲۴)

ابی الحسناء کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائے۔ (المصنف: ۱/۳۹۳)

عمر بن قیس حضرت ابی الحسناء سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک

آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔ (جوہر النقی: ۴۹۵۔ البیہقی: ۲/۴)

(علامہ عینی نے بھی شرح صحیح بخاری: ۳/۵۹۰، میں بحوالہ مغنی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ کبیری، ص: ۳۸۸، شرع منیہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔)

4-امام تراویح ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ

ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تو میں نے بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔ (کنز العمال: ۴/۹۰۸۴، آثار سنن: ۲/۵۷)

5-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں قیام اللیل مروزی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں ہمیں نماز تراویح پڑھا کر نکلتے تو ابھی رات باقی ہوتی۔

اعمش کہتے ہیں کہ وہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔ اس حدیث سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیس رکعت تراویح پڑھانا ثابت ہوتا ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جن کی نسبت تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات پر عمل کرو اور فرمایا جو یہ بیان کرے اس کو سچ مانو۔ (سنن ترمذی)

3-اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

امام ترمذی نے تصریح فرمائی ہے کہ اکثر اہل علم اس پر عامل ہیں جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بیس رکعت تراویح ہی کی روایت کی گئی ہے۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، اسی کے قائل ہی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے ہوئے پایا۔

(ترمذی: ۱/۴۳۲)

تراویح اور آئمہ کا مذہب

امام اعظم و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک کا بھی مذہب آٹھ رکعت نہیں۔ یہ لوگ زہد و تقویٰ اور اتباع سنت میں آجکل کے نئے مجتہدوں سے یقیناً زیادہ تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں سے کسی نے اپنا مذہب آٹھ رکعت تراویح تجویز نہیں کیا۔ کیا وہ حدیثیں جو آج نئے مجتہدوں کو ملتی ہیں ان کو نہیں ملتی تھیں۔ مسلمانو! کچھ تو انصاف کرو، کیوں سلف صالحین کے طریقے کو چھوڑتے ہو اور اپنا ایک نیا مذہب ایجاد کرتے ہو۔ ذیل میں چند حوالے پیش کیے جاتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے (حنفیوں) کے نزدیک نماز تراویح بیس رکعت ہے۔ علاوہ وتر کے

(مبسوط: ۲/۱۴۴)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تراویح بیس رکعت ادا فرماتے ہیں۔ (میزان: ۱۵۳)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مروزی فرماتے ہیں کہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیس رکعت تراویح پسند کرتا ہوں اور بیس رکعت تراویح ہی اہل مکہ پڑھتے ہیں۔ (قیام اللیل مروزی: ص ۹۴)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

الروض المربع میں لکھا ہے جو فقہ حنبلی کی ایک معتبر کتاب ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت موکدہ ہے۔ اس واسطے کہ شافی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

اہل مدینہ کے نزدیک اصل نماز تراویح بیس رکعت ہے چونکہ اہل مکہ ہر ترویحہ کے بعد طواف کعبہ کیا کرتے تھے اس لیے اہل مدینہ نے مکہ والوں کے طواف کی جگہ چار چار رکعت نوافل بڑھا دیئے جن کی تعداد سولہ (16) بنتی ہے۔ تراویح میں ملا کر چھتیس رکعت۔ اس لیے نماز تراویح بعض چھتیس رکعت نقل کرتے ہیں۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ عشاء کے فرض اور سنتیں پڑھنے کے بعد تراویح شروع کی جائیں۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے یہ نماز اسی طرح پڑھی ہے۔ یہ بیس رکعت ہے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد قعدہ کرے اور سلام پھیرے یہ پانچ ترویحہ ہیں۔ ان میں ہر چار رکعتیں ایک ترویحہ ہیں۔ (غنیۃ الطالبین، ص: ۴۷۰)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ تراویح بیس رکعت سنت موکدہ ہے۔ (احیاء العلوم ۱/۱۳۹)

اہل مکہ او زاہل مدینہ کا عمل

اہل مکہ اور اہل مدینہ آج تک بیت اللہ اور مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح باجماعت ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ جس کی کسی بھی عمرہ کرنے والے یا وہاں کے باشندے سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ میں نے 2001ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی رمضان المبارک میں تئیس 23 رکعت بعد از نماز عشاء اول شب میں ادا کرتے دیکھا۔ یعنی بیس رکعت تراویح اور تین وتر اور آخری عشرہ میں تراویح پڑھ کر وتر چھوڑ دیتے ہیں۔ تہجد کے وقت آٹھ رکعت تہجد کے بعد تین رکعت وتر ادا کرتے ہیں اور رمضان المبارک میں دو مرتبہ ختم قرآن پاک کیا جاتا ہے۔

مسئلہ بیس رکعت تراویح اور علمائے غیر مقلدین

۱- شیخ ابن تیمیہ کا فیصلہ

تمام غیر مقلدین اہل حدیث کے متفقہ شیخ الاسلام شیخ تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی کا فیصلہ ہے۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھایا کرتے تھے۔ لہذا اکثیر التعداد علمائے کرام نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی مہاجرین اور انصار کے درمیان کھڑے تھے اور کسی نے بھی بیس رکعات کا انکار نہیں کیا تھا۔ (فتاوی ابن تیمیہ: ۱۱۲/۲۳)

مزید لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ نماز تراویح کو بحال رکھا۔ (منہاج السنۃ: ۲۲۴/۲)

۲- شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کا فیصلہ

بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا اور ان کی نماز بیس رکعات تراویح تھی۔

(الھدی النبوی: ص، ۳۰)

۳- قاضی شوکانی کا فیصلہ

غیر مقلدین کے سرخیل قاضی شوکانی نے بھی مشہور تابعی عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

میں نے اپنے زمانے کے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت وتر ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ (نیل الاوطار: ۴۶/۱)

پھر لکھتے ہیں کہ تراویح میں کوئی خاص تعداد مقرر کر لینا یا اس میں خاص مقدار قرأت معین کر لینا کسی سے ثابت نہیں۔ (نیل الاوطار ۱/۴۶)

معلوم ہوا کہ آٹھ رکعت کی تعداد مقرر کرنا بھی مسنون نہیں۔ اگر تعداد مقرر نہیں تو آٹھ پر زور اور بیس پر شور کیسا؟

۴- نواب صدیق حسن بھوپالی کا فیصلہ

وقد ماوقع فی عہد عمر رضی اللہ عنہ کا لا جماع (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو طریقہ قرار دیا گیا تھا وہ اجماع کی مانند ہے۔) (عون الباری: ۴/ ۳۰۷)

۵- مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فیصلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتوں کا ثبوت یزید بن رومان کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ بیس رکعتیں درصورت ثبوت کے مستحب ہیں کیونکہ صحابہ نے پڑھی ہیں۔ (اہل حدیث کا مذہب: ص، ۹۸)

مزید لکھتے ہیں:

بیس تراویح کو خلاف سنت کہنا اچھا نہیں کیونکہ مکہ معظمہ میں بھی بیس رکعات پڑھی جاتی ہیں۔ (رسالہ اہلحدیث امرتسر ۳۶/۱۲/۲۵)

۶- حافظ عبدالمنان سلفی کا فیصلہ

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبدالبر کے اقوال کا ماحصل تو صرف اتنا ہے کہ بیس رکعات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثابت اور صحیح ہے۔ (تعداد تراویح: ۵۳)

پس ثابت ہوا کہ اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے اور یہ بدعت مذمومہ نہیں۔

تہجد اور تراویح میں فرق:-

نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے رمضان شریف میں جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے تراویح کہتے ہیں۔اور جو سونے کے بعد نفل پڑھے جائیں انہیں تہجد کہتے ہیں۔

چند امور ایسے بیان کیے جاتے ہیں جن سے تہجد اور تراویح میں فرق صاف ظاہر ہو جائے گا کہ تہجد اور تراویح جدا جدا نمازیں ہیں۔

۱- نماز تہجد پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے اور ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ معظمہ میں شروع ہوئی اور نماز تراویح ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بعد فرضیت نماز پنجگانہ شروع ہوئی۔تاریخ کے اعتبار سے ثابت ہوا یہ دونوں نمازیں جدا جدا ہیں۔

۲- تہجد کا حکم اللہ تعالیٰ نے سورہ مزمل میں ارشاد فرمایا اور تراویح کو حضور ﷺ نے مسنون فرمایا۔

۳- تراویح ماہ رمضان میں خاص ہے اور تہجد کسی مہینہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۴- تراویح حضور ﷺ نے اول شب میں پڑھی چنانچہ آپ ﷺ کی تراویح کی نماز پہلی شب تہائی رات تک ،دوسری نصف رات تک اور تیسری شب سحری تک۔

ابوداؤد میں آیا ہے۔

اور تہجد حضور ﷺ کی عادت شریفہ اخیر شب میں پڑھنے کی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:-

کہ حضور ﷺ اول شب میں سو جاتے تھے اور آخر شب میں قیام فرماتے تھے۔

(بخاری)

صحیح مسلم کی روایت میں آیا ہے۔

کہ آپ ﷺ مرغ کی آواز سن کر اٹھتے اور تہجد پڑھتے۔

علامہ ابوطالب مکی:-

آپ فرماتے ہیں کہ تہجد نیند کے بعد ہوتی ہے۔پہلے نہیں ہوتی۔

(قوت القلوب:۱/۲۱)

علامہ وحید الزماں:-

آپ لکھتے ہیں کہ تہجد وہ نماز ہے جو نیند کے بعد ہوتی ہو۔(نزل الابرار ۱/۱۲۶)

علامہ شامی

آپ فرماتے ہیں کہ تہجد اصطلاح میں نیند کے بعد نفل پڑھنے کو کہتے ہیں۔(ردالمختار)

مولوی ثناء اللہ امرتسری:-

آپ لکھتے ہیں کہ نماز تہجد کی تعریف میں یہ داخل ہے کہ بعد نیند اٹھ کر پڑھے اور تراویح میں یہ نہیں۔حضرت عمرؓ نے اور وقت جماعت تراویح دیکھ کر فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز اس نماز تراویح سے بہتر ہے۔اس سے امکانی طور پر دونوں نمازوں کا ثبوت ہوتا ہے۔یعنی اول شب تراویح ہوگی اور آخری وقت کی تہجد۔

(اہل حدیث ۲۰/اپریل ۱۹۲۸ص ۱۲)

آج بھی اہل مکہ و مدینہ کا اس پر عمل ہے۔تراویح اول وقت پڑھتے ہیں۔اور آخری عشرہ رمضان میں نماز تہجد علیحدہ جماعت سے پڑھتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے جو رمضان شریف میں اول شب نماز پڑھی وہ تہجد نہیں تھی تراویح تھی۔

۵- آپ علیہ السلام تہجد ہمیشہ اکیلے پڑھتے تھے۔کبھی بتداعی یعنی بلا کر جماعت نہیں کرائی۔کوئی خود بخود آجائے اور کھڑا ہو جائے تو ہو جا۔۔۔۔لیکن تراویح بتداعی جماعت کرائی۔

۶- نماز تہجد کیلئے تمام رات قیام نہیں کیا۔لیکن تیسری رات اخیر سحری تک حضور علیہ السلام نے نماز تراویح پڑھی۔

۷- حضرت عمرؓ نے تراویح کی جماعت کو دیکھ کر پسند فرمایا اور کہا وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو یعنی تہجد افضل ہے۔اس نماز سے جس کو تم پڑھ لیتے ہو(یعنی تراویح)

معلوم ہوا کہ تراویح اور تہجد جدا جدا نمازیں ہیں۔

۸۔ اگر تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہے تو پھر آٹھ رکعت کو ہی کیوں سنت کہا جاتا ہے۔ جبکہ چار رکعت، چھ رکعت، آٹھ رکعت، دس رکعت بھی سرور عالم ﷺ سے ثابت ہیں۔ پھر کیوں دس رکعت اور چار رکعت کو سنت نہیں کہتے۔ معلوم ہوا کہ تہجد اور ہے اور نماز تراویح اور۔

مزید اطمینان کیلئے موجودہ مدعیان عمل بالحدیث کی پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کی عملی شہادت پیش کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ آبحیات بعد الممات کے صفحہ ۱۳۸ میں لکھا ہے۔

رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالت قیام ہر سال سنتے۔ ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح میں جس کے امام تھے حافظ احمد عالم اور دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسلام۔ انتہٰی اہل حدیث فروری ۱۹۳۰ میں بھی ایسا ہی ہے۔ اس تحقیق سے ثابت ہو گیا تراویح اور نماز تہجد جدا جدا نمازیں ہیں۔

نمازِ جنازہ

جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو زندہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ اگر بستی میں سے کسی نے نماز جنازہ نہ پڑھی تو سب لوگ گناہ گار ہوں گے۔ اگر کسی ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

نماز جنازہ کی شرائط

نماز جنازہ کی وہی شرائط ہیں جو عام نمازوں کی ہیں۔ ان شرائط کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنازہ پڑھنے والے کو میت کا علم ہو پس جس شخص کو یہ خبر نہ ہو گی اس پر نماز جنازہ ضروری نہیں۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کی شرائط

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱- میت مسلمان ہو۔ ۲- میت کا بدن اور کفن پاک ہو۔
۳- میت کا ستر ڈھکا ہوا ہو۔ ۴- میت سامنے موجود ہو۔
۵- میت یا جس چیز پر میت ہو وہ زمین پر رکھی ہو۔
۶- میت کا اکثر حصہ موجود ہو۔ اسی لئے غائبانہ نماز جنازہ ہمارے آئمہ کے نزدیک جائز نہیں۔

نماز جنازہ کا طریقہ

جنازہ کو آگے رکھ کر امام اس کے درمیان سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے۔ مقتدی پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ نیت اس طرح کریں: چار تکبیر نماز جنازہ، فرض کفایہ، ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے نبی اکرم ﷺ کے دعا واسطے حاضر میت کے پیچھے اس امام صاحب کے منہ طرف قبلہ شریف کے۔ پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک بلند کریں اور زیر ناف باندھ لیں۔ پہلی تکبیر میں ثناء دوسری میں درود شریف اور

چند اہم مسائل

۱- کافر اور مرتد کی نماز جنازہ پڑھنا ممنوع ہے۔

۲- جس شخص کے عقائد کفریہ حد تک پہنچ جائیں اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

۳- میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مرا ہو۔ اگر مردہ پیدا ہوا تو اس کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

۴- باغی جو بغاوت میں مارا جائے۔ ڈاکو جو ڈاکے میں مارا جائے۔ والدین کے قاتل، جس نے کئی لوگوں کو گلا دبا کر مار دیا ہو جو لوگ ناحق پاسداری سے لڑیں اور وہیں مر جائیں۔ رات کو شہر میں لوٹ مار کرتے ہوئے مریں۔ ان تمام لوگوں کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

۵- خودکشی بہت بڑا جرم اور گناہ ہے مگر خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

۶- تکبیر و سلام امام بلند آواز سے کہے گا۔ باقی سب کچھ آہستہ آواز سے پڑھے گا۔

۷- صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں، باقی تین تکبیریں ہاتھ باندھ کر کہی جائیں۔

۸- نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ یا قرآن کی کوئی آیت قرأت کی نیت سے نہ پڑھی جائے ہاں دعا کی نیت سے پڑھی جاسکتی ہے۔

۹- چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا پڑھے بغیر سلام پھیر دے۔

۱۰- اگر کوئی امام کے جنازہ شروع کرنے کے بعد شامل ہوا جس سے کچھ تکبیریں رہ گئی ہوں تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد تکبیریں مکمل کرے۔

۱۱- جب ایک سے زیادہ جنازے جمع ہو جائیں تو سب کی نماز اکٹھی پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن احسن یہ ہے کہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے۔

۱۲- اگر سب کی اکٹھی پڑھنی ہو تو میتوں کو مراتب کے لحاظ سے رکھیں۔

۱۳- مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

۱۴- میت کو اگر بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا گیا اور مٹی بھی ڈال دی گئی تو اب اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے۔ اگر مٹی نہیں ڈالی گئی تو نکال کر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

۱۵- نماز جنازہ میں رکوع اور سجود نہیں ہوتا، رکعتیں نہیں ہوتیں، کیونکہ میت سامنے ہوتی ہے۔

۱۶- بچہ زندہ پیدا ہوا یا اکثر حصہ باہر آنے کے وقت زندہ تھا بعد میں فوت ہو گیا تو اس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے۔

۱۷- میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور اسے زمین پر رکھ کر اوپر چاروں طرف دیواریں کھڑی کرنا جائز نہیں۔

۱۸- قبر کے اندر چٹائی، بستر وغیرہ ڈالنا جائز نہیں۔ اس سے مال ضائع ہوتا ہے۔

۱۹- قبر کے اندرونی حصہ میں پکی اینٹیں لگانا منع ہے۔

۲۰- میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

بسم اللہ و باللہ وعلی ملۃ رسول اللہ

۲۱- میت کو قبر میں قبلہ رخ لٹایا جائے۔

۲۲- مستحب یہ ہے کہ دفن کرنے کے بعد سرہانے کی طرف **الٓمٓ** سے **مفلحون** تک اور پاؤں کی طرف **امن الرسول** سے آخر سورت تک پڑھا جائے۔

۲۳- جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے اور مردہ کو بھی قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے کہ قبر کے سرہانے یا پائینتی کی طرف سے داخل نہ کریں۔

۲۴- عورت کو قبر میں اتارنے والے محرم ہوں یا قریبی رشتہ دار یا پھر کوئی متقی پرہیزگار شخص۔

نوٹ: مزید مسائل کے لئے ہماری کتاب احکام شرعیہ مرض سے موت تک یا دیگر کتب فقہ کی طرف رجوع کریں۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ کی نیت

میں نے نیت کی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے چار تکبیرات نماز جنازہ ادا (کروں) تعریف اللہ کے لئے ہے اور درود رسول اللہ ﷺ کے لئے اور دعا اس میت کے لئے اقتدا کی میں نے اس امام کی کعبہ شریف کی جانب رخ کرتے ہوئے۔

پہلی تکبیر اَللّٰهُ اَكْبَرُ . اللہ بہت بڑا ہے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَآءُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ .

الٰہی (میں) تیری پاکی (کے ساتھ) اور تیری تعریف کے ساتھ (تجھے یاد کرتا ہوں) اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیری تعریف بڑی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

دوسری تکبیر اَللّٰهُ اَكْبَرُ . اللہ بہت بڑا ہے۔

درود شریف

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

الٰہی! حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر رحمت بھیج جس طرح تو نے رحمت بھیجی اور سلام بھیجا اور برکت دی اور مہربانی کی اور رحم کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ بے شک! تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

تیسری تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ . اللہ بہت بڑا ہے۔

بالغ مرد و عورت کی میت پر دعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثٰنَا. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ ط وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ .

الٰہی! بخش دے ہمارے ہر زندہ کو اور ہمارے ہر متوفی کو اور ہمارے ہر حاضر کو اور ہمارے ہر غیر حاضر کو اور ہمارے ہر چھوٹے اور ہمارے ہر بڑے کو اور ہمارے ہر مرد کو اور ہماری ہر عورت کو الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اس کو ایمان پر موت دے۔

نابالغ لڑکے کی میت پر دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا ط

الٰہی! اس (لڑکے) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنادے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کا موجب) اور وقت پر کام آنے والا بنادے اور اس کا ہماری سفارش کرنے والا بنادے اور جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

نابالغ لڑکی کی میت پر دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً ط

الٰہی! اس (لڑکی) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنادے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کی موجب) اور وقت پر کام آنے والی بنادے اور اس کو ہمارے لئے سفارش

چوتھی تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللہ بہت بڑا ہے۔

دونوں طرف منہ پھیر کر سلام کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ط

سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمت

قبر میں اتارتے وقت یہ پڑھیں

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ط

رکھا ہم نے ساتھ نام اللہ کے اور اوپر دین رسول اللہ ﷺ کے۔

قبر پر مٹی ڈالتے وقت یہ پڑھیں

مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی ۔

تم کو ہم نے اس سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

قبر پر بغیر ہاتھ اٹھائے یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلاً خَیْرًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ ط اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا لِلْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا

وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَآءَ فَاغْفِرْلَهَا ط

اے اللہ! بخش دے اس کو اور رحم کر اس پر اور عافیت دے اس کو اور معاف کر اس کو اور باعزت کر اس کی مہمانی کو اور فراخ کر اس کی قبر کو اور دھو دے اس کو پانی اور برف اور اولے سے اور صاف کر اس کو گناہوں سے جیسے کہ تو نے صاف رکھا ہے سفید کپڑے کو میل سے اور عوض میں دے اس کو گھر بہتر اس کے گھر سے اور اس کو اہل بہتر اس کے اہل سے اور جوڑا بہتر جوڑے سے۔ اور داخل کر اس کو جنت میں اور پناہ دے اس کو قبر کے اور دوزخ کے عذاب سے۔ اے اللہ! تو اس کا پروردگار ہے اور تو نے ہی اس کو پیدا کیا اور تو نے ہی اس کو اسلام کی ہدایت کی اور تو نے ہی اس کی روح کو قبض کیا اور تو ہی خوب جانتا ہے اس کے باطن اور ظاہر کو ہم سفارشی ہو کر آئے ہیں سو اسے بخش دے۔

دعا زیارت قبور

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَآ اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَّاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ وَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَيَرْحَمُنَا اللّٰهُ اِيَّانَا وَاِيَّاكُمْ. (سنن ترمذی)

سلام پہنچے تم کو اے اہل قبور! جو مومن اور مسلمانوں میں سے ہوں تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ خدا! ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے ہم اپنے اور تمہارے لئے خدا سے راحت مانگتے ہیں اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے اور ہم اور تم پر رحم کرے۔

کیا بلند آواز سے جنازہ پڑھنا سنت ہے؟

سنت یہی ہے کہ نماز جنازہ آہستہ اور خفیہ آواز سے پڑھی جائے۔ لہذا بلند آواز سے جنازہ پڑھنے کا معمول خلاف سنت ہے۔ چند احادیث بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

غیر مقلدین اہلحدیث کے مایہ ناز امام، محدث، ناقد اور فقیہ، ابو محمد علی بن، احمد بن سعید بن حزم الظاہری لکھتے ہیں:

عن الضحاك بن قيس قال الضحاك و ابو امامة: السنة في الصلوة على الجنازة ان يقرأ في التكبير مخافتة، ثم يكبر، والتسليم، عند الآخرة.

(المحلی بالآثار، کتاب الجنائز: ۳/۵۲)

ضحاک بن قیس صحابی سے روایت کیا گیا کہ ضحاک بن قیس اور ابو مامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ تکبیر کہنے کے بعد آہستہ خفیہ آواز سے پڑھے یوں باقی تکبیریں کہے (ان میں بھی اسی طرح پڑھے) آخری تکبیر کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو ''قتیبہ'' کی روایت سے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس میں بھی مخافتۃ کے الفاظ موجود ہیں جن کے معانی آہستہ وخفیہ آواز سے پڑھنے کے ہیں۔ (سنن نسائی: ۱/ ۶۱۵)

اہلحدیث کے ماضی قریب کے بڑے محدث شیخ ناصر الدین الالبانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا ''صحیح'' یہ حدیث صحیح ہے۔

(صحیح سنن النسائی: الالبانی، کتاب الجنائز، باب الدعا: ۲/ ۲۲۸)

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ عنہ نے مطرف بن مازن سے بطریق معمر عن الزہری حضرت ابوامامہ بن سہیل سے روایت کیا کہ انہوں نے ایک صحابی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

السنة فى الصلوة على الجنازة ....سرافی نفسہ. (نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ خفیہ اپنے دل میں پڑھے۔) (المسند: الشافعی من کتاب الجنائز والحدود ۳۵۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور محدث ناصر الدین الالبانی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ابو امامہ کی دیگر اسانید کے ساتھ تقویت کی اور محدث البانی نے اسے صحیح قرار دیا۔
(بیہقی، کتاب الجنائز: ۴/ ۳۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، کتاب الجنائز ۳/ ۱۲۹-۱۲۸)

علامہ ابن حزم الظاہری نے سند کے ساتھ صحابی رسول حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ فرماتے ہیں نماز جنازہ کے بارے میں
هذه الصلاة عجماء (یہ نماز گونگی ہے یعنی اس میں آہستہ خفیہ پڑھا جاتا ہے۔) (المحلی بالآثار ابن حزم اظاہری: ۳/ ۳۲۵)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ میں بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ یہ سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے جنازہ پڑھنا سنت ہے؟

جواب:

یہ بات حدیث پاک کی متعدد کتب میں موجود ہے مگر اس میں معترض کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ خدا اگر سمجھنے کی توفیق دے تو یہ واقعہ ہماری دلیل ہے۔ چنانچہ اس ''بلند آواز سے پڑھنے پر'' پہلے پڑھنے والے کی رائے معلوم کی جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے حافظ کبیر امام ابومحمد عبداللہ بن علی بن جارونیشاپوری اپنی صحیح اور مضبوط سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ

جنازہ پڑھا کر فرمایا:

انما جهرت لاعلمکم انها سنة (المنتقی من السنن المسندۃ کتاب الجنائز حدیث:۱۸۸-۵۳۶)

(بلند آواز سے میں نے صرف اس لیے پڑھا تا کہ تمہیں سمجھاؤں کہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔)

بات دراصل یہ تھی کہ

یہ جنازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔ پیچھے مقتدی صحابہ کرام اور حضرات تابعین تھے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سمیت ان تمام صحابہ کا معمول نماز جنازہ سنت کے مطابق آہستہ پڑھنے کا تھا۔لیکن آج جنازے میں آپ کے خلاف معمول کام پر مقتدی صحابہ و تابعین میں تعجب اور بے چینی کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔لہٰذا آپ نے انہیں اعتماد میں لینے کی خاطر جنازے کے بعد وضاحت کر دی کہ میرا سورۃ فاتحہ کا بلند آواز سے پڑھنا اس لیے نہ تھا کہ بلند آواز سے جنازہ پڑھنا سنت ہے بلکہ اس لیے تھا کہ تمہیں سمجھاؤں کہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔

اس وضاحت کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ آجاتی ہے کہ اس واقعہ کی آڑ میں یہ بات ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ جنازہ کی دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے۔

غیر مقلدین کے ائمہ کی رائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درج بالا قصے پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد محقق ومحدث احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی لکھتے ہیں:

ذهب الجمهور الی انه لا یستحب الجهر فی صلاة الجنازة و تمسکوا بما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه صلی علی جنازة.

(جمہور فقہائے اسلام اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں بلند آواز سے پڑھنا پسندیدہ نہیں ہے انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک جنازے کی نماز پڑھائی۔)

چند سطور آگے چل کر اعلان حق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان "میں نے بلند آواز سے صرف اس لیے پڑھا کہ تم جان لو کہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔

دلیل علی ان السنة فی القراۃ الاسرار وقد تمسك به الجمهور وبمافی حدیث ابی امامة ... سرافی نفسه

(بلوغ الامانی شرح مسند احمد: ۷/۲۴۳)

میں دلیل ہے اس بات پر کہ جنازے کے اندر اخفاء سے پڑھنا سنت ہے اور جمہور اہل اسلام اس حدیث سے اور جو ابی امامہ کی حدیث ہے جس میں فرمایا" خفیہ اپنے دل میں" اس سے بھی دلیل لی ہے۔

غیر مقلدین کے ممدوح امام قاضی محمد بن علی الشوکانی لکھتے ہیں۔

ذهب الجمهور الی انه لایستحب الجهر فی صلاة الجنازة و تمسکوا بقول ابن عباس المتقدم لم اقرای جهراالا لتعلموانه سنة وبقوله فی حدیث ابی امامة سرافی نفسه (نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار کتاب الجنائز ۴/۱۰۳)

(جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کی نماز بلند آواز سے پڑھنا پسندیدہ فعل نہیں۔ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا قول سے دلیل لی کہ میں نے صرف اس لیے بلند آواز سے پڑھا کہ تم جان لو کہ یہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے اور حدیث ابو امامہ میں ان کے اس فرمان سے بھی دلیل لی ہے" خفیہ اپنے دل میں)

آج بھی دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں آہستہ آواز سے نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ حرم کعبہ اور حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کئی احباب نے اپنی نظروں سے یہ منظر دیکھا ہوگا کہ آج تک وہاں نماز جنازہ دل میں آہستہ آواز سے پڑھی جاتی ہے۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا

نماز جنازہ صورتاً نماز ہے مثلاً اس کے لیے وضو کرنا ہوتا ہے۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھنی ہوتی ہے۔ استقبال قبلہ اور ستر عورت شرط ہے۔ مگر حقیقت میں یہ نماز نہیں بلکہ مردہ کے لیے دعا اور استغفار ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی فرماتے ہیں۔

و مقصود الصلوة على الجنازة هوالدعاء للميت	(نماز جنازہ کا مقصد مردہ کے لیے دعا کرنا ہوتا ہے۔)

(زادالمعاد: ۱/۱۴۱)

چونکہ نماز جنازہ اپنی اصلی حقیقت کے اعتبار سے دعا ہے نماز نہیں اس لیے نماز کی طرح اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے یہ نماز عام نمازوں کی طرح نہیں ہے۔

عام نماز اور نماز جنازہ میں فرق

عام نماز	نماز جنازہ
۱۔ رکوع سجدہ، جلسہ قعدہ اور تشہد ہے۔	۱۔ نماز جنازہ میں یہ سب کچھ نہیں۔
۲۔ ہر فرض نماز کا وقت مقرر ہے۔	۲۔ نماز جنازہ کا کوئی وقت مقرر نہیں
۳۔ ہر نماز ہر مکلف پر لازم ہے۔	۳۔ مگر یہ ہر ایک پر فرض نہیں ہے۔
۴۔ ہر نماز فرض عین ہے۔	۴۔ مگر یہ فرض کفایہ ہے۔ بعض کے ادا کرنے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔
۵۔ عام نماز میں فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور قرأت کرنا فرض ہے۔	۵۔ مگر نماز جنازہ میں نہ فاتحہ واجب ہے نہ قرأت فرض ہے۔
۶۔ عام نمازوں میں میت سامنے ہو تو نماز نہیں ہوتی۔	۶۔ نماز جنازہ میں میت سامنے ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ دراصل ایک دعائے مغفرت ہے عمومی مفہوم اور عرف شرع میں نماز نہیں۔ محض میت یا دوسروں کیلئے دعائے مغفرت ہے

گو اس پر بھی فارسی اور اردو میں نماز کا لفظ بولا جاتا ہے محض جزوی مشابہت کی بنا پر۔

اگر بطور قرأت فاتحہ پڑھی جائے تو جائز نہیں اور اگر بطور دعا پڑھی جائے تو احناف کے نزدیک بالکل جائز بلکہ شرعی طریقہ ہے۔ احناف نے پرزور دلائل سے فاتحہ بطور قرأت مخالفت کی ہے بطور دعا کے مخالفت نہیں کی۔

لیکن اگر یہ کہا جائے کہ بعض روایات میں فاتحہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے جیسے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان النبی ﷺ وسلم قرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب (رسول اللہ ﷺ نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی تھی۔)

(سنن ترمذی، سنن ابی داود، ابن ماجہ)

تو اسکا جواب یہ ہے کہ

۱۔ یہ حدیث مجمل ہے اس میں یہ وضاحت نہیں کہ فاتحہ نماز جنازہ کے اندر پڑھی تھی یا پہلے یا بعد میں، نزاع نماز جنازہ کے اندر فاتحہ پڑھنے کا تھا۔ دعویٰ خاص تھا اور دلیل عام ہے جو درست نہیں۔

۲۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے اسے ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ ایسی چیز کی تلاش میں رہتے تھے۔

۳۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے نماز جنازہ کے بارے میں جو نقل کیا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

لیس فیھا رکوع ولا سجود ولا یتکلم فیھا و فیھا تکبیر و تسلیم (اس میں نہ رکوع ہے اور نہ سجدہ نہ بات چیت کی جاسکتی ہے۔ اور اللہ اکبر کہنا۔ (تکبیرات کا کہنا) اور سلام پھیرنا ہے۔)

(صحیح بخاری: ۱/ ۵۳۹)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے نماز جنازہ کی صورت نقل فرمائی ہے۔ اس میں عمومی دعائے مغفرت کا ذکر ہے فاتحہ کا ذکر نہیں ہے۔ (مستدرک حاکم: ۱/ ۳۵۰)

۵۔ جن روایتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ سنداً ضعیف ہیں۔
علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

ویذکر عن النبی ﷺ انه امر ان یقرا علی الجنازة بفاتحة الکتاب ولا یصح اسناده (زادالمعاد:۱/۱۴۱)

(اور ذکر کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

۶۔ بڑی وجہ سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کی یہ بھی ہے کہ اس نماز میں قرأت نہیں ہے۔ مدونہ کبری میں ہے کہ
میں نے ابن القاسم سے سوال کیا کہ امام مالک کے نزدیک مردہ پر کیا پڑھا جائے؟ فرمایا میت کے لیے ''دعا''۔ میں نے عرض کیا کہ کیا امام مالک کے قول میں نماز جنازہ میں قرأت ہے؟ فرمایا ''نہیں''۔ (مدونہ کبریٰ:۱/۱۵۷)

پس معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا بطور قرأت پڑھنا جائز نہیں۔

نماز جنازہ کی کتنی تکبیریں ہیں؟

نماز جنازہ کی تکبیروں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول مختلف تھا۔ کوئی چار تکبیریں پڑھتے اور کوئی اس سے زائد۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب یہ اختلاف دیکھا تو صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم حضور ﷺ کے صحابہ ہو اگر تم آپس میں اختلاف کرو گے تو آئندہ نسلیں ایسے انتشار کا شکار ہوں گی کہ اس خلیج کو پاٹنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ اس لیے ایسا کرو کہ حضور ﷺ نے جو آخری نماز پڑھی تھی اس پر سب متفق ہو جاؤ اور اسی کی پابندی کرو۔ صحابہ کرام نے آپ کی رائے کو پسند کیا اور تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ سب سے آخر میں حضور ﷺ نے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں تھیں۔ آج تک امت نے سب سے آخری سنت کو معمول بنا لیا تاکہ انتشار وافتراق کا دروازہ نہ کھلنے پائے۔

چند احادیث بطور نمونہ پیش ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کے فوت ہونے کی خبر سنائی۔

ثم تقدم فصفوا خلفه فكبر اربعا. (پھر آگے بڑھے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں بنائیں اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔)

(صحیح بخاری:۱/ ۵۳۸، سنن نسائی:۱/ ۶۱۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکبر اربع تکبیرات علی المیت: (طحاوی:۲/ ۱۸۱) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میت پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پیچھے یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھی۔ "**فکبر علیه اربعاً**"۔ تو آپ نے ان پر چار تکبیریں کہیں۔ (طحاوی:۲/ ۱۸۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا کہ انہوں نے مردوں اور عورتوں کے کچھ جنازوں پر نماز پڑھائی مردوں کو اپنے آگے اور عورتوں کو قبلے کی جانب رکھا پھر ان پر چار تکبیریں کہیں۔

(طحاوی شریف ۲/۱۸۸)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ (طحاوی شریف ۲/۱۸۸)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت شرجیل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ہمیں جنازہ پڑھاتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔ (طحاوی شریف:۲/۱۸۹)

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا عمل

حضرت عمران بن ابی عطا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ انہوں نے چار تکبیریں کہیں۔ (طحاوی شریف:۲/۱۹۰)

پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نماز جنازہ پڑھتے یا پڑھاتے ہوئے چار تکبیرات ہی کہتے تھے۔ کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز جنازہ میں تکبیر کا یہی حکم ہے۔

زائد تکبیرات کہنے کی وجہ؟

بعض روایات میں چار سے زائد تکبیرات کا ذکر آیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا دونوں طرح تکبیریں تھیں چار بھی اور پانچ بھی (طحاوی:۱/۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے چھ تکبیریں کہیں۔ (طحاوی:۱/۱۸۳)

حضرت موسیٰ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے سات تکبیریں کہیں۔(طحاوی شریف:۱/۱۸۳)

ان کا جواب دیتے ہوئے امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس شخص کو جواباً کہا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لیے کیا کہ نماز جنازہ کے سلسلہ میں اہل بدر پر دوسروں کی نسبت زیادہ تکبیریں کہنے کا حکم تھا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ پر نماز پڑھی تو انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں پھر آپ نے متوجہ ہوکر فرمایا کہ یہ اہل بدر تھے۔ پھر میں نے ان کے پیچھے کئی اور جنازوں پر نماز جنازہ پڑھی لیکن آپ چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل بدر پر چھ تکبیریں دیگر صحابہ پر پانچ تکبیریں اور عام لوگوں پر چار تکبیریں کہتے تھے۔ تو اہل بدر پر نماز جنازہ کا حکم اسی طرح تھا۔(طحاوی شریف:۲/۱۸۴)

پس معلوم ہوا کہ تکبیرات میں جو اضافہ ہے وہ اہل بدر کی خصوصیت کی بنا پر تھا جس سے بعض فوت ہونے والوں کو عام لوگوں سے خاص کیا گیا۔ اہل بدر کے بعد تمام لوگوں کے جنازوں میں قیامت تک چار تکبیریں ہی ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

مسجد میں نماز جنازہ

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا خلاف سنت، مکروہ اور باعث نقصان ثواب ہے۔ اگر
مسجد میں پڑھی گئی تو کراہت کے ساتھ فرض ادا ہو جائے گا۔ البتہ اگر کوئی سخت عذر اور
مجبوری کی صورت ہو تو وہ اس حکم کراہت سے مستثنیٰ ہے۔

عذر بارش وغیرہ کا ہونا یا مسجد کے علاوہ جنازہ پڑھنے کی جگہ کا نہ ہونا۔ لیکن اس میں
مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے۔

۱۔ میت کی حالت اگر غیر ہو تو اسے مسجد میں نہ رکھا جائے۔ مثلاً جسم سے خون، پیپ
یا پانی وغیرہ نکل رہا ہو۔

۲۔ لاش کو کئی دن گذر چکے ہوں اور لاش سے تعفن و بدبو آ رہی ہو تو میت کو مسجد میں نہ
لائیں۔

مسلمان قابل احترام ہے زندہ یا مردہ۔ عذر کے باعث اس کی نماز جنازہ مسجد
میں پڑھی جا سکتی ہے۔ ہاں اگر اس کا جسم صاف نہ ہو تو مسجد میں اس کا لانا جائز
نہیں۔ خواہ وہ زندہ ہو جیسے جنبی، حیض اور نفاس والی عورت یا وہ میت جس کے جسم سے
کچھ نکلتا ہو اس سے تلویث مسجد ہوتی ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ کا معمول

جس طرح اوپر کی سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں صرف مجبوری
کی بنیاد پر ہے۔ اسے معمول نہ بنایا جائے۔ امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا استاد امام
عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شئی له

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے
مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے
لئے کچھ ثواب نہیں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ من صلی علی جنازة فی المسجد فلاشي له قال وکان اصحاب رسول الله ﷺ اذا تضایق بهم المکان رجعوا ولم یصلوا.
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/۳۶۴)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اس کے لیے کچھ ثواب نہیں۔ فرمایا کہ صحابہ کرام جب جنازہ گاہ میں جگہ کی تنگی محسوس کرتے تو واپس لوٹ جاتے اور نماز جنازہ نہ پڑھتے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ من صلی علی جنازہ فی المسجد فلا شئی. (سنن ابی داؤد، ۲: ۵۴۳)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کے لیے کچھ بھی (اجر وثواب) نہیں۔)

شیخ شمس الدین ابن قیم کا فتویٰ

شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

صحابہ کرام وفات پانے والے اپنے عزیز کی تجہیز وتکفین کے بعد اسے چار پائی پر اٹھا کر حضور اقدس ﷺ کے سامنے پیش کرتے تو آپ ﷺ مسجد سے باہر ان پر نماز جنازہ پڑھاتے اور آپ کی سنت مستمرہ یا دائمی معمول مسجد میں جنازہ پڑھنے کا نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھا کرتے تھے ہاں کبھی کبھار میت کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے سہیل اور ان کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی جیسا کہ مسلم میں بروایت عائشہ مروی ہے اور مسجد میں جنازہ پڑھنے کا کوئی واقعہ تمام عمر اقدس میں اس ایک واقعہ کے سوا کہیں حدیث ثابت نہیں ہے۔ مسجد میں جنازہ پڑھنا حضور اقدس ﷺ کی سنت اور طریقہ نہیں تھا۔

(زاد المعاد بھامش الزرقانی علی المواہب: ۲/۶۴)

غائبانہ نماز جنازہ

ہمارے دور میں غائبانہ نماز جنازہ کا رواج عام ہوگیا ہے لیکن فقہ حنفی کی رو سے غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں اور حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تحقیق بھی یہی ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ فروعی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف دلائل شرعیہ کی روشنی میں بہت ہی مضبوط اور مستحکم ہے اس مسئلہ کے دلائل یہ ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ مسلمین میں شرکت کا اس درجہ خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمادی تھی کہ جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہو تو مجھے ہر حال میں اطلاع دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان میت پر میرا نماز پڑھنا رحمت و برکت ہے۔ میں ان کی قبروں کو نماز جنازہ پڑھ کر روشن و منور کر دیتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ)

مگر بایں کمال اہتمام ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ نبوت میں صدہا صحابہ کرام مدینہ منورہ کے علاوہ دیگر مقامات پر انتقال فرما گئے۔ مگر کسی صریح و صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

حتیٰ کہ بئر معونہ کے واقعے میں ستر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کفار نے دھوکہ سے شہید کردیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کا اسقدر شدید صدمہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے ایک ماہ خاص نماز کے اندران کفار کے لیے بددعا کی اور لعنت فرمائی مگر ان تمام وجوہ کے باوجود یہ ثابت نہیں کہ آپ نے ان ستر صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا عذر اور بالقصد ان تمام صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ غائب کا جنازہ پڑھنا امر شرعی و مشروع نہ تھا۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صریح و صحیح وحدیث میں غائبانہ نماز جنازہ کا حکم بھی نہیں دیا۔

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کی تین دلیلیں اور ان کا رد

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کے لیے تین واقعات سے استدلال کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل اور اس کا رد

نبی کریم ﷺ نے حضرت نجاشی کا نماز جنازہ پڑھا حالانکہ ان کی وفات حبشہ میں ہوئی۔(صحیح بخاری)

اس استدلال کے متعدد جواب ہیں:

صحیح ابن ابوعوانہ میں ہے کہ نجاشی کا جنازہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے حاضر کر دیا گیا تھا۔لہذا یہ جنازہ حاضر پر تھا۔غائب پر نہیں۔(عینی شرح بخاری وفتح الباری ۴/۲۵)

اسی طرح البحر الرائق میں ہے کہ حضرت نجاشی کی حضور اقدس ﷺ نے جو نماز جنازہ پڑھائی تو ابن ہمام رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نماز جنازہ غائبانہ نہ تھی۔ بلکہ حضور اقدس ﷺ کے لیے اس کی میت ظاہر کر دی گئی تھی۔اگر میت سامنے حاضر ہو اور مقتدیوں کو نظر نہ آئے تو جواز میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔

اسکے علاوہ علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل اسلام میں خلق کثیر کی وفات ہوئی مگر نبی اکرم ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کی جو نماز جنازہ غائبانہ آپ ﷺ نے ادا فرمائی اس میں تین اختلافی اقوال ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کی روشنی میں ہر غائب کی نماز جنازہ ہے۔

اصحاب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک نے فرمایا کہ حضرت نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔اس لیے دوسروں کے لیے جائز نہیں اور خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے حاضر کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے حاضر میت کے طور پر نماز جنازہ پڑھی ہو۔اس صورت میں صحابہ کے نہ دیکھنے کا عذر نہیں ہوسکتا۔اس لیے کہ وہ نماز جنازہ میں آپ ﷺ کے تابع تھے۔لہذا امام کا دیکھنا کافی

تھا اگرچہ انہوں نے نہ دیکھا ہو اور چونکہ کسی کے لیے اتنی مسافت سے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لہذا وہ غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ اسکے علاوہ دوسرے غائب لوگوں کے لئے نماز جنازہ آپ ﷺ سے منقول نہیں۔

دوسری دلیل اور اسکا رد

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی دوسری دلیل ہے کہ معاویہ مزنی کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کی نماز جنازہ تبوک میں پڑھی۔ لیکن ان کی یہ دلیل بھی صحیح نہیں کیونکہ ائمہ حدیث، عقیلی، ابن حبان، بیہقی، ابن عبدالبر، ابن الجوزی، علامہ ذہبی اور نووی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ حدیث متعدد طریقوں سے مروی ہے اور ائمہ حدیث نے اس کے راویوں کو مجہول، کذاب، ضعیف، منکر الحدیث، اور متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا کہ اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں اور احکام کے بارے میں حجت نہیں (اصابہ، میزان استیعاب) اور یاد رہے کہ ضعیف حدیث سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔ اگرچہ فضائل میں معتبر ہوتی ہے۔

تیسری دلیل اور اسکا رد

تیسری دلیل غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی یہ ہے کہ جنگ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ رضوان اللہ عنہم اجمعین یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ یہ تینوں اسلامی فوج کے کمانڈر تھے۔ پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگر شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ بہر حال ان کی دلیل یہ ہے کہ جنگ موتہ کے شہدا کے قائدین کی حضور اقدس ﷺ نے نماز جنازہ مدینہ طیبہ میں ادا فرمائی۔

لیکن ان کی یہ دلیل بھی درست نہیں اس لیے کہ یہ حدیث دو طریقوں سے ثابت

اور امام ذہبی نے بیان کیا ہے کہ واقدی کے متروک (سند میں اعتبار نہ کرنا) ہونے میں اجماع ہے اور یہ ہے کہ اس حدیث میں صلوٰۃ صرف دعائے مغفرت کے معنی میں ہے جیسا کہ اس حدیث کے قرائن سے واضح ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ میں ابن تیمیہ کا قول

ابن تیمیہ کے نزدیک مسئلہ صحیح اس طرح ہے کہ اگر کسی غائب کی کفار کے علاقہ میں وفات ہوئی اور وہاں اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو تو ایسے شخص کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی جائے گی۔ جس کی وفات ایسی جگہ ہوئی وہاں اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وہاں کے لوگوں کے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے فرض ساقط ہو گیا۔ (زاد المعاد، ابن قیم: ۱۴۵)

مسلک اہل حدیث کے نامور مناظر مولانا عبدالقادر روپڑی کا فتویٰ

روپڑی صاحب نے اپنے فتوی میں لکھا ہے!

جنازہ غائبانہ کی بابت بہت اختلاف ہے حنفیہ وغیرہ کے علاوہ کئی اہلحدیث بھی اس کے قائل نہیں۔ نجاشی کی حدیث کی بابت کہتے ہیں کہ وہ غیر ملک میں فوت ہوا اسکے والی وارث کافر تھے۔ ظاہر یہی ہے کہ وہاں اس کا جنازہ نہیں پڑھایا گیا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پڑھا۔ خطابی شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق عقیلی نے اسی کو اختیار کیا۔ وریانی نے بھی اسی کو پسند کیا اور ابو داؤد نے اس پر باب باندھا۔ غرض یہ کہ جنازہ غائب کی بابت اس قسم کے اختلاف میں میری کسی طرح تسلی نہیں۔ اس لیے میں خود جنازہ غائب نہیں پڑھا کرتا۔ (تنظیم اہل حدیث: 11 جون 1956ء)

اہم وضاحت

بریلوی اور دیوبندی دونوں حنفی ہیں حنفی مسلک کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ کا کوئی وجود نہیں اور اہل حدیث غیر مقلد ہیں۔ ان کے معتبر علماء کے فتاویٰ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اسکے جواز کے قائل نہیں۔

جمع بین الصلوٰتین

احناف جمع حقیقی یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کے قائل نہیں اور عرفات میں جو عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کو تواتر سے ثبوت کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً (نساء ۱۰۳)

(بے شک نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اپنے اپنے مقررہ وقت پر)

قرآن کریم کی یہ آیت اس مقصد میں صریح ہے کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے اور کوئی نماز شرعاً دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جا سکتی اور قرآن کریم کی اس نص کے مقابلہ میں اخبار آحاد اگر غیر مؤول بھی ہوں تو ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ مؤول ہوں۔ مندرجہ ذیل احادیث صحیحہ سے بھی احناف کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

عن عبداللہ قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی الصلوٰۃ لوقتھا الا بجمع مزدلفہ وعرفات (سنن نسائی: ۲/۲۷۱، المصنف ۲/۵۵۱)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہر نماز ہمیشہ اپنے مقررہ وقت پر پڑھتے، مگر مزدلفہ عرفات میں جمع کرتے۔)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازیں ایک وقت میں نہیں پڑھتے تھے، بلکہ اپنے اپنے وقت پر پڑھتے تھے۔

عن ابی قتادہ قال، قال رسول اللہ ﷺ ما انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلوٰۃ حتی یجیئ وقت الصلوٰۃ الاخری (صحیح مسلم: ۱/۲۳۹)

(حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیند میں کوئی کوتاہی نہیں۔ کوتاہی یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے نہ پڑھے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک فرض نماز کو دوسری فرض نماز تک مؤخر کرنا قصور اور کوتاہی ہے۔

عن ابی العالیۃ ان عمر کتب الی ابی موسیٰ و اعلم ان جمعا بین الصلوتین من الکبائر الامن عذر (المصنف ۲، ۴۵۶)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عن ابی موسیٰ قال الجمع بین الصلوتین من غیر عذر من الکبائر (المصنف: ۲/۴۵۹)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عذر سے مراد عذر شرعی مثلاً نیند اور نسیان ہے اور جمع حقیقی یعنی ایک فرض کے وقت میں دوسرا فرض پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

جمع بین الصلوتین کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اگر دو نمازوں کو جمع کرتے تو صورۃً جمع کرتے تھے اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم فرماتے یا مغرب کو مؤخر کرتے اور عشاء کو مقدم فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر یوخر الظھر ویقدم العصر ویوخر المغرب ویقدم العشاء (شرح معانی الآثار: ۱/ ۹۷ مسند احمد، مستدرک حاکم، طحاوی ۱/۸۰)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر کرتے اور عصر کو مقدم کرتے اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرتے۔)

جمع بین الصلوٰتین میں صحابہ کا عمل

صحابہ کرام بھی اسی طرح کرتے جس طرح رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔

عن عبداللہ بن واقد ان موذن ابن عمر قال الصلوٰۃ قال سر سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ ﷺ کان اذا عجل به امر صنع مثل الذی صنعت فسار فی ذالک الیوم واللیلۃ
(ابوداؤد:۱/۱۵۰)

(عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے موذن نے کہا نماز! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا چلو چلو حتی کہ شفق غائب ہونے سے پہلے (سواری سے) اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر شفق غائب ہونے کا انتظار کیا اور اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جب جلدی جانا مقصود ہوتا تو اسی طرح کیا کرتے تھے۔ پھر وہ اس دن اور رات بھر سفر کرتے۔)

یادرکھیں!

دونمازوں کوایک وقت میں جمع کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

1- جمع تقدیمی

ظہر اورعصر دونوں کوظہر کے وقت میں یا مغرب اورعشاء دونوں کومغرب کے وقت میں ادا کرنا۔

2- جمع تاخیری

ظہر اورعصر دونوں کوعصر کے وقت میں یا مغرب اورعشاء دونوں کوعشاء کے وقت میں ادا کرنا۔

3- جمع صوری

ظہر وعصر اور مغرب وعشاء میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا لیکن پہلی نماز کو مسنون وقت کی بجائے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو مستحب وقت کی بجائے بالکل اوّل وقت میں ادا کرنا اور دیکھنے والا سمجھے گا کہ اس نے عصر اور ظہر کو ایک وقت میں اور مغرب وعشاء کو ایک وقت میں ادا کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں ادا کی گئی ہے یہ صورتاً جمع ہے حقیقتاً جمع نہیں۔

میدان عرفات میں ظہر وعصر کو جمع تقدیمی کے ساتھ اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع تاخیری کے ساتھ ادا کرنا بالاجماع واجب ہے۔

ان دو مقامات کے علاوہ جمع تقدیمی یا جمع تاخیری کی کوئی صورت جائز نہیں۔ ہاں البتہ سفر میں جمع صوری کی اجازت ہے۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ہر نماز کو اپنے اپنے مقررہ وقت پر ادا کیا جائے۔ وقت سے پہلے پڑھی ہوئی نماز نہ ادا ہوگی اور نہ قضا اور وقت کے بعد والی نماز ادا نہ ہوگی قضا کہلائے گی۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تمام گورنروں کو یہ حکم دیا تھا کہ جمع بین الصلوٰۃ نہ کریں اور لوگوں کو بھی منع کریں اور فرمایا:

ان الجمع بین الصلوتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر — ایک وقت میں دو نمازوں کا جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔

(موطا امام محمد: ۱۴۲)

نوافل کا بیان

نفل کا لغوی معنی ''زائد'' ہے اور شریعت میں ہر وہ کام جس کا کرنا فرض یا واجب اور مسنون نہ ہو وہ نفل ہے۔

شیخ ابو زید رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ نفل کو اس مصلحت سے شروع فرمایا گیا ہے کہ فرائض میں ہونے والے نقصان کی تلافی اور تکمیل ہو جائے۔ اس لئے آدمی خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ ہو اس کا کوتاہیوں سے مبرا اور پاک ہونا ممکن نہیں۔

نفل شرعاً وہ عبادت ہے جو فرائض اور واجبات کے علاوہ ہو اور اس کا کرنا باعث ثواب ہو اور نہ کرنا باعث مواخذہ اور باعث عذاب نہ ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: احکام شرعیہ کی چار قسمیں ہیں:

۱۔فرض، ۲۔واجب، ۳۔سنت، ۴۔نفل

جس کام کا کرنا ضروری ہو اور نہ کرنا ممنوع ہو اگر اسکے لزوم اور ثبوت پر دلالت قطعی ہے تو فرض ہے۔

اگر لزوم یا ثبوت پر دلالت ظنی ہے تو واجب ہے۔

اگر اس کام کا کرنا مطلوب ہو اور نہ کرنا ممنوع نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ یا خلفائے راشدین نے اس کام کو ہمیشہ کیا ہو تو وہ سنت ہے، ورنہ نفل اور مستحب ہے۔

نوافل کی حکمت

نوافل کو مشروع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر فرائض کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ جائے تو اس کی تلافی نوافل سے ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے

دن بندہ کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر اس کا حساب ٹھیک ہوگیا تو وہ کامیاب اور کامران ہوگا۔ اگر نمازوں کا حساب فاسد ہوگیا تو وہ ناکام و نامراد ہوگا۔ اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے نامہ عمل میں کوئی نفلی نماز ہے، اگر ہے تو اس سے اس کے فرائض کی کمی کا تدارک ہوجائے اور باقی تمام اعمال کا حساب بھی اسی نہج پر ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نوافل پڑھنے سے نماز کی مشق ہوجائے اور نماز کے ساتھ انس ہوجائے تاکہ پوری توجہ اور ذوق وشوق سے فرائض ادا کر سکے۔

چند اہم مسائل

۱۔ تراویح، تحیۃ المسجد اور سفر سے واپسی کے نوافل مسجد میں پڑھیں۔

۲۔ سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور نوافل میں اصل سنت یہ ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں۔

۳۔ ہر قسم کے نوافل میں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا جائز ہیں۔

۴۔ یہ بھی جائز ہے کہ پہلے بیٹھ کر پڑھے پھر کھڑا ہوجائے یا پہلے کھڑے ہوکر پڑھے پھر بیٹھ جائے۔

۵۔ بیٹھ کر نوافل پڑھنا جائز ہے مگر جسے کوئی عذر نہیں اسے بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا اور عذر والے کو پورا ثواب ملے گا۔

۶۔ فرائض اگر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھے گا تو اس کے فرائض ادا نہیں ہوں گے، کیونکہ فرائض میں قیام فرض ہے۔

۷۔ نفل نماز کم از کم دو رکعت پڑھے۔ اس سے کم نہ پڑھے۔

۸۔ سواری پر نوافل کی ادائیگی کی جاسکتی ہے، سواری کا رُخ چاہے جس طرف ہو۔

۹۔ دن کے نوافل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ رات ہو یا دن زیادہ سے

زیادہ چار نوافل پڑھ کر سلام پھیرے۔(درمختار)

۱۰- اگر چار رکعت کی نیت باندھی تھی مگر قعدہ اولیٰ کرنے کی بجائے تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو واپس نہ لوٹے بلکہ باقی رکعتیں ادا کر کے سجدہ سہو کر لے نماز ادا ہو جائے گی۔(عالمگیری)

۱۱- چار رکعت نفل کی نیت باندھی، اگر دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولیٰ کر کے نماز توڑتا ہے تو دو رکعتوں کی قضا ادا کرنا ہو گی۔ اگر قعدہ نہ کیا ہو اور نماز توڑ دے تو چار کی قضا کرے گا۔(درمختار)

۱۲- اقامت شروع ہو جائے تو سوائے اس فرض کے کوئی نماز نہ پڑھے۔

۱۳- فجر کی سنتیں اگر پڑھ کر جماعت میں شریک ہو سکتا ہو تو پہلے سنتیں پڑھے پھر جماعت میں شامل ہو۔

نوافل کی جماعت

نفل نماز کا با جماعت ادا کرنا درست ہے۔ جس طرح آج کل ہمارے ہاں نماز تسبیح ادا کی جاتی ہے۔ مکہ مکرمہ میں حرم شریف میں رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک نابینا صحابی حضرت عتبان رضی اللہ عنہٗ حضور اقدس ﷺ کو اپنے گھر لے گئے اور حضور علیہ السلام نے برکت کیلئے دو رکعت نفل با جماعت ادا فرمائے۔(صحیح بخاری)

عمدۃ القاری شرح بخاری میں علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وفیہ الصلوۃ النافلۃ فی جماعۃ بالنھار (عمدۃ القاری:۴/۱۷۰) (اور اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ نفل نماز دن کو با جماعت ادا کرنا

نفلی نمازوں کا بیان

نوافل بے شمار ہیں ان کی حد نہیں۔ اوقات ممنوعہ کے سوا آدمی جتنے چاہے، پڑھ سکتا ہے، مگر نوافل میں سے جو مشہور اور سرور کائنات ﷺ سے مروی ہیں وہ بیان کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ نبی المرسلین ﷺ)

تحیۃ الوضو

وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے، انہیں تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔

صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ میں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کرنے کے بعد ظاہر و باطن کی کامل توجہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

ابوداؤد، بخاری، مسلم اور احمد بن حنبل نے حضرت عثمان بن عفان سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

تحیۃ المسجد

یہ مکروہ اوقات کے علاوہ مسجد میں داخل ہونے پر پڑھی جاتی ہے یہ نفل بھی دو رکعت پر مشتمل ہیں یہ حضور اقدس علیہ السلام کی سنت مبارکہ سے ثابت ہیں۔ احادیث مبارکہ میں اس نماز کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

جو شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، صحیح مسلم، کتاب المسافرین)

چند اہم مسائل

۱۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد مسجد کی تعظیم کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔

۲۔ اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔

۳۔ احناف کے نزدیک جن اوقات میں مطلقاً نماز پڑھنا منع ہے ان اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا بھی جائز نہیں۔

۴۔ صبح کی اذان کے بعد دو رکعت سنت کے علاوہ اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے۔ اسی طرح طلوع شمس، استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے۔

۵۔ علامہ نووی نے لکھا ہے:

جب کعبہ شریف میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد سے پہلے طواف کرے اور

جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے۔ تاہم اہل محبت کہتے ہیں کہ پہلے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں سلام عرض کرے پھر نوافل پڑھے، کیونکہ مسجد کے مقابلہ میں آپ کی تعظیم اہم اور مقدم ہے۔

نماز تہجد

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن دارمی، سنن بیہقی، مسند ابویعلیٰ اور شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز، نماز تہجد ہے۔

امام طبرانی نے اسناد حسن کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔

مومن کا شرف نماز تہجد اور افتخار لوگوں سے استغناء ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب رات پچھلی تہائی باقی رہ جاتی ہے تو اللہ رب العزت آسمان دنیا پر تجلی فرما کر ارشاد فرماتا ہے:

ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا کو قبول کروں؟

ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کروں؟

ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اسے بخش دوں؟''

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

پچھلی راتی رحمت رب دی کرے بلند آوازہ
بخشش منگن والیاں کارن کھلا ہویا دروازہ

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ درویش لاہوری لکھتے ہیں:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہ رو منزل ہی نہیں

امام بیہقی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جائیں گے اور اس وقت پکارنے والا پکارے گا کہاں ہیں؟ وہ لوگ جن کی گردنیں خوابگاہوں سے جدا ہوتی تھیں۔ ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جو تھوڑے ہوں گے اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیام اللیل (نماز تہجد) کو اپنے اوپر لازم کرلو یہ گذشتہ نیک لوگوں کا طریقہ تمہارے رب کی قربت کا ذریعہ، برائیوں کا کفارہ اور گناہوں کی ڈھال ہے۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ آتا نہیں بے آہ سحر گاہی

یہ نماز تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کا دروازہ ہے اور انوار و تجلیات سمیٹنے کا خاص وقت ہے۔ جو شخص بھی نماز تہجد پڑھے گا اس کے چہرہ پر نور اور گفتگو میں تاثیر ہوگی۔ یہ نماز نفس کشی اور تزکیہ نفس میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

مسائل

۱- اس نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، مسنون آٹھ رکعتیں ہیں اور مشائخ کے ہاں بارہ رکعتوں کا معمول بھی ہے۔

۲- بعد نمازِ عشاء سو کر جس وقت بھی اٹھ جائیں، پڑھ سکتے ہیں۔

۳- بہتر وقت نصف شب یا آخر شب ہے۔

۴- تہجد کے وقت اٹھنے کا یقین ہو تو وتر عشاء کے ساتھ نہ پڑھیں۔ چھوڑ دیں۔ اس صورت میں وتر کو نماز تہجد کے آخر میں پڑھیں۔ یوں کل گیارہ رکعتیں بن جائیں گی۔

۵- اگر تہجد کے وقت اٹھنے کا یقین نہ ہو تو وتر بھی عشاء کے ساتھ پڑھ لینا بہتر ہے۔

طریقہ

نماز تہجد عام طریقہ سے ادا کی جاتی ہے۔ مشائخ عظام اس طرح بھی ادا کرتے ہیں کہ جب بیدار ہوں تو مسنون طریقہ پر وضو کریں اور دوگانہ تحیۃ الوضوادا کریں۔

پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھیں۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء: ٦٤)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور

اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھیں۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَه' ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:۱۱۰)

ترجمہ:

اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائیگا۔

اس کے بعد نماز تہجد بارہ رکعت چھ سلاموں کے ساتھ ادا کریں۔ ہر بار دو نفل کی نیت باندھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اول تا **خالدون** تک پڑھیں۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ کی آخری آیات **اٰمن الرسول** تا آخر سورہ تلاوت کریں۔

تیسری رکعت میں سورہ اخلاص ایک بار، چوتھی میں دو بار ہر رکعت میں ایک ایک بار سورہ اخلاص کا اضافہ کرتے جائیں۔ بعد نماز تہجد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّ عَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّ عَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا ط وَفِيْ عَصَبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ لَحْمِيْ نُوْرًا وَّفِيْ دَمِيْ نُوْرًا وَّفِيْ شَعْرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَشَرِيْ نُوْرًا ط لِسَانِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا ط وَّاجْعَلْنِيْ نُوْرًا۔

(مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات: پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ)

نماز اشراق

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی میں مشغول رہا پھر دو رکعت نماز ادا کی تو اسے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''اے ابن آدم! تو میرے لئے شروع دن میں چار رکعتیں پڑھ لے میں اس دن کے اختتام تک تیری کفایت کروں گا'' (سنن ترمذی، سنن ابی داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص فجر کی نماز کے بعد ذکر خدا میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا تو دو رکعت اشراق کی پڑھنے والا غافلوں میں نہیں لکھا جاتا اور چھ رکعتیں پڑھنے والے سے دن بھر کے تفکرات دور کر دیئے جاتے ہیں اور جو آٹھ رکعتیں پڑھے وہ پرہیز گاروں میں لکھا جاتا ہے اور بارہ رکعتیں پڑھنے والے کا گھر جنت میں بنا دیا جاتا ہے۔ (سنن ترمذی)

مسائل

☆ اس نماز کا وقت طلوع آفتاب سے ۲۰ منٹ بعد شروع ہوتا ہے۔
☆ کوشش کریں کہ اسے نماز فجر اور صبح کے وظائف پڑھ کر اٹھنے سے پہلے اسی مقام پر ادا کریں۔
☆ اس کی کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔
☆ اس نماز کے پڑھنے سے باطن کو نور ملتا ہے اور قلب کو سکون اور اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے

نماز چاشت

احادیث نبویہ میں اس نماز کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا''

امام طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھیں وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا۔ اور جو چار پڑھے وہ عابدین میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے گا اس دن اس کی کفایت کی جائے گی۔ اور جو آٹھ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا۔ (طبرانی۔ بہار شریعت)

مسائل

☆ اس نماز کا وقت آفتاب بلند ہونے سے لے کر زوال تک ہے۔

☆ اس نماز کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔

☆ اس کا افضل وقت جب دن میں گرمی پیدا ہو جائے یعنی طلوع آفتاب اور آغاز ظہر کے درمیان کل وقت کا آدھا حصہ گزر جائے۔

☆ فرائض ادا کرنے کے بعد زندگی کی دیگر ذمہ داریوں سے فراغت ہو تو نماز اشراق سے چاشت تک اسی جگہ پر عبادت، وظائف اوراذکار جاری رکھے جائیں۔

☆ مصروفیت کی صورت میں اشراق کے ساتھ بھی یہ نوافل ادا کیے جاسکتے ہیں۔

نماز اوّابین

اوابین سے مراد وہ نوافل ہیں جو نماز مغرب کے بعد ادا کیے جاتے ہیں۔ ان کی احادیث مبارکہ بڑی فضیلت میں بیان کی گئی ہے۔ یہ اجر میں بارہ سال کی عبادت کے برابر بیان کی گئی ہے۔ اس کی فضیلت، انوار اور برکات بھی نماز تہجد جیسی ہیں۔ اس کا پختگی سے معمول بنایا جائے اگرچہ کم سے کم رکعات ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ خاص قبولیت، قرب الٰہی، تجلیات اور انعامات کا وقت ہوتا ہے؛ اس کے بے شمار اسرار ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو اس کے لئے یہ نوافل بارہ برس کی عبادت کے برابر شمار ہوں گے''

امام طبرانی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں''

امام ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔

مسائل

☆ اس نماز کی کم از کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں ہیں۔

☆ اس کا وقت مغرب کے بعد سے غروب شفق تک ہے۔

نماز حفظ الایمان

احادیث میں آتا ہے کہ نماز حفظ الایمان پڑھنے والا دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوگا، نزع کے وقت شیطان اس کو بہکا نہ سکے گا۔ اس نماز کی دو رکعتیں ہیں اور نماز مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ (نماز کی سب سے بڑی کتاب-۳۷۹)

اس کی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار آیت الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص اور ایک بار سورہ فلق اور ایک بار سورہ الناس پڑھی جاتی ہے۔

مشائخ عظام اس نماز کو اس طرح بھی ادا کرتے ہیں:

پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص سات بار، سورہ فلق ایک بار، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات بار، اور ایک بار سورۃ الناس پڑھی جائے۔ پھر نماز ختم کر کے سجدہ میں تین بار یہ دعا پڑھے:

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانْ

نوٹ: اس نماز کا وقت مغرب کے بعد غروب شفق تک ہے۔

نماز توبہ

جب کوئی بھول چوک ہو جائے یا قصداً گناہ کرے اور شرم و ندامت کی وجہ سے آئندہ اس گناہ سے بچنے کا ارادہ، اور خدا کی جناب میں توبہ کرنا ہے تو اسے چاہیے کہ توبہ کے ارادہ سے اٹھے اور غسل یا وضو کرے پھر دوگانہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہاتھ اٹھا کر اس طرح عرض کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْكَ مِنْهَا لَآ اَرْجِعُ اِلَیْهَا اَبَدًا

(اے اللہ! میں تیرے سامنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ ان کی طرف کبھی نہ پھروں گا)

مکروہ اوقات کے علاوہ کسی وقت بھی دو رکعت نفل نماز توبہ ادا کی جا سکتی ہے۔ خصوصاً گناہ کے سرزد ہونے کے بعد اس نماز کے پڑھنے سے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں:

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ وضو کر کے نماز پڑھے پھر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی مافعلوا وھم یعلمون° (آل عمران: ۱۳۵)

(اور ایسے لوگ ہیں کہ جب برائی ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے اور پھر وہ گناہ جو وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے)

نماز تسبیح

اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ اس نماز کی چار رکعتیں ہیں۔ مکروہ اوقات کے علاوہ جب چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز تسبیح، یوم جمعہ یا مہینہ میں ایک بار یا سال میں ایک بار یا کم از کم عمر میں ایک بار پڑھی جائے۔

امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی سمیت اہل علم کی ایک جماعت نے اپنی اپنی کتب میں بیان کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے چچا جان! کیا میں آپ سے صلہ رحمی نہ کروں؟ کیا میں آپ کو عطیہ نہ دوں؟ کیا میں آپ کو نفع نہ پہنچاؤں؟ کیا آپ کو دس خصلتوں والا نہ بنا دوں؟ کہ جب تک

آپ ان پر عمل پیرا رہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے، بعد کے پرانے نئے، غلطی سے یا جان بوجھ کر، چھوٹے بڑے پوشیدہ اور ظاہر ہونے والے تمام گناہ معاف فرمادے۔

(اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے انہیں نماز تسبیح کا طریقہ سکھایا) اور فرمایا

اگر روزانہ ایک مرتبہ پڑھ سکیں تو پڑھیں اگر یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو، اگر اس طرح بھی نہ کر سکیں تو مہینہ میں ایک بار، اگر ہر مہینے نہ پڑھ سکیں تو سال میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک بار پڑھ لیں۔

نماز تسبیح کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا پڑھیں۔ ثنا کے بعد پندرہ بار درج ذیل تسبیح پڑھیں: "سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پھر تعوذ و تسمیہ کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورہ پڑھ کر دس بار یہ تسبیح پڑھیں۔ پھر رکوع میں "سبحان ربی العظیم" کے بعد دس بار پھر رکوع سے اٹھ کر "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" کے بعد دس بار پھر سجدے میں سبحان ربی الاعلی کے بعد دس بار یہ تسبیح پڑھیں پھر جلسہ میں دس بار اور پھر دوسرے سجدے میں سبحان ربی الاعلی کے بعد دس بار پڑھیں۔ اس طرح یہ تسبیح کی تعداد 75 ہو جائے گی۔ پھر دوسری رکعت میں تسمیہ سے پہلے پندرہ بار یہ تسبیح پڑھیں پھر سورہ فاتحہ اور سورت کے بعد دس بار پڑھیں اور پھر پہلی رکعت کی طرح یہ تسبیح 75 مرتبہ مکمل کریں۔ دوسرے سجدے کے بعد التحیات۔ درود شریف دعا پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں ثنا پڑھیں اور پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں پھر تسمیہ سورہ فاتحہ و سورت پڑھ کر دس مرتبہ۔ اس طرح پہلی رکعت کی طرح یہ تسبیح پڑھتے ہوئے یہ رکعت مکمل کریں اور چوتھی رکعت کو دوسری رکعت کی طرح مکمل کریں اس طرح چار رکعتوں میں یہ تسبیح کل 300 مرتبہ پڑھی جائے گی۔

نوٹ:

☆ یہ نماز اکیلے اور جماعت دونوں طرح سے پڑھی جاسکتی ہے۔

☆ تسبیحات مکمل طور پر بلند آواز سے نہ پڑھیں بلکہ صرف عوام کی سہولت کے لئے

☆ ایک مرتبہ سبحان اللہ کا کلمہ بلند آواز سے کہہ کر باقی تسبیح آہستہ آواز میں پڑھیں۔

☆ فی زمانہ فسق وفجور نے چہار دانگ عالم سے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے صبح سے شام تک انسان جس معاشرہ میں دجل وفریب کے درمیان رہتا ہے۔ ہر جگہ عصیان کی دعوت عام ہے۔ ایسے وقت میں اہل ایمان کو زیادہ سے زیادہ نیکی کی دعوت کی ضرورت ہے تاکہ نظام کفر وفسق کے بلاوے پر اہل ایمان کا بلاوا غالب آجائے اور بندہ مومن نیک کاموں کی طرف راغب ہو۔ لوگوں کو صلوۃ التسبیح کی طرف بلانے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔

نماز استخارہ

استخارہ کا معانی ہے خیر اور بھلائی طلب کرنا۔ انسان جب بھی کوئی اہم کام کرنے کا ارداہ کرے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرے کہ میرے حق میں جو بہتر ہے اس کی نشان دہی فرمادے کہ کیا یہ میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں؟

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہم کو تمام معاملات میں استخارہ کی اس طرح تعلیم فرماتے تھے، جس طرح قرآن کی سورت کی تعلیم فرماتے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اپنے رب سے اس میں سات بار استخارہ کر پھر جس کی طرف تمہارا دل مائل ہو، اس کام کے کرنے میں تمہارے لیے خیر ہے۔

طریقہ استخارہ

استخارہ کرنے والے کو چاہیے کہ نماز عشاء کے بعد دو رکعت نماز نفل برائے استخارہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الکافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت اخلاص پڑھے پھر دعائے استخارہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بعلمك واستقدرك بقدرتك واسالك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر (یہاں اپنی حاجت کا ذکر کرے) **خير لي في ديني و معاشي و معادي و عاقبة امري فاقدره ويسره لي ثم بارك لي فيه وان كنت تعلم ان هذا الامر** (یہاں اپنی حاجت کا ذکر کرے) **شر لي في ديني و معاشي و معادي و عاقبة امري فاصرفه عني واصرفني عنه واقدرلي الخير حيث كا ن ثم ارضني به o** (صحیح بخاری، ابواب التطوع)

یہ دعا پڑھ کر قبلہ رخ سو جائیں۔

نوٹ:

☆ اگر ایک دو بار استخارہ کرنے پر کوئی اشارہ نہ ملے تو سات بار کریں

☆ دعا سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا چاہیے۔

☆ استخارہ پیر کے روز سے شروع کریں۔

☆ اگر سرخی یا سیاہی دیکھے تو سمجھے یہ برا ہے، اسے ترک کر دے۔

☆ استخارہ صرف مستحب امور میں کرنا چاہیے، حرام یا مکروہ اور نا مشروع امور میں نہیں کرنا چاہیے۔

☆ وہ لوگ جو بد عقیدگی، کوتاہ نظری اور جہالت و نا سمجھی سے طرح طرح کی فالیں نکالا کرتے ہیں، اور نجومیوں اور جوتشیوں کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں ان کو چاہیے وہ مشکل امور میں اس امر مسنون سے کام لیا کریں۔ اور ہر امر میں سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا کریں تا کہ ان کی مشکلات آسانیوں میں بدل جائیں۔

نمازِ حاجت

انسان کو زندگی میں جب بھی کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی بڑا اہم مسئلہ درپیش ہو، اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خاص مدد، نصرت کے لئے بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ دو رکعت یا چار رکعت پڑھ کر مدد و نصرت کا سوال کرے۔

اس کا پہلا طریقہ یہ ہے:

دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔

اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں، فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کو کوئی اہم امر پیش آتا تو اس کے لیے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھتے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیت الکرسی اور باقی رکعتوں میں آخری قل (سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ الناس) ایک بار پڑھتے۔

مکروہ اوقات کے علاوہ باقی کسی وقت بھی یہ نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ اس نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ حاجت پوری فرما دیتا ہے۔

امام ترمذی ابن ماجہ، حاکم، بزاز اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ یا کسی انسان سے کوئی حاجت ہو تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے، دو رکعت نفل پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور بارگاہ رسالت میں تحفہ درود و سلام پیش کر کے یہ دعا مانگے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العالمين اسئلك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والعصمة من كل ذنب والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لى ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هى لك رضى الا قضيتها يا ارحم الراحمين .(حصن حصين)

ترمذی، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، حاکم، ابن خزیمہ، بیہقی اور طبرانی نے بروایت حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو اس کی حاجت برآری کے لیے دو رکعت نماز کے بعد درج ذیل الفاظ کے ساتھ دعا کی تلقین فرمائی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔

صحابہ کرام بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی حاجت برآری کے لیے اسی طریقہ سے دو رکعت نماز کے بعد دعا کرتے تھے۔

اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم انی اتوجه بك الیٰ ربی فی حاجتی هذا لتقضی لی اللھم و شفعة فی. (سنن ترمذی، ابواب الداعوات)

نماز مسافر

مسافر کو چاہیے کہ اگر مکروہ وقت نہ ہو تو گھر سے نکلتے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر سفر کیلیے روانہ ہو۔

طبرانی کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے اپنے اہل کے پاس ان دو رکعتوں سے بہتر نہ چھوڑا جو بوقت ارادہ سفر ان کے پاس پڑھیں۔ مسافر کو چاہیے جب واپس لوٹے تو مسجد میں دو رکعت نفل ادا کر کے گھر آئے۔

صحیح مسلم میں ہے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے اور ابتداً مسجد میں جاتے اور دو رکعت نفل نماز پڑھتے پھر وہیں مسجد میں تشریف رکھتے۔

چند اہم مسائل

۱۔ حالت سفر میں قصر کرنا واجب ہے یعنی چار رکعت والی فرض نماز کی دو رکعتیں ادا کرے۔

۲۔ سفر شروع کرتے وقت سفر کی دعا پڑھیں۔ جب سواری پر سوار ہو تو بسم اللہ کہے جب سوار ہو جائے تو الحمد للہ کہے اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون o (الزخرف ۱۴)

اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللهم انا أسئلك فى سفر نا هذا لبر والتقوى ومن العمل مائرضى اللهم هون علينا سفر نا هذا واطوعنا بعده اللهم انت الصاحب فى السفر والخليفة فى الا هل اللهم انى اعوذبك من وعثا ء السفر وكابة المنظر وسوء المنقلب فى المال والا هل والولد. (حصن حصین)

جب (واپس لوٹے تو اس دعا کیساتھ یہ الفاظ بھی ادا کرے:

آئبون تائبون عابد ون لربنا حامد ون

۳۔ سفر میں مدد طلب کرنے کا ایک مجرب عمل ہے وہ کہ اگر کسی مددگار کو بلانا ہو تو بلند آواز سے کہے۔

ياعبا دالله أعينونى يا عباد الله أعينونى يا عبادالله أعينونى.

مصنف حصن حصین فرماتے ہیں: یہ عمل آزمودہ ہے۔

۳۔ سفر سے واپسی پر اچانک گھر نہیں آنا چاہیے بلکہ اطلاع کر کے آنا چاہیے۔

۴۔ اگر کسی شخص سے زیادہ لوگ ملاقات کرنے والے ہوں تو مسنون یہ ہے کہ وہ پہلے مسجد میں جائے تا کہ لوگ اس سے ملاقات کر لیں۔

کسوف وخسوف کی نمازیں

جب سورج کوگرہن لگتا ہےتو اس کوکسوف کہتے ہیں اور جب چاند کوگرہن لگتا ہے تو خسوف کہتے ہیں۔

کسوف وخسوف کے واقع ہونے کی مختصر حقیقت یہ ہے:

چاند زمین کے گرد گردش کرتا ہے اور چاند زمین کی طرح تاریک ہے وہ سورج سے نور حاصل کرتا ہے جب وہ آفتاب کے گرد گردش کرتے کرتے آفتاب اور زمین کے درمیان آ جاتا ہےتو سورج کی روشنی زمین پر پہنچنے سے رک جاتی ہے جس سے سورج گرہن واقع جاتا ہے۔

اور جب زمین درمیان میں آجاتی ہےاور وہ چاند پر روشنی نہیں پڑنے دیتی تو چاند گرہن ہوجاتا ہے۔عوام میں جو قصے کہانیاں مشہور ہیں وہ جہالت وحماقت کی باتیں ہیں۔یادرکھیں سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دونشان ہیں۔

اہم مسائل

کسوف وخسوف کی نمازیں بالاتفاق سنت ہیں۔ان میں اذان،اقامت اور خطبہ کے بغیر جماعت ہونی بھی جائز ہے۔نمازیں مسجد میں پڑھی جائیں۔

☆ اگر جماعت سے نہ پڑھ سکیں تو تنہا ہی پڑھ لیں۔

☆ اگر نماز نہ پڑھ سکےتو تسبیح واذکار مسنونہ اور دعا واستغفار میں مشغول رہے۔

☆ ان دونوں نمازوں کا وقت وہی ہے جس وقت گرہن شروع ہو۔مکروہ حرام اوقات نہیں ہونے چاہیں۔

☆ ان دونوں نمازوں کی کم ازکم دو رکعتیں ہیں چار یا آٹھ بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔

☆ ان نمازوں میں قرأت آہستہ آہستہ پڑھنی چاہیے اور اگر بلند آواز سے بھی پڑھی جائےتو بہتر ہے۔

☆ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ عنکبوت اور دوسری میں سورہ روم پڑھی جائے تو بہتر ہے۔

☆ ان نمازوں میں قرأت کو طول دینا چاہیے کہ نماز پڑھتے پڑھتے گرہن ختم ہو جائے۔

☆ اگر گرہن ممنوع اوقات میں شروع ہو تو نماز کسوف نہیں پڑھنی چاہیے، دعا واستغفار کرتے رہنا چاہیے۔

☆ اگر مغرب کے وقت کے قریب گرہن کی حالت میں سورج غروب ہو جائے تو نماز مغرب پڑھیں، گرہن کی نماز نہ پڑھیں۔

☆ اگر جنازہ اور گرہن کی نمازیں جمع ہو جائیں تو پہلے نماز جنازہ پڑھیں۔

☆ چاند گرہن کی نماز میں چونکہ لوگوں کا رات کے وقت جمع ہونا دشوار ہے، اس لیے یہ نماز جماعت سے نہ پڑھی جائے۔

ان نمازوں کی قضا نہیں۔

انتباہ:

بعض لوگ ایسے موقعوں پر عجیب حرکات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ نماز کسوف سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا:

چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کے دو نشان ہیں یہ دونوں کسی کے پیدا ہونے یا مرنے سے گرہن میں نہیں آتے لوگو جب تم کو یہ موقع پیش آئے تو اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاؤ، دعا مانگو تکبیر کہو، نماز پڑھو اور صدقہ وخیرات کرو۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ خرافات سے اجتناب کرتے ہوئے اس سنت کو زندہ کریں اور کسوف وخسوف کی نماز پڑھا کریں۔

نماز استسقاء

جب بندوں کی نافرمانیاں اور گناہ حد سے بڑھ جائیں اور احساس گناہ ہی ختم ہو جائے اور گناہوں کا سیلاب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے تو قدرت کی طرف سے احتساب کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور غیرت حق قحط یا وبا یا کسی دوسری بلائے عام کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً رزق کا رک جانا۔ بارشیں نہ ہونا۔ اگر ہوں تو فصلیں بار آور نہ ہوں۔ ان حالات میں لوگوں کو چاہیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرتے ہوئے دو رکعت نماز ادا کریں اور معافی مانگیں۔

نماز کا طریقہ:

اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ علاقے کا حاکم اگر اسلامی حکومت نہ ہو تو قاضی شہر یا امام جامع لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آبادی سے باہر جنگل میں جائے اور وہاں نماز و دعا کرے اور یہ بھی منقول ہے کہ اس طرح مسلسل تین مرتبہ کرنا چاہیے۔ حقوق العباد ادا کریں۔ صدقہ و خیرات کی کثرت کریں، اپنے تمام گناہوں سے ازسرنو توبہ کریں۔

احکام ومسائل

۱۔ دو رکعت مسنون ہیں، جماعت اور خطبہ کے ساتھ بغیر اذان و اقامت کے ادا کریں۔

۲۔ قرأت بلند آواز سے کریں یہ مستحب ہے۔

۳۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ ق اور دوسری میں سورۃ قمر یا پہلی میں سورہ الاعلیٰ اور دوسری میں غاشیہ پڑھنی چاہیے (عالمگیری)

۴۔ نماز کے لئے کھلے میدان کا انتخاب کریں۔

۵۔ سواری پر سوار ہو کر نہ جائیں عاجزی و انکساری کے ساتھ جائیں، صدقات و خیرات کی کثرت کریں۔

نماز استسقاء کی مسنون دعائیں

استسقاء کی دعا اور نماز میں غریب، خستہ حال، ضعیف اور بوڑھے اہل اصلاح و تقویٰ بکثرت شامل ہوں اور جب دعا کریں تو اس میں جانوروں اور معصوم بچوں کے لیے خصوصیت سے رحم کی درخواست کریں۔ یہ مسنون دعا بار بار پڑھیں:

اللهم اسق عبادك و بهائمك وانشر رحمتك واحي بلدك الميّت ○ (ابوداؤد: ۱/ ۴۳۷، موطا امام مالک: ۱۸۳)

(اے اللہ! اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب فرما اپنی رحمت پھیلا اور اپنی مردہ آبادی کو زندہ کر۔)

دعا میں تمام مقتدی صف بستہ اور دوزانو بیٹھیں قبلہ رو بیٹھیں امام قبلہ رو کھڑا ہو دعا رقت اور حضور قلب کے ساتھ کی جائے دعا کے ساتھ یقین غالب ہونا چاہیے کہ ہماری دعا ضرور قبول ہوگی۔ مستحب یہ ہے کہ جو شخص تقویٰ و عبادت میں مشہور ہو دعائیں اسکے توسل سے اس طرح مانگیں۔

اللهم انا نستسقي و نستشفع اليك بعبدك فلان (یہاں اس بندے کا نام لیں)

(اے اللہ! ہم بارش مانگتے ہیں اور تیری بارگاہ میں تیرے فلاں بندے کی شفارش لاتے ہیں۔)

کوشش کریں کے جس کے وسیلہ سے دعا کریں وہ آل رسول ﷺ کا فرد ہو۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلب باران کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ (حضور اقدس ﷺ کے چچا) کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے۔

خطبہ استسقاء

امام دو رکعت نماز استسقاء ادا کرکے خطبہ پڑھے۔ امام ابوداؤد اور ابن حاکم نے نقل کیا ہے کہ جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو تو قاضی یا امام جنگل میں نکلے اور منبر پر بیٹھ کر اللہ اکبر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور یہ خطبہ دے۔

الحمد لله رب العلمين ○ الرحمن الرحيم ○ ملك يوم الدين ○ لااله الاالله ○ يفعل مايريد اللهم انت الله لااله الا الله انت الغنى ونحنُ الفقراء انزل علينا الغيث واجعل ماانزلت لنا قوة وبلا غاً الىٰ حين ○ (ابوداؤد: ۱/۴۳۵)

اس کے بعد امام یا قاضی دعا کے لئے اسقدر ہاتھ اٹھائے کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہو یعنی ہاتھ خوب اونچا کرے پھر آدمیوں کی طرف پشت کرکے دعا کیلئے قبلہ رو ہو جائے اپنی چادر کو لپیٹے یعنی چادر کا داہنا سرا بائیں طرف اور بایاں داہنی طرف ہو جائے اور اندر کا رخ باہر اور باہر کا اندر ہو جائے اور منبر سے نیچے اتر جائے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ بارش کی دعا کے لئے یہ الفاظ **اللهم اغثنا** تین بار کہے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے: بار بار یوں دعا مانگے۔

اللهم اسقنا غيثاً مغيثاً مريئاً مريئاً نافعاً غير ضا رّ عاً جلا غيراجل ○

(اے اللہ! ہمیں بارش کا پانی پلا کہ وہ ہماری فریاد رسی کرے اور انجام کار کے اعتبار سے سیر حاصل شاداب ہو۔ نفع پہنچائے اور نقصان نہ دے جلدی برسے تاخیر نہ کرے۔)

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	القرآن الحکیم	
2	کنز الایمان (ترجمہ)	مجدد دین وملت حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
3	جمال القرآن (ترجمہ)	حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ
4	تفسیر ضیاء القرآن	حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ
5	فیوض الرحمان اردو ترجمہ روح البیان	علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب
6	تفسیر روح البیان	علامہ محمد اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ
7	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
8	خزائن العرفان	مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
9	تفسیر ابن کثیر	ابوالفداء حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
10	تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
11	روح المعانی	علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ
12	تفسیر کشاف	علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری
13	تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما
14	ترجمان القرآن	نواب صدیق حسن بھوپالی
15	جامع البیان	ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ
16	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
17	مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ
18	موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ	امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ
19	کتاب الاثار	امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

20	موطاامام مالک رحمۃ اللہ علیہ	امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ
21	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
22	صحیح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ
23	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ
24	سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی رحمۃ اللہ علیہ
25	جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
26	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ
27	دار قطنی	امام علی بن عمر دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ
28	المستدرک	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
29	سنن کبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ
30	نصب الرایہ	حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمۃ اللہ علیہ
31	کنزالعمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ
32	کشف الغمہ	علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
33	طحاوی شریف	امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ
34	مشکوٰۃ شریف	امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ
35	شرح صحیح مسلم	علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہٗ
36	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	ملا علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ
37	الجامع الصغیر للسیوطی	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
38	زادالمعاد	شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم جوزی
39	المصنف عبدالرزاق	الحافظ عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ
40	المصنف ابن ابی شیبہ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
41	عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین ابومحمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ
42	نیل الاوطار	علامہ قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ

43	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ
44	منتقی الاخبار	شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
45	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
46	فتح الباری	علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
47	منہاج السنۃ	شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
48	مسند ابو عوانہ	امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ
49	الجواہر النقی	علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ
50	الاذکار	علامہ یحیٰی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ
51	بذل المجہود	خلیل احمد سہارن پوری
52	عون المعبود	شمس الحق عظیم آبادی
53	المبسوط	شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ
54	المیزان الکبری اللشعرانی	علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
55	شرح فقہ اکبر	ملا علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ
56	بدائع الصنائع	علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ
57	فتاوی قاضی خان	علامہ حسین بن منصور اوزجندی رحمۃ اللہ علیہ
58	فتح القدیر	شیخ محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ
59	الدر المختار	علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی رحمۃ اللہ علیہ
60	فتاوی عالمگیری	ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ
61	الرد المحتار علی الدر المختار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ
62	بہار شریعت	علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
63	المہذب	علامہ ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
64	المدونۃ الکبریٰ	امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی رحمۃ اللہ علیہ
65	المغنی	علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ

66	فتاویٰ عالمگیری	ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ
67	الروض الانف	علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ
68	المعجم الکبیر	حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد ایوب اللخمی الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ
69	المعجم الصغیر	حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد ایوب اللخمی الطبرانی رحمۃ اللہ علیہ
70	ترغیب وترہیب	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
71	نور الایضاح	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ
72	موضوعات کبیر	ملا علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ
73	مختصر تاریخ دمشق	امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ
74	غنیۃ الطالبین	سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
75	فتاویٰ رضویہ	الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
76	منہاج الفتاویٰ	مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب
77	تربیتی نصاب	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب
78	فتاوی دار الافتاء سعودی عرب	مفتی عبد العزیز بن باز
79	فتاوی ابن تیمیہ	شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ
80	فتاویٰ بزازیہ	علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردی
81	ہمارا اسلام	مفتی خلیل احمد برکاتی رحمۃ اللہ علیہ
82	فتاویٰ رشیدیہ	مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی
83	جاء الحق	مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
84	حصن حصین	امام محمد بن جزری رحمۃ اللہ علیہ
85	مجموعہ وظائف دلائل الخیرات	حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ
86	القول البدیع	علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ
87	حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ
88	جلاء الافہام	شیخ شمس الدین محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

89	الشفاء شریف	قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ
90	الجرح والتعدیل	حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ
91	تہذیب الاحکام	شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی
92	من لا یحضرہ الفقیہ	شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی
93	تحفۃ العوام	ملک صادق علی عرفانی
94	نہج البلاغہ	سید شریف رضی
95	الفروع من الکافی	شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی
96	اعانۃ الطالبین	علامہ عثمان بن محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ
97	حکم الاحتفال بالمولد النبویہ	مفتی عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ
98	ھدایۃ المجتھد	قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشید مالکی
99	المحلی	شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی
100	المفردات القرآن	امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ
101	فتاوی ثنائیہ	مولانا ثناءاللہ امرتسری صاحب
102	فتاوی علمائے حدیث	مولانا علی محمد سعیدی صاحب
103	فتاوی برکاتیہ	مولوی برکات احمد صاحب
104	فتاوی نذیریہ	مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب
105	تنبیہ الغافلین	نصر بن محمد ابراہیم ابواللیث سمرقندی
106	صلوٰۃ المسلمین	مسعود احمد امیر جماعت المسلمین
107	رسالہ ضرب انفاس کا جواب	مولوی عبداللہ خطیب مسجد اہلحدیث ڈیرہ غازی خاں
108	رسالہ اہلحدیث	مولانا ثناءاللہ امرتسری صاحب
109	اخبار اہلحدیث	مولانا ثناءاللہ امرتسری صاحب
110	اہل حدیث کا مذہب	مولانا ثناءاللہ امرتسری صاحب
111	ہدیۃ المہدی	علامہ وحید الزماں صاحب

112	تحفۃ الاحوذی	مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری
113	رسالہ تنویر العین	مولوی اسمٰعیل دہلوی
114	تعلیقات سلیفہ	مولانا عطاء اللہ حنیف
115	صلوۃ الرسول ﷺ	مولانا محمد صادق سیالکوٹی
116	حدیث نماز	مولانا محمد دین جونا گڑھی
117	روح عبادت الدعاء	مولوی بشیر الرحمٰن سلفی
118	الھدی النبوی	امام محمد علی الصابونی
119	تعداد تراویح	حافظ عبدالسنان سلفی
120	منہاج المسلم	ابوبکر جابر الجزاری
121	فضائل درود	مولوی محمد ذکریا سہارن پوری
122	فضائل درود و سلام	سید حسن دیوبندی صاحب
123	تحفہ محمدیہ ﷺ	مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی صاحب
124	گلزار معرفت	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
125	بوادر النوادر	مولانا اشرف علی تھانوی صاحب
126	سفر السعادت	مولانا شیخ مجد الدین فیروز آبادی
127	طلب المغنۃ فی الذب عن الائمۃ الاربعۃ	نواب صدیق حسن بھوپالی
128	نماز مسنون	عبدالحمید سواتی صاحب
129	نماز مدلل	مولوی فیض احمد ککروی صاحب
130	رسالہ اذکار	شیخ محمد تھانوی صاحب
131	رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز	مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب
132	اشرف النوری شرح قدوری	مولانا عبدالحفیظ صاحب
133	تحفہ اہل حدیث	ابوبلال جھنگوی صاحب
134	تفہیم المسائل	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب

135	مقیاس صلوٰۃ	مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ
136	منہاج الصلوٰۃ	علامہ محمد الیاس اعظمی صاحب
137	نماز کی سب سے بڑی کتاب	سید نذیر الحق صاحب
138	حنفی نماز مدلل	فقیہ اعظم ابو یوسف محمد شریف محدث رحمۃ اللہ علیہ
139	تعلیم نماز	مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب
140	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز	صاحبزادہ نور المصطفےٰ رضوی صاحب

مصنف
شیخ عبدالرحیم محمد الطالب البغدادی

مترجم
ملک لیاقت علی اعوان
فاضل جامعہ
ایم اے

ایمان اور نفاق